210

Philosophy of Religion

تصنیف لطیف فاضل اجل جناب مولانا   صاحب فاروقی

حسب ارشاد حضرت مصنف علام باہتمام گمنام خاکسار

فہرست مضامین حدائق البیان فی معارف القرآن

إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون

تصنیف لطیف فاضل اجل جناب مولانا محمد عبدالغفور صاحب فاروقی

سنہ ۱۳۲۷ ہجری

حدائق البیان

فی

معارف القرآن

سنہ ۱۹۰۹ عیسوی

حسب ارشاد حضرت مصنف علام باہتمام گمنام خاکسار حکیم برہم

در مطبع حکیم برہم واقع گورکھپور مطبوع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل القران خلق الانسان وعلمہ البیان اللھم ایاک نعبد وایاک نستعین ونصلی علی رسولک سید المرسلین والہ وصحبہ ھداۃ طریق الدین

حالات متعلقہ تنزیل کا جاننا وجوہ اعجاز قرآنی کا پہچاننا روایت کی درایت آداب قرأت کی واقفیت شیوہ تعظیم کی آگاہی ہر مسلمان کا ایمانی فرض ہے لیکن افسوس ہے کہ ہماری زبان مین کوئی ایسی جامع تالیف جو ان امور ضروری کی تعلیم دے موجود نہین پائی جاتی **اتقان فی علوم القرآن** کے علامہ مصنف نے خدا اُنکو جزائے خیر دے اعلی درجے کی تدقیق اور تحقیق سے بہت بڑا ذخیرہ معلومات کا فراہم کردیا ہے لیکن۔

اولاً اُس سے وہی شائقین فائدہ اُٹھا سکتے ہین جنکو عربیت مین دستگاہ حاصل ہو۔

ثانیاً اس کتاب مین وہ باتین زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان نہین کی گیئن ہین جنکی بالخصوص زمانہ حال مین ضرورت ہے۔

ثالثاً طرز بیان اس زمانے کے مذاق کے موافق نہین ہے۔

رابعًا اُسکے بعض مباحث ہندیون کے لیے ذریعۂ دلچسپی نہین ہین انھین خیالات
کی بنیاد پر مین نے اِس جدید تالیف کا ارادہ کیا ہی خداوند عالم سے التجا ہی کہ اپنا فضل اور اپنی
توفیق شامل حال کرے کہ یہ کتاب جسکو مین نے ساتھ **حدایق البیان فی معارف القرآن**
کے موسوم کیا ہی خاطرخواہ انجام کو پہونچے میرے لیے ذریعۂ نجات ہو اور میرے دینی بھائی
بھی اُسکے مطالعہ سے مایۂ حسنات اخروی حاصل کر سکین **وَاَنَا محمّد عبد الغفور**
ابن محمد اکرام الفاروقی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَاب

حدیقہ (۱)

بیان مین وحی اور تذکرہ مین تنزیل کے

خداوند عالم نے اپنی بیشمار مخلوقات مین مختلف قسم کے جذب بہ مختلف طرح کی قوتین
ودیعت رکھی ہین جس سے دنیا کا کوئی ذی شعور انکار نہین کر سکتا۔ دوسرے انواع سے قطع نظر
خود نوع انسان کے افراد مین ڈھونڈھنے والون کو ظاہری باطنی ادراکی اور غیر ادراکی قوتون کے
مختلف مدارج نظر آتے ہین اور ظاہر ہوتا ہی کہ کبھی کوئی قوت کسی انسان کی ایسے اعلی درجے پر
ترقی کر جاتی ہی کہ دیکھنے والے اُسکو شعبدہ خواہ جادو سمجھتے ہین یا خوش اعتقادی کے ساتھ حلقۂ
کرامت مین داخل کر لیتے ہین۔ قوتون کی عام تفاوت پر نظر کر کے انصاف پسند دانشمند بسہولت
باور کر سکتا ہی کہ ہمارے ہمجنسون مین خدا نے جن لوگون کو واسطے خدمت رسالت اور ہدایت خلق کے
منتخب کیا اُنکو بالضرور ایسی کامل قوتین عطا کی ہونگی جو اِس خدمت اہم کا بار اُٹھا سکین پس

عقلاً بھی یہ رائے لایق تسلیم ہی کہ قدرت نے اپنے نبیون کو دو طرح کی قوتین عطا کی تھین۔

ایک صحیح قوت نظری جسکی بدولت اُنکو استحصال معلومات متعلقہ تبلیغ مین خطا لاحق نہین ہوسکتی تھی کیونکہ اگر وہی جماعت جو منجانب اللہ مامور بالہدایت تھی اور واسطے دکھانے راہ صواب کے برپا کی گئی خود معصوم عن الخطا نہوتی تو دوسرون کو علی سبیل الیقین دین متین کی تعلیم کیونکر دیجا سکتی۔ دنیا کے بادشاہ اپنا سفیر اپنا ایجنٹ اُسی شخص کو مقرر کرتے ہین جو با امتیاز اور لایق اعتماد ہو اپنے آقا کا منشا صحیح طور پر سمجھ سکے اور خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ دوسرون پر اُسکا اظہار کرسکتا ہو پس عقل باور نہین کرتی کہ بادشاہون کے ایسے بادشاہ نے جو پردہ عظمت مین اپنے بندون کی نگاہ سے مستور ہی اُن لوگون کو واسطے سفارت کے منتخب کیا تھا جنکا امتیاز واسطے ادراک حقایق اور بالخصوص واسطے دریافت معاملات متعلق برسالت کے ناکافی تھا۔ یہ قوت امتیازی جسکی تعبیر نور قدس سے کرنی چاہیے انبیا کی فطرت مین مخلوط ہوا کرتی تھی اور اُسکی روشنی مین وہ کارخانۂ قدرت کے اسرار کو اُسی طرح جان لیتے جسطرح ہم لوگ اپنی پیش پا افتادہ اشیا کو دیکھ کے اُنکے وجود کا علم حاصل کرتے ہین لیکن یہ فطری قوت اُسوقت اپنا اثر ظاہر کرتی یا یون کہیے کہ وہ نور قدس اُسوقت پرتو فگن ہوتا جب کہ فرائض خدمت کے ادا کرنے کا وقت مسعود آجاتا تھا۔

دوسری قوت عملی جسکو ملکہ اعمال حسنہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہین یہ قوت مثل قوت نظری کے فطری ہوتی اور بدو شعور سے اپنا اثر اسلیے دکھاتی ہے کہ قبل از تبلیغ بھی خدا کے سفیر کا دامن ذمایم اخلاق و معائب اعمال سے داغدار نہو اور اُسکی پہلی بدنامیان اعتماد رسالت کی بنیاد کو متزلزل

نہ کرسکین چنانچہ روایتون سے ثابت ہی کہ منادی حق سے پہلے تمامی قریش ہمارے نبی علیہ السلام
کو امین صادق القول اور راستباز باور کرتے تھے اور جب حضور نے منادی شروع کی اُسوقت
بھی ظاہر کرتے کہ ہم تمکو جھوٹا نہین کہتے مگر اُس پیام کی صداقت کو تسلیم نہین کرتے جسکی نسبت
خدا کی طرف کر رہے ہو۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاِنَّھُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ
یَجْحَدُوْنَ ۝ (پارہ۔ ۷ سورہ الانعام رکوع ۴)

انبیا کا شمار تو اعلیٰ طبقہ مین برگزیدگان خدا کے ہی لیکن اُن سے فروتر تین طبقے اور بھی
مقبولان بارگاہ صمدیت کے پائے جاتے ہین جنکو اگلے زمانے مین ہر دو قوت متذکرہ بالا سے
کم و بیش بہرہ مندی تھی اور ممکن ہی کہ ہر زمانہ حال ہوتی ہو اور زمانہ آیندہ مین بھی ایسے بہرہ مند
عرصۂ ظہور مین آئین قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ
اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ
رَفِیْقًا ۝ (پارہ۔ ۵۔ سورۃ النساء رکوع ۹)

مفسرون نے ہر سہ طبقے کے ممبرون کی تشریح مختلف الفاظ مین کی ہی جسکا ملخص مین
بیان کرتا ہون۔

صدیق وہ ہی جسکی قوت نظری اور عملی درجۂ کمال پر پہونچگئی ہو اُسکی نشانی یہ ہی کہ قول
کا سچا اعتقاد حقہ مین کامل اعمال حسنہ مین پورا با اخلاص ہو محی الدین ابن العربی نے مذاق

---

۱ تمکو نہین جھٹلاتے لیکن ظالم خدا کی نشانیون کا انکار کرتے ہین ۱۲

۲ جو تابعداری کرے اللہ اور رسول کی تو ایسے لوگ اُن کے ساتھ ہین جن پر اللہ نے نوازش کی انبیا و صدیقین و
شہدا اور صالحین کے گروہ سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہین ۱۲

تصوف مین جو تشریح اس لفظ کی کی ہو اُسکا حاصل یہ ہو کہ بترک صفات انسانی مظہر صفات باری تعالیٰ عزاسمہ ہو جائے۔

شہید وہ ہو کہ خدا کی اطاعت پر حریص اور اظہار حق مین بدل ساعی ہو ابن العربی فرماتے ہین کہ اہل حضور کو شہید کہتے ہین۔

صالح وہ ہو جسنے بذریعہ متابعت شریعت اپنے تئین معاصی سے پاک اعتقاد حقہ پر قائم اور اخلاق ذمیمہ سے محفوظ رکھا ہو ابن العربی اہل استقامت فی الدین کو صالح کہتے ہین۔

طبقات ثلاثہ کے ممبر خدا کے دوست ہین اور انھین کی نسبت قرآن پاک مین ارشاد ہوا ہو

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ[1] (پارہ ۱۱ سورۂ یونس رکوع ۷)

اور یہی طبقہ اُس روشن ضمیری سے علی قدر مراتب تفیض ہو جس سے انبیا علیہم السلام علی وجہ الکمال بہرہ مند تھے۔ مکتوب۔ کتابت۔ رسالت۔ الہام۔ اشارہ۔ کنایہ۔ کلام خفی۔ یہ سب کے سب **وحی** کے معنے لغوی ہین مصنف مجمع البحرین اثنا عشری لکھتے ہین غلبت[2] استعمال الوحی بما یلقی الی الانبیاء من عند اللہ جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ اب استعمال وحی کا اُسکے دوسرے معانی لغوی مین پسندیدہ نہین ہو۔ ابن ابی حاتم نے روایت کی ہو کہ زہری سے وحی کے معنے پوچھے گئے اور انھون نے فرمایا۔

اَلْوَحْیُ مَا یُوْحِی اللّٰهُ اِلٰی نَبِیٍّ مِنْ اَنْبِیَائِہٖ فَیُثْبِتُہٗ مِنْ قَلْبِہٖ وَیَکْتُبُہٗ وَیَتَکَلَّمُ بِہٖ وَھُوَ کَلَامُ اللّٰهِ مِنْہٗ	وحی وہ ہو جسکو ڈالے اللہ دل مین اپنے کسی نبی کے اور وہ نبی اُسکو دلنشین کر کے لکھے اور اُسکے ساتھ تکلم (بلفظہ) کرے اسطرح کی وحی کو کلام اللہ

[1] سُن لو اللہ کے دوستون پر نہ خوف ہو اور نہ وہ غم کھائین ۱۲

[2] غالب ہوا استعمال وحی کا ساتھ اس چیز کے جسکا القا اللہ کی طرف سے انبیا پر ہوا کرتا ہو ۱۲

مالا یتکلم بہ ولا یکتبہ لاحدٍ ولا یامر بکتابتہٖ ولکنہ یحدث بہ الناس حدیثا ویبین لھم ان اللہ امرہ ان یبینہ الناس ویبلغھم ایاہ ۔ (اتقان)

کہتے ہین۔ اور ایک شکل وحی کی یہ ہی کہ نبی ساتھ اُسکے تکلم (بلفظہ) نکرے اور نہ کسی کے لیے لکھے اور نہ لکھنے کا حکم دے لیکن آدمیون سے بطور تذکرہ کے کہے اور یہ بھی اُن لوگون سے بیان کرے کہ اللہ نے اُسکے بیان اور اُسکی تبلیغ کا حکم دیا ہی۔

خلاصہ یہ کہ وحی الی الانبیا کی ایک قسم کلام اللہ کہی جاتی ہی اور دوسری قسم کو کلام اللہ نہین کہتے فاضل سیوطی نے تصریح کی ہی کہ دوسری قسم کو سنت کہتے ہین۔ صاحب مجمع البحرین نے لکھا ہی۔

اِنَّ القراٰن مختصٌّ بالسّماع من الروح الامین والحدیث القدسی قد یکون الھامًا او نفثًا فی الروع ونحو ذٰلک وان القراٰن مسموع بعبارتہا وھی مشتملۃ علی الاعجاز بخلاف الحدیث القدسی

قرآن کے لیے ضرور ہی کہ روح الامین سے سُنا گیا ہوا اور حدیث قدسی کبھی از قسم الہام ہوتی ہی یا کوئی بات خاطر مین پڑ جاتی ہی اور مثل اُسکے۔ قرآن ساتھ بعینہ لفظ کے مسموع ہوتا ہی اور شامل ہوتا ہی اوپر معجزہ کے اور حدیث قدسی مین یہ بات نہین ہوتی۔

صاحب مجمع البحرین کا بیان مجمل ہی اور اُس سے ظاہر نہین ہوتا کہ حدیث قدسی کا امتیاز عام حدیثون سے کسطرح کیا جاسکتا ہی زہری نے جو کچھ الہامی حدیثون کی تعریف کی وہ بہت محدود ہی کیونکہ ایسی حدیثین بہت کم ملین گی جنمین یہ بھی ارشاد ہوا ہو کہ خدا نے اُنکے بیان اور تبلیغ کا حکم دیا ہی اسی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہین کہ تعریف زہری کی تطبیق عام لفظ سنت سے جیسا کہ فاضل سیوطی کہتے ہین نہین ہوتی۔ اس موقع مین مین نے نقل اقوال پر قناعت کی ہی لیکن بضمن حدیقہ (۳۰) انشاءاللہ تعالےٰ اس خصوص مین خاص طور پر تذکرہ کرون گا کہ احادیث نبوی کس حد تک الہامی ہین۔

قرآن مین وحی کا اطلاق دیگر معانی مختلفہ پر بھی ہوا ہی اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰی وحی بھیجی

ہمنے طرف اُمِّ موسیٰ کے وَاَوحیٰ رَبُّكَ اِلَى النَّحلِ وحی بھیجی تمھارے ربنے طرف شہد کی مکھیون کے
ان دونون مواقع مین وحی سے مراد الہام یعنی کسی بات کا دل مین ڈال دینا ہی وَاِنَّ
الشَّیَاطِینَ لَیُوحُونَ اِلیٰ اَولِیَآئِهِم شیاطین وحی کرتے ہین طرف اپنے دوستون کے اس
جگہہ مراد وحی سے وسوسہ ہی اَوحَیتُ اِلَى الحَوَارِیِّینَ وحی بھیجی ہمنے حواریون کی طرف
یہان لفظ وحی سے مراد القا ہی اور مصنف مجمع البحرین لکھتے ہین وقیل امرتھم یعنی بعض
اوحیت کے معنے کہتے ہین کہ حکم دیا مین نے اور ہر گاہ حکم القا سے زیادہ قوی اثر رکھتا ہی
اسلیے اس تفسیر سے اشارہ پیدا ہوتا ہی کہ دیگر مقبولان بارگاہ کے پاس بھی اسیطرح وحی آتی تھی
جیسی کہ انبیا کے پاس چنانچہ امام فخر الدین رازی نے سورۂ النحل کی تفسیر مین کوئی تفرقہ درمیان
وحی الی الانبیا اور وحی الی الاولیا کے نہین کیا ہی۔

خدا کا کلام خدا کا پیام اُسکا حکم اُسکی ہدایت طبقہ عباد کے پاس باشکال ذیل پہونچتی ہی۔

شکل اول

بیداری مین بذریعہ الہام یعنی اسطرح کہ وہ بات بلا کسی واسطہ کے صفحہ خاطر اور لوح قلب
پر منجانب اللہ جاگزین ہو یا یہ کہ خواب کی حالت مین جبکہ روح کے تعلقات جسمانی کسی قدر کمزور
پڑجاتے ہین اُسکا القا ہو۔ ہر چند اشکال ثلاثہ متذکرہ حدیقہ ہذا کی تعبیر لسان شرع مین وحی کے
ساتھ ہوئی ہی لیکن سورہ الشوریٰ مین بسلسلہ بیان ان شکلون کے صرف شکل اول کی
تعبیر خداوند عالم نے وحی کے ساتھ فرمائی ہی امام رازی اُسکی یون توجیہ کرتے ہین کہ یہ شکل

وحی کی دیگر اشکال سے اسلیے اشرف ہی کہ اُسکی بدولت کلام آلہی دفعتہً واحدۃً اپنا جلوہ دکھاتا ہی
لیکن مین شرافت کی اس وجہ کو زیادہ معقول پاتا ہون کہ القاے فی القلب ایسا راز و نیاز کا طریقہ
ہی کہ دوسرون کو اُسکی خبر نہین ہوتی یہانتک کہ کسی حاسہ ظاہری کو بھی مداخلت کا موقع نہین ملتا۔

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

اسناد قرآنی سے جنکا حوالہ دیا گیا ثابت ہی کہ اولیاء اللہ فیض الہام سے محروم نہ تھے بلکہ شہد کی مکھیون
کو بھی جو قسمی از حیوان لایعقل ہین اُس سے بہرہ مندی ہوئی تھی اب بھی دریاے کرم موجزن ہی
اور بالخصوص وہ لوگ جنکے دل کدورت عصیان سے پاک ہین قطرات مکرمت سے بہرہ مند ہوتے رہتے ہین

ہنوز آن ابر رحمت دُرفشان ست
می و میخانہ با مہر و نشان ست

لیکن بات یہ ہی کہ انبیا کے قلب پر جو کچھ القا ہوتا تھا وہ بلا کسی اشتباہ کے منجانب اللہ کے
تھا اور ارباب تقوے کے القا کی نسبت جنکی تعبیر واردات قلبی کے ساتھ کیجاتی ہی صرف
گمان کیا جاتا ہی کہ خدا ہی کی طرف سے ہوگا۔ عام عباد کی حالت بہت مشتبہ ہی کیونکہ زیادہ تر
خود اُنھین کے خیالات نفسانی مکدر قلوب پر اپنا اثر ڈالتے رہتے ہین خلاصہ یہ کہ سواے انبیا
کے کشف مین اولیاء اللہ کے بھی شُبہ اثر نفسانی و القاے شیطانی کا باقی رہتا ہی اسلیے آزادی
کے ساتھ واردات قلبی پر بھروسا کرنا سخت غلطی ہی۔ عاقلانہ روش یہی ہی کہ ایسے کشف اور واردات
کی آزمایش شریعت غرا کی کسوٹی پر کیجاے اور جب وہ کامل عیار اُترین اور بعید از قیاس ہونیکا
بھی گمان نہو تو البتہ اُن پر بھروسا کر لینے کا مضایقہ نہین ہی اور اگر اسطرح کھرے ہونیکا ثبوت
نہ ملے یا یہ کہ استبعاد عقلی اُن پر موثر ہو تو ایسے کشف اور ایسی واردات کو گمراہ کرنے والے خطرات

یا خواب پریشان سے زیادہ باوقعت سمجھنا نہین چاہیے۔

شکل ثانی

یہ ہی کہ خداوند عالم پردۂ عظمت مین مستور رہ کے کسی سے ہمکلام ہو اور وا ئیہ یہ عزت گروہ انبیا
مین صرف موسی بن عمران کو کوہ طور پر اور سیدنا محمد مصطفے صلوۃ اللہ علیہما کو شب معراج مین
حاصل ہوئی تھی۔ خدا کیونکر کلام کرتا ہی اُسکی واقعی حالت تو خود اُسی کو یا اُن بزرگون کو معلوم ہوگی
جنکو شرف ہمکلامی حاصل ہوا تھا لیکن علما نے اُسکی نسبت اپنی قیاسی رائین مختلف طور پر ظاہر
کی ہین جنمین یہ رائے زیادہ تر قرین قیاس ہی کہ خداوند عالم اصوات حادثہ اور حروف محدثہ کو خلق
کرتا اور اپنے مخاطب کے کانون تک پہونچا دیتا ہی اِنَّ اللهَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیرٌ بلا واسطہ خدا
سے ہمکلام ہونا بہت بڑی عزت ہی چنانچہ گروہ انبیا مین جو منتخب جماعت مقبولان الٰہی کی ہی
بالاتفاق خواہ بالاختلاف دو ہی بزرگون کو اس عزت کا حاصل ہونا پایۂ ثبوت کو پہونچا ہی لیکن
کوئی عقلی یا نقلی دلیل ایسی موجود نہین پائی جاتی کہ علاوہ انبیا کے دوسرون کو اس عزت کا پانا
ممنوع ہی چنانچہ بعض علما کہتے ہین کہ اُن ستر آدمیون نے بھی جو ہمراہ موسی علیہ السلام کے
کوہ طور پر گئے تھے بغیر کسی واسطہ کے خدا کا کلام اپنے کانون سے سنا تھا واللہ اعلم بالصواب

شکل ثالث

یہ ہی کہ بوساطت رسول جسنے کسی شکل مقدمۃ الذکر کے ذریعہ سے استدراک کیا یا یہ کہ دوسرے

رسول سے سُنا خدا کا کلام اُسکے بندون تک پہونچے چنانچہ بذریعہ نبی علیہ السلام کے ہملوگ
خدا کے پاک کلام (قرآن) سے بہرہ یاب ہوئے اور خود ہمارے حضور تک وہ کلام معجز نظام بوساطت
جبریل امین کے پہونچا تھا۔ فرشتون کا بندگان صالح کے پاس آنا اور ہمکلام ہونا عقلاً ممکن ہی
اور اُسکے وقوع کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہی کہ خدا کا فرشتہ مریمؑ کے پاس آیا اور ہمکلام ہوا
قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا[1] (پارہ ۱۶
سورہ مریم رکوع ۲) اور توریت کتاب پیدایش سے ثابت ہی کہ خدا کا فرشتہ ہاجرہ اُم اسمعیل
سے بھی ہمکلام ہوا تھا۔

اِس موقع مین یہ بحث ضروری پیش آجاتی ہی کہ خدا کے نبیون کو کیونکر اطمینان حاصل
ہوا کہ خواب یا بیداری مین خدا ہی اُنکے قلب پر القا کر رہا ہی اور وہی اُنکے ساتھ ہمکلام ہی کیونکہ
ممکن ہی کہ وہ سب شیطانی مکاید و نفسانی وسوسون کے شعبدے رہے ہون پھر کیا ثبوت تھا
کہ خدا کا فرشتہ اور بالخصوص جبریل امین خدا کا پیام لائے ہین یا یہ کہ بنی آدم کا پُرانا دشمن دوستون
کے رُوپ مین اپنے تئین خدا کا رسول ظاہر کر رہا ہی۔ امام رازی نے یہ اور تازہ شبہہ پیدا کیا ہی
کہ بالفرض ایک مرتبہ درحقیقت جبریل امین آئے ہون لیکن ممکن ہی کہ دوسری مرتبہ شیطان نے
اُنکی شکل و صورت اختیار کر کے اپنے کو جبریل بنا لیا ہو اور پھر خود جبریل کو کیونکر اعتماد ہوا کہ جو کچھ
وہ سُن رہے ہین وہ خدا ہی کا کلام ہی۔ امام رازی تفسیر مین سورہ الشوری کے فرماتے ہین
کہ معجزات کو دیکھ کے یہ سب شُبہے رفع کیے جاتے تھے یعنے خدا کوئی کرشمہ قدرت کا اپنے تکلم سے

[1] جبریل بولے کہ مین تو بس تمھارے پروردگار کا بھیجا ہوا اسلیے آیا ہون کہ تمکو ایک پاک طینت لڑکا دون ۱۲

یا خواب پریشان سے زیادہ باوقعت سمجھنا نہین چاہیے۔

شکل ثانی

یہ ہی کہ خداوند عالم پردۂ عظمت مین مستور رہ کے کسی سے ہمکلام ہو اور وا ئیہ عزت گروہ انبیا مین صرف موسی بن عمران کو کوہ طور پر اور سیدنا محمد مصطفے صلوۃ اللہ علیہما کو شب معراج مین حاصل ہوئی تھی۔ خدا کیونکر کلام کرتا ہی اُسکی واقعی حالت تو خود اُسی کو یا اُن بزرگون کو معلوم ہوگی جنکو شرف ہمکلامی حاصل ہوا تھا لیکن علما نے اُسکی نسبت اپنی قیاسی رائین مختلف طور پر ظاہر کی ہین جنمین یہ راے زیادہ تر قرین قیاس ہی کہ خداوند عالم اصوات حادثہ اور حروف محدثہ کو خلق کرتا اور اپنے مخاطب کے کانون تک پہونچا دیتا ہی اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بلا واسطہ خدا سے ہمکلام ہونا بہت بڑی عزت ہی چنانچہ گروہ انبیا مین جو منتخب جماعت مقبولان الٰہی کی ہی بالاتفاق خواہ بالاختلاف وہی بزرگون کو اس عزت کا حاصل ہونا پایہ ثبوت کو پہونچا ہی لیکن کوئی عقلی یا نقلی دلیل ایسی موجود نہین پائی جاتی کہ علاوہ انبیا کے دوسرون کو اس عزت کا پانا ممنوع ہی چنانچہ بعض علما کہتے ہین کہ اُن ستر آدمیون نے بھی جو ہمراہ موسی علیہ السلام کے کوہ طور پر گئے تھے بغیر کسی واسطہ کے خدا کا کلام اپنے کانون سے سنا تھا واللہ اعلم بالصواب

شکل ثالث

یہ ہی کہ بوساطت رسول جسنے کسی شکل مقدمۃ الذکر کے ذریعہ سے استدراک کیا یا یہ کہ دوسرے

رسول سے سُنا خدا کا کلام اُسکے بندون تک پہونچے چنانچہ بذریعہ نبی علیہ السلام کے ہم لوگ
خدا کے پاک کلام (قرآن) سے بہرہ یاب ہوئے اور خود ہمارے حضور تک وہ کلام معجز نظام بوساطت
جبریل امین کے پہونچا تھا۔ فرشتون کا بندگان صالح کے پاس آنا اور ہمکلام ہونا عقلاً ممکن ہی
اور اُسکے وقوع کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہی کہ خدا کا فرشتہ مریمؑ کے پاس آیا اور ہمکلام ہوا
قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا[۱] (پارہ ۱۶-
سورۂ مریم رکوع ۲) اور توریت کتاب پیدایش سے ثابت ہی کہ خدا کا فرشتہ ہاجرہ اُم اسمعیل
سے بھی ہمکلام ہوا تھا۔

اِس موقع مین یہ بحث ضروری پیش آجاتی ہی کہ خدا کے نبیون کو کیونکر اطمینان حاصل
ہوا کہ خواب یا بیداری مین خدا ہی اُنکے قلب پر القا کر رہا ہی اور وہی اُنکے ساتھ ہمکلام ہی کیونکہ
ممکن ہی کہ وہ سب شیطانی مکاید و نفسانی وسوسون کے شعبدے رہے ہون پھر کیا ثبوت تھا
کہ خدا کا فرشتہ اور بالخصوص جبریل امین خدا کا پیام لاتے ہین یا یہ کہ بنی آدم کا پُرانا دشمن دوستون
کے رُوپ مین اپنے تئین خدا کا رسول ظاہر کر رہا ہی۔ امام رازی نے یہ اور تازہ شبہہ پیدا کیا ہی
کہ بالفرض ایک مرتبہ درحقیقت جبریل امین آئے ہون لیکن ممکن ہی کہ دوسری مرتبہ شیطان نے
اُنکی شکل و صورت اختیار کر کے اپنے کو جبریل بنا لیا ہو اور پھر خود جبریل کو کیونکر اعتماد ہوا کہ جو کچھ
وہ سُن رہے ہین وہ خدا ہی کا کلام ہی۔ امام رازی تفسیر مین سورہ الشوریٰ کے فرماتے ہین
کہ معجزات کو دیکھ کے یہ سب شُبہے رفع کیے جاتے تھے یعنے خدا کوئی کرشمہ قدرت کا اپنے تکلم سے

[۱] جبریل بولے کہ مین تو بس تمھارے پروردگار کا بھیجا ہوا اسلیے آیا ہون کہ تمکو ایک پاک طینت لڑکا دون ۱۲

پہلے جبریل کو دکھاتا تھا اور پھر جبریل قبل ادائے رسالت کوئی معجزہ نبی علیہ السلام کو بغرض تصدیق اپنے وجود اور صداقت اپنے بیان کے دکھا لیتے تھے یہ سب کہکے پھر خود لکھتے ہین الا ان الاشکال فان الحاجۃ الی اظہار المعجزۃ فی کل مرّۃٍ لم یقل بہ احد یعنی مشکل یہ ہی کہ ہر مرتبہ معجزہ دکھانے کی ضرورت کسی نے بیان نہین کی ہی مین کہتا ہون کہ امام صاحب کے لیے یہ دوسری مشکل پیش ہی کہ جو کرشمہ قدرت کا جبریل نے دکھایا نبی علیہ السلام کو دکھایا اُسکے لیے کون ایسی قوی دلیل موجود تھی کہ شیطان اُسطرح کا کرشمہ دکھا نہین سکتا۔ درحقیقت ایسے شبہون کو وہی عقلی بیان جو اس حدیقہ کے شروع مین کیا گیا بآسانی رفع کرتا ہی یعنے انبیا علیہم السلام مین ایسی قوت ودیعت رکھی گئی تھی کہ وہ خدا کے رسول اور اُسکے پیام کی صداقت کا صحیح امتیاز کر لیتے تھے اور شیطان کو خدا نے یہ قدرت نہین دی تھی کہ اپنے فریب کا اثر خصوصًا معاملات تبلیغ مین ڈال سکے کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ عِبَادِیْ[ل] لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ۔ (پارہ ۱۴ سورۃ الحجر رکوع ۳)

امام رازی نے تفسیر مین سورۂ النجم کے پھر شبہہ کا اعادہ کیا اور بحوالہ معجزہ کے اُسکے رفع کی تدبیر بتائی لیکن اُسی کے ساتھ یہ بھی لکھدیا ہی کہ خدا نے ایسا علم ضروری پیدا کر دیا تھا جسکی بدولت جبریل خدا کے کلام کو اور نبی علیہ السلام جبریل امین اور اُنکی صداقت کو جان لیتے تھے۔

فائدہ

[ل] ہمارے بندون (صالحین) پر کسی طرح کا داؤ نہین ہی مگر جو گمراہ تیرے (شیطان کے) پیچھے ہو لے ۱۲

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِہٖ فَیَنْسَخُ اللّٰہُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ

(پارہ ۱۷ سورۃ الحج رکوع ۷)

شیطان کا لفظ بھی بعض وقت سخت دھوکے دے جاتا ہے پس اُسکے مسمے سے خدا کی پناہ وہ کیسا کچھ مکار اور دغاباز ہوگا، اس آیہ کی تفسیر مین مفسرون کو زیادہ تر اسی لفظ نے دھوکا دیا اور اُن لوگون نے واسطے بیان کے یہ سلسلہ کھڑا کر دیا کہ نبی علیہ السلام نے سورۃ النجم کی تلاوت کی جسمین شیطان نے اُن الفاظ کو ملا دیا جو آیندہ لکھے جائینگے بلکہ بعض سادہ دلون نے تو کہ ڈالا (معاذ اللہ منہ) کہ بعد آیہ کریمہ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ۙ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ۙ (پارہ ۲۷ سورۃ النجم رکوع ۱)

شیطان نے خود پیغمبر کی زبان سے کہلا دیا تِلْكَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰی قاضی بیضاوی اور امام فخر الدین رازی نے اِس بیہودہ روایت کی تردید کی ہے اور صاحب مدارک التنزیل نے ہرچند زور دیکے لکھا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی زبان فیض ترجمان پر شیطان اِن کلمات کو جاری نہین کر اسکتا تھا لیکن وہ بھی کہتے ہین کہ خود شیطان نے موقع پاکے

---

۱ ہمنے تمھارے پہلے کوئی رسول یا نبی نہین بھیجا لیکن جب اُسنے قرأت کی شیطان نے اُسکی قرأت مین مِلا دیا پھر اللہ مٹاتا ہے جو شیطان نے مِلایا اور مضبوط کرتا ہے اپنی باتین اور اللہ جاننے والا صاحب حکمت ہے ۱۲ ۲ بھلا تمنے لات اور عُزےٰ اور وہ ایک تیسرا جو اور ہے منات اُسکے حال پر نظر کی ہے ۱۲ ۳ یہ تینون اعلےٰ درجہ کے بُت ہین اور اُنکی شفاعت کی ہر آئینہ امید کیجاتی ہے ۱۲ ۴ غرنوق و غرنیق ایک سفید طیر کا نام ہے اور غرانیق اُسکی جمع ہے کفار جاہلیت باور کرتے تھے کہ یہ تین بلند مرتبہ دیبیان اُنکو اللہ کا مقرب بناتی ہین اور اُنکی شفاعت کرتی ہین اسلیے بمناسبت اس جرثے کے جو بلندی پر اُڑتی ہے اِن دیبیون کو ساتھ لفظ غرانیق کے موسوم کر لیا تھا ۱۲

اُس جلسہ مین ساتھ ان الفاظ کے تکلم کیا تھا۔

بُنیاد مغلطہ یہ ہی کہ جس جلسہ مین سورہ النجم پڑھی گئی اتفاق سے کفار قریش بھی موجود تھے اور چونکہ اُس سورہ کے اخیر مین سجدہ کی آیت موجود تھی اسلیے وقت اُسکے پڑھے جانے کے مسلمانون نے خدا کا سجدہ کیا جنکے ساتھ مشرکین بھی اسلیے سجدہ مین گر پڑے کہ اُنکو باور ہو گیا تھا کہ اس سورہ مین اُنکی دیبیون کی موافق اُنکے خیالات کے تعریف کی گئی ہی حالانکہ ایسی تعریف کی کچھ بھی واقعیت نہین تھی۔ بات یہ ہی کہ ہر چند کفار قریش موقع تلاوت پر موجود تھے لیکن بوجہ مخالفت دینی انکی نشست مسلمانون سے جُدا کسی قدر فاصلہ پر تھی موقع دیکھکے کسی کافر نے دو جملے ہمقافیے بنا لیے اور اپنی جماعت مین اُڑا دیا کہ پیغمبر اسلام نے اِن جملون کے ساتھ تلاوت کی ہی۔ جاہلون مین جو پتھر کی مورت کو متصرف فی العالم باور کرتے تھے یہ سلیقہ کہان تھا کہ سیاق اور سباق کو کلام ربانی کے دیکھتے پھر غیر متوقع مسرت نے ایک طرح کا پردہ انکی رہی سہی عقل پر ڈالا الغرض سبھون نے بلا پس و پیش اپنے مسخرے ساتھی کی یہ بات مان لی کہ درحقیقت سورۂ النجم مین اصنام ثلاثہ کی مداحی ہوئی ہی۔ اگرچہ مسلمان خوب جانتے تھے کہ کافرون نے بغرض اہانت ہمارے نبی کے یہ شہرت دے رکھی ہی لیکن قرین قیاس ہی کہ کچھ روز اُسکا چرچا ہوا کیا اور چند تو خیز مسلمانون نے بھی تاویلین کر کے اس قصۂ باطل کو سچ جان لیا۔ حدیث کی کتابون مین اس قصہ کی تمام روایتین مرسل ہین بقول بزاز اتصال صرف ایک حدیث کا پایا جاتا ہی جسکی استناد ابن عباس کی طرف کی گئی ہی لیکن اس اتصال کی حالت دیکھیے کہ ابن عباس صرف تین سال قبل از ہجرت پیدا ہوئے تھے اور سورہ النجم قبل از ہجرت نازل ہوئی تھی اسلیے

ظاہر ہو کہ وقت نزول اس سورہ کے انکی عمر زیادہ سے زیادہ تین سال رہی ہوگی پس وہ کیونکر شریک جلسہ ہوئے اور واقعات اصلی پر بذات خود اطلاع حاصل کی - فاضل قسطلانی کہتے ہین کہ کثرت طرق سے ثابت ہوتا ہو کہ اس قصہ کی کچھ اصلیت ضرور تھی مجھکو بھی اُنکی رائے سے اتفاق ہو لیکن اصلیت اسی قدر تھی کہ کافرون نے ایک غلط شہرت دے رکھی تھی بعض سیدھے مسلمانون نے بھی دھوکے مین پڑکے اُس شہرت کا اثر قبول کرلیا - جو روایتین کی گئی ہین اُنکے راویون کو بیہقی اور قاضی عیاض نے مطعون کہا ہو اور محمد بن اسحق بن خزیمہ نے تو صاف لکھدیا کہ اس قصہ کو زنادقہ نے بنالیا ہو - عقلاً و نقلاً غیر ممکن تھا کہ شیطان یا اُسکا کوئی ناری اجنٹ اُسطرح کی مداخلت معاملہ تبلیغ مین کرسکتا جسکا اظہار مطعون راویون اور سادہ دل مفسرون نے کیا ہو اور مین امید کرتا ہون کہ ہر انصاف پسند تسلیم کریگا کہ بڑے بڑے مجمع مین مسخرون کو تمسخر کا موقع ملتا ہو اور کبھی وہ لوگ تقریر کرنے والون کی طرف سخیف بیانات کی غلط نسبت کردیتے ہین - امام فخر الدین رازی نے سورۃ الحج کی تفسیر مین منجملہ اور وجوہ کے لکھا ہو کہ کسی کافر نے جسکی تعبیر شیطان کے ساتھ کی گئی ہو اس اضافہ کے ساتھ تکلم کیا تھا اور مصنف مجمع البحرین نے بھی لکھا ہو وَقِیلَ[1] اَنَّ الملقی ذٰلک بعض الکفار فاضیف الی الشیطٰن

بعد صعود مسیح علیہ السلام کے شک نہین کہ حامیان دین مسیحی نے اقطاع عالم مین تعلیم اخلاق کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ پھیلایا لیکن سخت افسوس ہو کہ اُسیکے ساتھ اعتقاد تثلیث نے بھی جو بعد ظہور اس دین کے قرون اولیٰ مین پیدا کرلیا گیا تھا اشاعت پایا اور

---

[1] کہا گیا ہو کہ بعض کافرون نے یہ میل کیا تھا جسکی نسبت طرف شیطان کے کی گئی ہو ۱۲

عقیدۂ توحید کی پامالی حدِ تکمیل کو پہونچگئی۔ خداوند خدا نے چھ سو برس تک انتظار کیا لیکن وہ لوگ اعتقادی لغزش پر اڑے رہے اسلیے ارادہ ازلی آمادہ ہوگیا کہ اپنے اُس اقرار کو جو ابراہیمؑ سے کیا تھا اور موسیٰؑ کی معرفت اُسکی توثیق ہوئی تھی پورا کرے یعنے دفترِ نبوت کو اسمٰعیلؑ کے خاندان مین منتقل کر دے۔ اُن دنون مین کے ایک فرمان روا نے غافل ازین کہ دولت عرب کا نجم اقبال بہت جلد عروج کرنے والا ہی مکہ معظمہ پر اسلیے چڑھائی کی کہ اُس گھر کو جسے خلیل اللہ نے سب سے پہلے خدا کی عبادت کے لیے بنایا تھا ڈھادے مگر اُسکا مطلب حاصل نہین ہوا اور فیل و اصحاب فیل سب کے سب بُری طرح مر مٹے اور بیت اللہ اپنی جگہ پر قائم رہا۔ غالباً اُس گستاخی نے بھی غیرت الٰہی کو جوش دلایا کہ واقعۂ فیل کو پورے دو مہینے نہین گذرے تھے کہ آفتاب رسالت نے مطلع قُدس پر ظہور کیا یعنے محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت نے بنی قیدار بلکہ جملہ اہل عالم کی عزت افزائی کی۔ پورے چالیس برس ہمارے آقاے نعمت دنیا کی رنج و راحت کا تجربہ حاصل کرتے رہے لیکن جب عمر شریف نے اکتالیسوین برس مین قدم رکھا تو اُس مادہ کا نشو شروع ہو چلا جسکو قدرت نے آپ کی فطرت مین ودیعت رکھا تھا۔ روایت کی گئی ہی کہ اُسی سال کے شہر ربیع الاولیٰ مین گوشہ نشینی کی طرف طبیعت مین میلان پیدا ہوا اور راتون مین ایسے رویاے صادقہ سے بہرہ مند ہونے لگی جنکی تعبیرین دن مین مثل سپیدۂ صبح کے ظاہر ہوتی تھیں آنکا

---

[۱] علقمہ بن قیس کہتے ہین کہ جملہ انبیا کی طرف پہلے القا خواب مین اُسکے بعد بیداری مین ہوتا ہی تاکہ رفتہ رفتہ قلب تلقی وحی کی بلا وقت حالت بیداری مین کر سکے ہرگاہ یہ رویاے صادقہ بھی از قسم وحی تھے اسلیے آپ کی نبوت کی ابتدا ماہ ربیع الاول مین شمار کیجاتی ہی سید احمد زینی السیرۃ النبویہ مین لکھتے ہین کہ مدت رویا صرف چھ مہینے رہی اور پھر حالت بیداری مین وحی نازل ہونے لگی ۱۲

ہوتی رہتین آپ نے معمول کرلیا تھا کہ ضروری توشہ ساتھ لیکے جبل حرا کی طرف جو مکہ سے تین میل پر واقع ہو تشریف لیجاتے اور ایک غار مین بیٹھ کے خدا کی یاد اور اُسکی پرستش مین مصروف رہتے۔ انقطاع عن الخلق کی یہ حالت پہونچی کہ کئی دن کے بعد اُس عالم تنہائی سے بغرض اخذ توشہ گھر مین آنے کا اتفاق پڑتا پھر وہین چلے جاتے اور بفراغ خاطر معبود حقیقی سے لو لگاتے منزل مقصود کا یہ پہلا مرحلہ ہمت علیا نے صرف چھ مہینے مین طی کیا پھر ماہ رمضان المبارک مین خدا کا فرشتہ آیا اور اُسنے بالمشافہہ قرآنی آیتون کی تعلیم دی۔ یہ دوسرا مرحلہ سخت تھا مزاج مین ابھی ایسی پختگی جو واسطے اُٹھانے بار رسالت کے کافی ہو نہین آئی تھی فرشتہ کی غیر متوقع آمد نے کلام الٰہی کی جلالت نے اور زیادہ تر اُن مشکلات نے جو ادائے فرض رسالت مین پیش آنیوالے تھے خوف دلایا طرح طرح کے خطرات نے خاطر عاطر کو چند روز پریشان رکھا پھر تو وہ قوت نظری جسکا تذکرہ ہمنے قبل اسکے کیا ہی پورا کام دینے لگی اور تیئیس برس تک مکہ و مدینہ کی مقدس زمین پر وہ انوار برسائے جنکی شعاعین دنیا کو ابتک حسن اخلاق و محاسن تمدن کے ساتھ خداشناسی کا سیدھا راستہ دکھا رہی ہین۔

ہنگام ظہور آیات ربانی آپ کا ڈرجانا اسلیے بھی ضرور تھا کہ توریت شریف مین آپکی تمثیل موسی کلیم اللہ سے دیگئی ہی ہر گاہ وجوہ تمثیل کو ہمنے اپنی کتاب مصباح الکلام فی طریق الاسلام مین مفصل بیان کیا ہی اسلیے اُسکا اعادہ غیر ضروری ہی لیکن اس مقام مین یہ نکتہ شگرف لائق تذکرہ ہی کہ کوہ طور پر جب عصاے موسی نے ثعبانی شکل اختیار کی تو وہ بھی بمعاینہ اُس نشان ربانی کے ڈرے اور پیچھے ہٹے تھے لہذا ابنی قیداری کا بھی بمعاینہ آیت الٰہی کے ڈرجانا

اور جبل حرا سے خوف زدہ گھر کو واپس آنا بغرض تکمیل تمثیل کے ضرور تھا قال اللہ تعالیٰ
وَاَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰى
لَا تَخَفْ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الْمُرْسَلُوْنَ (پارہ ۱۹ - سورہ النمل - رکوع ۱)
ہر چند باشکال ثلاثہ متذکرہ بالا نبی علیہ السلام پر وحی الٰہی کا نازل ہونا علمائے اسلام
نے ظاہر کیا ہے لیکن قرآن پاک کی آیتین صرف بشکل ثالث بوساطت جبریل امین نازل ہوئی
تھین قال اللہ تعالیٰ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (پارہ ۱ - سورۃ البقر رکوع ۱۲)
نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ
عَرَبِىٍّ مُّبِيْنٍ (پارہ ۱۹ - سورۃ الشعرا رکوع ۱۱)
اِن آیتون مین قلب کی تخصیص اسلیے کی گئی کہ یہی مضغۂ گوشت سلطان اعضائے جسمانی
اور محل قیام عقل نورانی کا ہے اور مقصود بیان یہ ہے کہ جو پیام خدا کا فرشتہ لایا اُسکو علاوہ ادائے
رسالت کے اُسنے دلنشین بھی کردیا۔ یون تو اختلاف کا میدان وسیع ہے لیکن جمہور علمائے
معتبر کی یہی رائے ہے کہ جملہ آیات قرآنی خدا کی طرف سے بحالت بیداری نبی علیہ السلام پر

---

۱ اور اپنا عصا نیچے ڈال دو تو جب (موسیٰ نے) دیکھا کہ عصا سانپ کی طرح ہلتا ہے تو پیٹھ پھیر کے بھاگے
اور مڑکے بھی نہین دیکھا (ہمنے کہا) اے موسی مت ڈرو پیغمبر لوگ ہمارے حضور مین ڈرا نہین کرتے ۱۲

۲ کہو جو شخص جبریل کا دشمن ہو (ہوا کرے) اُنھین جبریل نے خدا کے حکم سے تمھارے دلمین وہ کلام ڈالا ہے جو
کلام منزّل سابق کی تصدیق کرتا ہے اور مومنون کو راہ دکھاتا اور خوشخبری سناتا ہے ۱۲

۳ اُتارا ہے اُسکو روح الامین نے سلیس عربی زبان مین تمھارے دلپر تاکہ تم بھی لوگون کو ڈر دلاؤ (عذاب سے) ۱۲

نازل ہوے۔ اس جبریلی القا کی دو صورتین بیان کی گئی ہین۔

ایک یہ کہ فرشتہ کی آمد مثل صلصلۃ الجرس یعنے گھنٹی کی آواز کی طرح محسوس ہوتی پہلے تو اُس آواز سے صاف بات معلوم نہین ہوتی تھی لیکن پھر نبی علیہ السلام پیام الٰہی کو بخوبی سمجھ جاتے تھے۔ اس شکل کے ساتھ آیات وعید و تہدید کا نزول ہوا کرتا اور آپ کو وقت نزول وحی اتنی تکلیف عارض ہوتی کہ چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا دوران سر لاحق ہوتا دندان پیشین مین ٹھنڈک محسوس ہوتی جاڑے کے موسم مین بھی جسد اطہر قطرات عرق سے گوہر افشانی کرتا۔

دوسری صورت یہ تھی کہ جبریل انسانی شکل مین تشریف لاتے اور خدا کا پیام پہونچاتے یہ طریقہ سہولت کا تھا اور نبی علیہ السلام کو بر وقت نازل ہونے وحی کے اُس طرح کی تکلیف جسکا ذکر کیا گیا گوارا کرنی نہین پڑتی۔

فائدہ

مانوس طریقہ گفتگو کا یہی ہی کہ متکلم اور مخاطب دونون قریب قریب ایک ہی حالت مین ہون چنانچہ واقعات متذکرۂ بالا سے مستنبط ہوتا ہی کہ کبھی نبی علیہ السلام تعلقات جسمانی سے علیحدہ کیے جاتے اور بشکل ملکوتی تجرد کے وحی کا استفادہ فرماتے اور ہر گاہ اس طرح کی قلب ماہیت مین تکلیف کا ہونا ضروری ہی اسلیے آپ کو بھی اُن آلام کا گوارا کرنا پڑتا جنکا تذکرہ حدیث مین ہوا ہی۔ آیات وعید و تہدید مین صفات جلالیہ کا جلوہ دکھایا جاتا اسلیے رسول ضم ابھی گروہ مخاطب کی

جنسیت سے علیحدہ کیے جاتے اور اُسی بے نیازی کی حالت مین خدا ے بے نیاز کا کلام آپ تک پہونچایا جاتا تھا لیکن جب کلام پاک مین صفات جمالیہ پر توفگن ہوتے تو اُسوقت کو امۃً للبشر خود فرشتہ کو انسانی شکل مین ادا ے رسالت کا حکم دیا جاتا اور ہمارے حضور سہولت کے ساتھ پیام کا استفادہ فرماتے تھے۔

سورۃ البقر رکوع ۲۳ مین ارشاد ہوا ہی شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ[1] اور سورۃ القدر مین فرمایا ہی اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ[2] پس حاصل یہ نکلا کہ قرآن کا نزول اُس لیلۃ القدر مین ہوا تھا جو ماہ رمضان مین پڑی تھی اور سوا ے تفاوت تعبیر کے کوئی اختلاف واقعی درمیان دونون آیتون کے نہین ہی قال اللہ تعالیٰ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا[3] (پارہ ۱۵ - سورہ بنی اسرائیل - رکوع ۱۲)

ہر گا لفظ قرآن پورے مجموعہ پر حاوی ہی مگر وہ درحقیقت ٹکڑے ٹکڑے کر کے نبی علیہ السلام پر نازل ہوا اسلیے واسطے تطبیق آیات قرآنی کے خیالات مین جنبش پیدا ہوئی اکثر علما بسند روایت ابن عباس کے کہتے ہین کہ پورا قرآن ماہ رمضان کی لیلۃ القدر مین آسمان دنیا پر نازل ہوا اور ایک گھر مین جو بیت العزت کے ساتھ موسوم ہی رکھا گیا اور وہان سے اُسکے اجزا نبی علیہ السلام پر نازل ہوا کیے چنانچہ دو آیت مقدمۃ الذکر مین تنزیل آسمانی کا اور تیسری آیت مین تنزیل ارضی کا بیان ہوا ہی اس تقریر مین دو تنزیل کا اقرار اس توجیہ سے کیا جاتا ہی کہ خدا کو بذریعہ تکرار تنزیل کے

---

[1] ماہ رمضان وہ ہی جسمین قرآن اُتارا گیا ۱۲

[2] ہمنے قرآن کو لیلۃ القدر مین اُتارا ۱۲

[3] قرآن کو ہمنے تھوڑا تھوڑا رفتہ رفتہ کر کے اُتارا ہی تاکہ تم مہلت کے ساتھ لوگون کو پڑھ کے سناؤ ۱۲

قرآن کا اور نبی آخر الزمان کا اعزاز بڑھانا مقصود تھا شعبی نے یہ رائے ظاہر کی ہی کہ ہر سہ آیات
مین ایک ہی تنزیل کا ذکر ہی لیکن دو پہلی آیتون مین قرآن سے مراد جزو قرآن لیا گیا ہی اور
چونکہ تنزیل کی ابتدا ماہ رمضان کی لیلۃ القدر مین ہوئی تھی اسلیے بلحاظ شرافت اُسی رمضان
اور لیلۃ القدر کا ذکر قرآن مین ہوا ہی جسمین سلسلہ تنزیل شروع ہوا تھا اس پچھلی رائے مین امام رازی
یہ نقص پیدا کرتے ہین کہ قرآن کے معنی مجازی یعنے اُسکے ایک جزو کے لینے پڑتے ہین مین کہتا ہون
کہ اِسطرح کا مجازی استعمال تو قرآن مین دائر و سائر ہی اسلیے اُسکا مراد لینا دلیل منقصت نہین
ہی بلکہ اس رائے مین یہ خوبی ہی کہ تکرار تنزیل کے اعتقاد کی اور اُسکے مصالح کے بیان کی دقت
اُٹھانی نہین پڑتی ہان اس رائے کی صحت کے لیے یہ بھی تسلیم کرنا چاہیے[له] کہ اقرأ کی آیتین سب سے
پہلے رات کے وقت اُتری تھین جسکے لیے سوائے اس آیہ کے کوئی دوسری سند نہین ملتی۔

نص صریح سے ثابت ہی کہ قرآن کی تنزیل بوساطت جبریل امین کے ہوئی ہی لیکن
امام رازی تحریر فرماتے ہین کہ کسی دلیل سے اس بحث کی یکسوئی نہین ہوئی کہ جبریل نے کلام
منزل کو بلا واسطہ خدا سے سُنا یا درمیان مین اور فرشتے بھی متوسط تھے اور پھر اگر واسطہ کا
وجود تھا تو اُسکی کیا تعداد تھی۔ مین کہتا ہون کہ ظاہر الفاظ قرآن سے تو یہی قیاس پیدا ہوتا
ہی کہ کوئی واسطہ درمیانی نہ تھا کیونکہ خدا نے جبریل کو امین کے لقب سے یاد کیا اور یہ بھی صراحت
کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اُنھون نے میرے حکم سے خدمت تنزیل کو انجام دیا ہی یہ بیانات اسی

له کبھی تعبیر مین لیل کے دن بھی داخل سمجھا جاتا ہی چنانچہ جب کوئی شخص دو لیل کے اعتکاف کی نذر کرے تو اُسپر دو یوم کا اعتکاف لازم ہی
شعبی نے بہ تفسیر لیلۃ القدر دن کو رات کے تابع ظاہر کیا ہی پس اُنکو کوئی ضرورت نہین ہی کہ ابتدائے نزول کی ساعت مسعود رات مین ثابت کرین ۱۲

اظہار کے لیے ہوئے ہین کہ ادا ے رسالت مین کسی قسم کی تحریف نہوئی اور نہ اُسکی گنجائیش تھی
لیکن بصورت وجود دیگر وسائط کے یہ تقریر ناتمام رہتی ہی پس اگر درحقیقت کوئی فرشتہ درمیان
جبریل اور خدا کے متوسط ہوتا توضرور تھا کہ اُسکی امانت اور صداقت کا بھی ذکر واسطے تکمیل
حجت کے اِن مواقع مین کیا جاتا۔

شیعہ اثنا عشریہ کا یہ اعتقاد ہی کہ اسرافیل کے سامنے ایک تختی رکھی ہوئی ہی جب خدا تکلم
بالوحی کا ارادہ کرتا ہی تو وہ تختی اُنکی پیشانی کو ٹھکرا دیتی ہی وہ ہوشیار ہو کے اُسکو دیکھتے اور پڑھتے ہین
اور پھر القاے وحی کا طرف میکائیل کے اور میکائیل طرف جبریل کے اور جبریل طرف انبیاے
علیہم السلام کے کرتے ہین (مجمع البحرین نقلاً عن الصدوق) غالباً اس تختی اور اس سلسلہ کی
بنیاد کسی حدیث سے معلوم ہوئی ہو گی جو اُن لوگون کے نزدیک درجۂ ثبوت کو پہونچی ہی۔

حدیقہ (۲)

تحقیق مین لفظ و معنی قرآن اور تسمیہ کلام پاک کے

بہ لحاظ اپنے صفات کمالیہ کے قرآن پاک سیکڑون نام اور لقب سے نامزد کیا جا سکتا ہی چنانچہ
ایک محقق نے اُسکے پچپن نام ایسے اخذ کیے ہین جنکے ساتھ خود خداوند عالم نے اس مجموعۂ
مقدس کی تعبیر فرمائی ہی اُن سب مین زیادہ مشہور وہی قرآن[1] کا پیارا لفظ ہی جسکو عام و خاص
بطور علم کے استعمال کرتے ہین۔ اختلاف آرا فطرت انسانی کے خواص سے ہی جسکی جھلک

[1] آخر مین سورۃ الحجر کے قرآن کا اطلاق کتب متقدمہ پر بھی ہوا ہی ۱۲

اس نام پاک اور اُسکی اصلیت کی قرارداد مین بھی نظر آتی ہی۔

یہ لفظ کلام مجید مین متعدد جگہہ آیا ہی اور زیادہ مشہور قرأتون مین ساتھ ہمزہ کے پڑھا جاتا ہی لیکن ابن کثیر قاری نے اُسکو بلا ہمزہ پڑھا اور امام شافعی نے اُنکی قرأت کی تائید کی ہی۔ جو فرقہ بلا ہمزہ پڑھتا ہی اُسمین ایک گروہ کی یہ راے ہی کہ مثل توارات و انجیل کے یہ بھی سب سے پچھلی کتاب آسمانی کا علم ذات ہی اور علم کے لیے ضروری نہین ہی کہ کسی بامعنی لفظ سے عاریت لیا گیا ہو یا یہ کہ اُسکے واسطے کوئی لغوی مخرج بتایا جائے دوسرا گروہ کہتا ہی کہ جملہ قرأت الشئی بالشئی ایسے موقع پر بولا جاتا ہی جبکہ ایک چیز دوسرے سے ملی ہو اور ہرگاہ قرآن کی آیتین اور اُسکی سورتین ایک دوسرے کے ساتھ ملحق ہین اسیلیے بمناسبت انضمام لفظ قِران کے مادہ سے قُران کا نام اخذ کیا گیا ہی مگر **فرا**ر نے اسکا مخرج لفظ قرائن کو قرار دیا اور وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہی کہ آیات قرآنی ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہین اور باہم اُن کے مشابہت بھی موجود ہی۔

جو فرقہ اِس لفظ کو باہمزہ پڑھتا ہی اُسنے بھی مخرج کے قرار دینے مین اختلاف کیا ہی بعض کہتے ہین کہ وہ قَرأتُ کا مصدر ہی اور **زجاج** کی یہ راے ہی کہ وہ بمعنی صفت لفظ القرء سے نکالا گیا ہی جسکے معنی جمع کے ہین عرب کہتا ہی قَرَأتُ المَآءَ فِی الحَوضِ جمع کیا مین نے پانی کو حوض مین اور ہرگاہ آیات قرآنی مجموع اور اکٹھا ہین اسیلیے یہ لفظ واسطے تسمیہ کے اختیار کیا گیا ہی۔

یہ مشہور عالم لُغات عرب کا تسلیم کرتا ہی کہ اس لفظ سے کبھی ہمزہ بغرض تخفیف حذف

کیا جاتا اور اُسکی حرکت ساکن ماقبل کو دے دیجاتی ہی لیکن اصل لفظ کو بے ہمزہ سمجھ لینا خطا ہی
فاضل سیوطی نے اُس رائے کو ترجیح دی ہی جسکی تائید امام شافعی نے فرمائی ہی یعنی یہ کہ لفظ قرآن
جامد غیر مہموز ہی لیکن وہ اپنی کتاب لاجواب الاتقان فی علوم القرآن مین کوئی دلیل ترجیح تحریر
نہین فرماتے اور میرا یہ خیال ہی کہ قرأت ستہ سے عدول کر کے اصلیت کو اس لفظ کے بلا ہمزہ کہنا
اور باوجود گنجایش کے تسمیہ کو بلا وجہ قرار دینا محض ترجیح بلا مرجح نہین بلکہ از قبیل ترجیح مرجوح
کے ہی پس زیادہ تر قرین قیاس اور قابل قبول وہی رائے ہی جسکو زجاج نے ظاہر کیا اور جسکی
بدولت جملہ قرأتون کی تصحیح بھی بآسانی ہوتی ہی۔

امام ابوبکر محمد بن عزیز سجستانی نزہتہ القلوب مین تحریر فرماتے ہین کہ لفظ قُرآن مصدر
ہی جسکے ساتھ خاص کر خدا کی کتاب موسوم کی گئی ہی اور جائز نہین کہ کوئی دوسری کتاب اُسکے
ساتھ نامزد کیجائے ہان کبھی اس لفظ کا استعمال اصل معنی مصدری مین کیا جاتا ہی اور کہتے ہین
فُلَانٌ یَقرءُ قُرْاٰنًا حَسَنًا یعنے فلان شخص اچھی قرأت کرتا ہی اور کبھی خود اُس چیز کو جو پڑھی جاے
قرآن کہتے ہین یعنے مصدر بمعنی مفعول مستعمل ہوتا ہی کما قال اللہ تعالیٰ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ
(جو چیز پڑھی جاتی ہی نماز فجر مین)

ایک نام اس کتاب پاک کا مصحف بھی ہی اور روایت کیجاتی ہی کہ جب خلیفہ اول
کے عہد مین قرآن بشکل کتاب جمع کیا گیا اُسوقت جیسا کہ معمول ہی اُسکے نام کی بھی جستجو پیدا ہوئی
اور آخر کار حسب تجویز ابن مسعود کے مصحف نام رکھا گیا بنیاد اس تجویز کی یہ تھی کہ ابن مسعود
نے ملک حبش مین ایک کتاب دیکھی تھی جسکو وہان رہنے والے مصحف کہتے تھے اور یہ نام اُنکو

پسند آگیا تھا۔ زبان عرب مین صحیفہ کا لفظ نامہ کے معنے مین مستعمل ہی اور مصحف (بصیغہ) مفعول ماخوذ ہی صحف سے (جمعت فیہ الصحف) یعنے جمع کیے گئے اُسمین صحیفے اور ہرگاہ قرآن اوپر پیامہاے باری تعالی کے مشتمل ہی اسلیے اُسکو مجموعۂ صحائف کہنا درحقیقت بہت مناسب تھا مصحف کا لفظ دراصل بضم میم ہی اور اسی اصلی حلیہ کے ساتھ اُسکا تلفظ ان دنون مشہور ہی لیکن بکسر میم بھی اس لفظ کا استعمال جائز ہی چنانچہ فراء نے کہا ہی کہ کبھی عرب کو ضمہ ثقیل معلوم ہوتا ہی اور میم کو جو شروع کلمہ مین پایا جائے کسرہ دے دیتے ہین کما فی المصحف والمغزل

حدیقہ (۳)

تحقیق مین لفظ و معنی سورہ و تسمیہ سورتون کے

سورہ کے لفظ کو بھی بعضون نے ساتھ ہمزہ کے اور بعض نے بلا ہمزہ پڑھا ہی اور اصطلاحی معنے یہ بیان کیے گئے ہین کہ وہ ایسا ٹکڑا کلام باری تعالی کا ہی جسکو نبی علیہ السلام نے کسی خاص نام سے نامزد فرمایا ہو مگر میرے خیال مین زیادہ واضح اور محفوظ تعریف یون کیجا سکتی ہی کہ وہ ایسا جزو قرآن کا ہی جسکو نبی کریم نے بہ تعلیم الٰہی سورہ قرار دیا ہو۔ تعریف سے معرف کے پہچاننے کا کام لیا جاتا ہی اگلون نے تعیین سورہ مین اُسکی تعریف سے جو کام لیا اور جو کچھ دقتین اُٹھائی ہون لیکن پچھلی امت کو تو ان لوگون نے ہر طرح کی مشکلات سے سبکدوش کر دیا اور پھر چھاپے کی صناعت نے بذریعہ کثرت اشاعت قرآنی اور بھی سہولتین پیدا کین اب اسلامی دنیا مین لاکھون بلکہ کرورون جلدین قرآن کی موجود ہین اور اُسکے جس ٹکڑے کے شروع مین بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحریر ہی اُسکو ہم ایک جداگانہ سورت سمجھ لیتے ہین ہان سورہ براۃ کی شکل خاص ہی اور اُسکے
پہلے بسم اللہ لکھنے کا معمول نہین ہی۔ آیات براۃ کی بابت خود حضرت عثمانؓ سے استفسار کیا گیا
اور سلسلۂ جواب مین اُنھون نے بیان کیا کہ زمانۂ سرورِ کائنات مین جب آیات قرآنی کا نزول
ہوتا تو معمولاً نبی علیہ السلام کسی کاتب وحی کو طلب کرکے ارشاد فرماتے کہ ان آیات کو فلان
سورہ مین تحریر کرے مگر آیات براۃ آخر زمانے مین نازل ہوئے اور ہمین نے بوجہ مشابہت بیان
کے قیاس کر لیا تھا کہ یہ آیتین سورہ الانفال کے متعلق ہین چونکہ خود رسول اللہ کو قبل از وفات
تصریح کا موقع نہین ملا اسلیے ہنگام ترتیب قرآن آیات براۃ سورۃ الانفال کے نیچے لکھی گئے
اور تحریر سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے جو نشان جدائی سورہ کی ہی احتراز کیا گیا خلاصہ یہ ہی کہ بوجہ
نہ موجود ہونے کسی صریح ارشاد نبوی کے صحابۂ کرام کو رتبۂ یقین کا حاصل نہین ہوا کہ سورۂ براۃ
درحقیقت کوئی جداگانہ مستقل سورت ہے یا یہ آیتین کسی دوسری سورت کی ضمیمہ ہین اور ہرچند
موافق قیاس حضرت عثمانؓ کے یہ آیتین سورۃ الانفال کے ذیل مین تحریر ہوئین
لیکن پھر بھی یہ اشتباہ قائم رہا کہ وہ اپنے ٹھیک موقع پر لکھی گئی ہین یا نہین الغرض یہ ایک سو
اُنتیس آیتین مجموعہ مرتبہ کے پارہ دس اور گیارہ مین زیر آیات سورۃ الانفال نامزد سورۃ التوبہ
تحریر ہوتی ہین مگر اب تک بذریعہ ترک بسم اللہ اُس شبہ کا اظہار کیا جاتا ہی جسکا تذکرہ کیا گیا۔
لفظ سورہ کا کیا لغوی ماخذ ہی اسمین بھی بہت اختلاف ہی اور مین اُنمین صرف چند اقوال کا
تذکرہ کرتا ہون جو زیادہ دلچسپ معلوم ہوتے ہین۔ عرب کہتا ہی اسارت اے افضلت
من السود یہ جملہ اُس مقام پر بولا جاتا ہی جبکہ پیالے مین کوئی جزو شی مشروب کا باقی

...جوڑا جاتا ہی الغرض سور کے حاصل معنی جزو کے قرار دیے گئے اور پھر یہ لفظ واسطے تسمیہ اجزا کے کلام
...ری تعالی کے منتخب کیا گیا۔ اس ماخذ کی تائید وہ فرقہ کرتا ہی جو لفظ سورہ کو ساتھ ہمزہ کے
...ھتا ہی لیکن جو لوگ اُسکو بے ہمزہ واو کے ساتھ پڑھتے ہین وہ لفظ سور کو جیسا کہ کلمات
...سور الدّار سور البلد مین زیر استعمال ہی ماخذ قرار دیتے ہین اور وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے
...ین کہ جسطرح گھر یا شہر کا احاطہ اُسکے اجزا پر بشکل جامع اور مانع حاوی ہی اُسیطرح سورہ بھی
...ن جملہ آیات پر حاوی ہی جو اُسکے اندر واقع ہین مگر بعض کہتے ہین کہ سورہ کے معنے مکان
...ند کے ہین جیسا کہ اس شعر مین۔

...مْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَعْطَاکَ سُوْرَۃً　　　　یُرٰی کُلُّ مَلِکٍ دُوْنَھَا یَتَذَبْذَبُ

...ر قرآن کی سورتین بوجہ اپنی رفعت شان کے سورہ کہی جاتی ہین۔

اکثر سورتون کے ایک ہی نام ہین اور بعضون کے متعدد نام احادیث اور آثار
...ن ملتے ہین اِن سب نامون کی یا تو کوئی وجہ تسمیہ خود متن سورہ مین موجود ہی یا یہ کہ سورتون
...صفات خواہ اُنکے منافع بنیاد تسمیہ قرار دیے گئے ہین جیسا کہ سورۃ الملک کو اسلیے کہ
...ہ اپنے قاریون کو عرصہ محشر کے مخمصون سے نجات دلانیوالی ہی سورۃ المُنْجِیَۃ اور سورۃ
...الاخلاص کو اسلیے کہ وہ عقائد اسلامی کی مضبوط کرنے والی ہی سورۃ الاساس کہتے
...ن سب جانتے ہین کہ تسمیہ کے لیے خفیف مناسبت کافی سمجھی جاتی ہی اور پھر اُس مناسبت
...ن یہ قوت نہین ہوتی کہ جن اشیا مین وہ پائی جائے خواہ مخواہ اُن سب کا اُسی نام سے

...ے کیا تو نہین دیکھتا کہ خدا نے تجھکو ایسا مرتبہ عالی عطا کیا ہی کہ اسکے ورے سب بادشاہ ہچکتے ہین ۱۲

موسوم کرنا لازم ہوا اسلیے تمہارے موجودہ مین کسی دانشمند کو موقع بحث و اعتراض کا حاصل نہین ہوسکتا اور واجب طور پر یہ راے بھی ظاہر کیجا سکتی ہی کہ دوراندیشی اور دانشمندی اب کسی مسلمان کو یہ اجازت نہین دیتی کہ اسماے قدیمہ کے علاوہ نئے نئے نام سورتون کے اگرچہ وہ کتنے ہی تعظیمی کیون نہون اخذ کرکے قرآنی سورتون کو موسوم کرے اور اس ذریعہ سے ایک جدید شورش کا پیدا کرنے والا قرار دیا جائے۔

جن سورتون کے متعدد نام ہین اُنمین سورۃ الفاتحہ کا نمبر سب سے بڑھا ہوا ہی چنانچہ فاضل سیوطی نے اُسکے پچیس نام بیان کیے ہین اور یہ بھی لکھا ہی کہ اسماے (محمودہ) کی کثرت اس سورہ کے علوشان پر دال ہی۔ بتائید رفعت شان اس مقدس سورہ کے علماے کرام نے بہت دلیلین تحریر فرمائی ہین مگر مین اس مختصر مین اُنمین سے صرف وجوہ ذیل کا تحریر کرنا کافی خیال کرتا ہون

(۱) سورۃ الحجر پارہ چودہ مین خداوند عالم نے خطاباً النبیہ[۱] ارشاد فرمایا ہی وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ۝ صحیح مسلم اور صحیح بخاری دونون مین روایت کی گئی ہی کہ سبع مثانی سے مراد یہی سورہ فاتحہ ہی پس موقع اظہار منّ واحسان مین جزو قرآن کو جدا اور رتبۃً مقدم بیان کرنا صاف اور صریح نشان اُسکی عظمت و شان کا ہی۔

(۲) حدیثون مین اس سورہ کی تعبیر ساتھ اُمّ القرآن کے ہوئی ہی جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ وہ معدن جواہر اور اصل الاصول تنزیل کی ہی اور یہی وجہ ہی کہ قرآن کا مقدس مجموعہ اسی متبرک سورہ سے شروع ہوا ہی۔

---

[۱] ہمنے دی ہین تم کو سات آیتین مثانی کی اور قرآن عظیم ۱۲

(۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلے اللہ علیہ وسلم لَاصَلٰوۃَ[۱] لِمَنْ لَمْ یَقْرَءْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ (متفق علیہ
اکابر فقہاے اسلام ہر نماز مین فرض ہو یا واجب سنت ہو یا نفل قرأت سورہ فاتحہ کو واجب قرار
دیتے ہین اور صرف ایک مرتبہ نہین بلکہ متعدد رکعتون مین وجوب قرأت سورہ فاتحہ کے قائل ہین
چنانچہ اسی تکرار کی بنیاد پر سورہ فاتحہ کی سات آیتین السبع المثانی[۲] کہی جاتی ہین۔ اگر ہم
سورۃ التوبۃ کو سورۃ الانفال سے جدا ایک مستقل سورہ تسلیم کرین تو قرآن پاک مین
ایک سو چودہ سورتین موجود ہین جنمین سب سے بڑی باعتبار کثرت الفاظ وحروف کے سورۃ البقرہ
اور سب سے چھوٹی سورۃ الکوثر ہے اور اگر سورۃ التوبۃ ضمیمہ سورۃ الانفال
کی سمجھی جائے تو تعداد سورتون کی صرف ایک سو تیرہ رہجائیگی۔ عبداللہ بن مسعود اور
ابی بن کعب سورتون کے شمار کو گھٹاتے یا بڑھاتے تھے لیکن اُنکے خیالات کی تردید جمہور
صحابہ کے اتفاق سے ہوچکی اور مین آیندہ تذکرہ مین جمع قرآن کے ان بزرگون کے خیالات
کو ساتھ تردید بنیاد کے تحریر کرونگا۔ باستثناے سورۃ التوبۃ جسکی خاص حالت قبل
اسکے بیان کی گئی آیات ذیل سے پتہ ملتا ہے کہ زمانہ تنزیل مین ان سب سورتون کا تعین
ہوچکا تھا کیونکہ بدون ایسے تعین کے یہ کہنا کہ منکرین ایک یا چند سورتین مماثل تائید اپنے
انکار کے پیش کرین بے معنی تھا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِنْ[۳] کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی
عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ وَادْعُوْا شُھَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○

---

۱ نماز نہین اُسکی جسنے نہ پڑھی سورہ فاتحہ ۱۲

۲ مثنے کے معنے ہین دو دو اور مثانی اُسکی جمع ہے اس موقع مین لفظ مثانی سے محض تکرار قرأت مراد ہے ۱۲

۳ اور اگر تمکو اُس کلام مین شک ہو جسکو ہمنے اپنے بندے پر اُتارا ہے تو لاؤ ایک سورہ اُسی قسم کی اور بلاؤ اپنے معبودون کو سوا اللہ کے اگر تم سچے ہو ۱۲

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ[۱] (پارہ۔ اسورۃ البقرہ رکوع ۳)

وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (پارہ ۱۲ سورہ ہود رکوع ۲)

حدیقہ (۴)

تحقیق مین لفظ و معنی آیہ اور اُسکی قرارداد اور شمار کے

آیہ کا لفظ اصل مین آوَیَۃٌ بتحریک واو کے تھا پھر واو الف کے ساتھ بدلا گیا جمع اُسکی آیا اور آئٌ اور آیاتٌ آتی ہی لیکن لفظ آیات زیادہ تر زیر استعمال ہی اور قرآن مین بھی اُسی کا استعمال ہوا ہی۔ آیہ کے لغوی معنے علامت اور نشان کے ہین اور عرف مین قاریون کے یہ لفظ اُس جملہ پر قرآن کے بولا جاتا ہی جو اپنے ماقبل اور مابعد سے جدا ہو چنانچہ ان دونون ○ کا نشان بمعنی لغوی آیہ کہا جاتا ہی کیونکہ وہ علامت اس امر کی ہی کہ جملہ قرآنی ختم ہوگیا اور خود جملہ کو عرفاً آیہ کے ساتھ اس مناسبت سے تعبیر کرتے ہین کہ وہ نشان صدق رسالت کا ہی یا یہ کہ علامت اختتام جملہ کی اُسکے امتیاز کے واسطے استعمال کیگئی ہی۔ جملہ کا لفظ جو تعریف مین آیہ کے استعمال کیا گیا اُس سے مراد نحویون کا جملہ نہین بلکہ وہ کلام الٰہی[۲] مراد ہی جسکے انقطاع کا تعین بذریعہ وقوف یا کسی اشارہ خواہ صراحت کے نبی علیہ السلام نے فرمایا[۱۲]

---

[۱] کیا کہتے ہین (کفار) کہ اپنی طرف سے بنا لایا ہی تو کہ کہ تم دس سورتین ایسی ہی بنا لاؤ اور پکارو (مدد کے لیے) جسکو سواے اللہ کے پکار سکتے ہو اگر ہو تم سچے ۱۲

[۲] قرآن کی کوئی آیت چھ حرف سے کم نہین ہی لفظاً نہی تو تقدیراً یہ شمار پورا ہوجاتا ہی چنانچہ لم یلد کی آیت مین صرف پانچ حرف ہین لیکن ایک حرف تقدیری ہی کیونکہ اصل اُسکی لم یولد تھی واو بقاعدہ صرفی گر گیا ۱۲

چنانچہ اسی [illegible] سے ہم کبھی ایک آیہ کو بلحاظ ضوابط نحوی متعدد جملون پر تقسیم کرسکتے ہین صاحب اتقان بحوالہ قول ابن الانباری تحریر کرتے ہین کہ بروقت نزول قرآن جبریل امین نبی علیہ السلام کو موقع آیت پر وقوف کی ہدایت کرتے تھے جسکا حاصل یہ نکلا کہ آیتون کا تعین وحی منزل کے ساتھ بحکم الٰہی ہوا ہی۔ قرآن مین تقریبًا ہر آیہ کا آخر لفظ دوسری کسی آیہ واقع سورہ مذکورہ کے آخر لفظ کا متماثل یا متقارب[1] الفواصل پایا جاتا ہی اور ظاہر ہوتا ہی کہ لغرض حسن کلام قرآنی جملون مین اسطرح کی مناسبت مرعی رہی اسلیے ہر وقف تام پر مدار خاتمہ آیت کا رکھا نہین گیا۔ ہم نے حدیقہ مسبوق الذکر مین ثابت کیا ہی کہ سورتون کا تعین بزمانہ تنزیل ہوا تھا اور ہر گاہ سورہ ایک مجموعہ آیتون کا ہی اسلیے جیسا کہ انسانی کالبد کا بغیر ترکیب اعضا کے کھڑا ہوجانا غیر ممکن ہی اسیطرح غیر ممکن تھا کہ بلا ترتیب آیات کے قرآن پاک کی فصیح و بلیغ سورتین معین کردی جاتین پس یہ خیال صراحۃً و بداہۃً غلط ہی کہ بحیات سرور کائنات آیتون کی ترتیب نہین ہوئی تھی آپ کی رحلت کے بعد دوسرون نے ترتیب دی اسلیے چند مقاصد الٰہی حلقہ خفا مین آگئے یا یہ کہ نامحمود ترتیب کی بدولت کم و بیش اصل مقصود بدل گیا ہان یہ دوسری بات ہی کہ تسلیم کرلیا جاے کہ آیتین مرتب اور سورتین معین تھین اور پھر یون کہا جاے کہ جب کتابی ترتیب کا وقت آیا تو مولفون نے آیات کی ترتیب کو بگاڑا اور وہ خرابیان پیدا کین جنکا تذکرہ کیا گیا چنانچہ مین آیندہ ثابت کرون گا کہ ایسا خیال بھی غلط اور ایک طرح کا سفسطہ ہی

اس خصوص مین کہ قرآن کی آیتین چھ ہزار سے کم نہین ہین امت محمدیہ کو اتفاق ہی

---

[1] جیسا کہ سورۃ القارعہ کی تیسری آیت لفظ مبثوث پر اور چوتھی لفظ منفوش پر ختم ہوئی ہی ۱۲

لیکن بعضون نے بیان کیا ہی کہ شمار آیتون کا اس تعداد سے نہین بڑھا اور بروایت ابن عطا عبداللہ بن عباس کا یہ قول ہی کہ چھ سو سولہ آیتین چھ ہزار سے زیادہ ہین اور دوسرون نے حسب ذیل آیتون کے شمار کو ظاہر کیا ہی۔

چھ ہزار دو سو چار	چھ ہزار دو سو چودہ	چھ ہزار دو سو اُنیس	چھ ہزار دو سو پچیس	چھ ہزار دو سو چھتیس
۶۲۰۴	۶۲۱۴	۶۲۱۹	۶۲۲۵	۶۲۳۶

یہ تو خلاصہ بیان مصنف الاتقان فی علوم القرآن کا ہی اور بستان ابو اللیث سمرقندی مین اختلاف شمار آیتون کی تفصیل حسب ذیل بیان کی گئی ہی۔

آیات مکی یعنی حسب شمار علمائے مکہ معظمہ کے	آیات عراقی	آیات بصری	آیات کوفی	آیات شامی	آیات عامہ
۶۲۱۲	۶۲۱۴	۶۲۱۶	۶۲۳۶	۶۲۵۰	۶۶۶۶

صاحب منار الہدی آیتون کی تفصیل حسب ذیل تحریر فرماتے ہین۔

مدنی حسب شمار اول	مدنی حسب شمار ثانی	کوفی	بصری	مکی
۶۲۱۷	۶۲۱۴	۶۲۳۶	۶۲۰۴	۶۲۱۹

اِس اختلاف کا یہ نتیجہ نہین ہی کہ بعض شمار کرنے والے عبارت قرآنی مین اضافہ اور بعض اُسمین کمی کا اظہار کرتے ہین بلکہ درحقیقت وقوف نبوی کے تعین مین جسپر مدار شمار آیات کا ہی اختلاف پیدا ہوگیا ہی کوئی فرقہ ایسے وقوف کا شمار موافق اُس روایت کے جو اُس تک پہونچی زیادہ بیان کرتا ہی اور کوئی کم جو لوگ کمی کا اظہار کرتے ہین وہ متعدد آیتون کو ایک آیت شمار کرتے ہین اسلیے گوشوارہ پر میزان آیتون کی کم ہوجاتی ہی۔ صاحب منار الہدی لکھتے ہین کہ عبداللہ بن عمرؓ و عبداللہ بن عباسؓ

وانس بن مالک رضو عائشہ رض چار صحابیون نے آیتون کا شمار کیا تھا اور مصنف اتقان کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہی کہ علی وابوالدردا رض وغیرہ صحابیون نے بھی اس طرف توجہ مبذول کی تھی۔ انھین شمار کرنے والے اصحاب سے تابعین نے تعداد آیات کی روایت کی ہی لیکن ان روایتون مین بھی اختلاف پڑ گیا ہی۔

حدیقہ (۵)

بیان مین شمار آیات و کلمات و حروف و حرکات و رکوع کے

اسطرح کے شمار مین بعض فدائیان قرآن کو دلچسپی رہی اور بعضون نے اُسکو لاطائل اور فضول سمجھا یہانتک کہ کہا گیا کہ لوگ آیتون کا شمار محض اپنی گرم بازاری کے لیے کرتے ہین فاضل سیوطی شمار آیات کو تو مفید کہتے ہین لیکن انکو بھی شمار کلمات اور حروف کے غیر مفید ہونے پر اصرار ہی مین کہتا ہون کہ انسان کو ادائے محبوب کا ہر ایک تذکرہ مرغوب ہوتا ہی اسلیے اگر اس قسم کے شمار سے ہم کوئی نتیجہ مؤثر نہین نکال سکتے تو بھی یہ فائدہ کیا کم ہی کہ اُسکے علم سے رباب شوق کے دل کو فرحت اور اصحاب ذوق کی طبیعت کو سرور حاصل ہوتا ہی حروف و کلمات کے شمار کرنے مین بھی شمار کرنے والون نے اختلاف کیا ہی جسکی وجہ یہ ہی کہ کسی نے کلمہ حقیقی مراد لیا سی نے مجازی کسی نے حروف مکتوبی کا لحاظ رکھا کسی نے ملفوظی کا وغیر ذلک ہم نے بل اسکے حدیقہ (۴) مین شمار آیات کے اختلاف کو مع اسکی وجہ کے مجملاً لکھدیا ہی اب تفصیلی بیان بن اختلاف کا دکھانا اُلجھاؤ سے خالی نہین اسلیے مین صرف بحساب اہل کوفہ جنکی روایت کے

موافق ہندوستان مین قرأت قرآن کیجاتی ہی شمار آیات کو ظاہر کرون گا اور کلمات و حروف کے شمار حسب تحقیق مصنف منار الہدی لکھے جائین گے ہان بعض سورتون[1] مین جہان ایسا شمار مصنف موصوف نے ترک کیا ہی دوسرے رسالون سے مدد لیجائیگی۔

نمبر پارہ	نام سورہ	مکی ہی یا مدنی	آیات	کلمات	حروف	رکوع
۰	الفاتحة	مکیہ ومدنیہ	۷	۲۵	۱۲۳	۱
۱و۲و۳	البقرة	مدنیہ	۲۸۶	۶۱۲۱	۲۵۵۰۰	۴۰
۳و۴	ال عمران	مدنیہ	۲۰۰	۳۴۸۰	۱۴۵۲۰	۲۰
۴و۵و۶	النساء	مدنیہ	۱۷۶	۳۷۴۵	۱۶۰۳۰	۲۴
۶و۷	المائدة	مدنیہ	۱۲۰	۱۸۰۴	۱۱۷۳۳	۱۶
۷و۸	انعام	مکیہ	۱۶۵	۳۰۵۲	۱۲۴۵۲	۲۰
۸و۹	الاعراف	مکیہ	۲۰۶	۳۳۲۵	۱۴۳۱۰	۱۴
۹و۱۰	الانفال	مدنیہ	۷۵	۱۲۳۱	۵۲۹۴	۲۰
۱۰و۱۱	التوبة	مدنیہ	۱۲۹	۲۴۹۷	۱۰۸۳۷	۱۶
۱۱	یونس	مختلف فیہ	۱۰۹	۱۸۳۲	۷۵۶۷	۱۱
۱۱و۱۲	ھود	مکیہ	۱۲۳	۱۹۱۵	۷۵۶۹	۱۰
۱۲و۱۳	یوسف	مکیہ	۱۱۱	۱۷۷۶	۷۱۶۶	۱۲

[1] مصنف منار الہدی نے سورۂ العنکبوت و الذاریات و النازعات نیز سورۂ الفجر سے تا غایت سورۂ الناس شمار حروف اور کلمات کا تحریر نہین فرمایا ۱۲

نمبر پارہ	نام سورہ	مکی ہے یا مدنی	آیات	کلمات	حروف	رکوع
۱۳	الرعد	مختلف فیہ	۴۳	۸۵۵	۳۵۰۶	۶
۱۳	ابراھیم	مکیہ	۵۲	۸۳۱	۳۴۳۰	۷
۱۴	الحجر	مکیہ	۹۹	۶۵۴	۲۷۷۱	۶
۱۴	النحل	مکیہ	۱۲۸	۱۸۴۱	۷۷۰۷	۱۶
۱۵	بنی اسرائیل	مکیہ	۱۱۱	۱۵۳۳	۶۴۶۰	۱۲
۱ و ۱۶	الکھف	مکیہ	۱۱۰	۱۵۷۷	۶۳۶۰	۲۰
۱۰	مریم	مکیہ	۹۸	۹۶۲	۳۸۰۲	۶
۱۰	طٰہٰ	مکیہ	۱۳۵	۱۳۴۱	۵۲۰۲	۸
۱۷	الانبیاء	مکیہ	۱۱۲	۱۱۶۸	۴۸۹۰	۷
۱۷	الحج	مختلف فیہ	۷۸	۱۲۹۱	۵۱۷۵	۱۰
۱۸	المومنون	مکیہ	۱۱۸	۱۸۴۰	۴۸۰۲	۶
۱۸	النور	مدنیہ	۶۴	۱۳۱۶	۵۶۸۰	۹
۱۹ و	الفرقان	مکیہ	۷۷	۸۷۲	۳۷۳۳	۶
۱	الشعراء	مکیہ	۲۲۷	۲۲۹۷	۵۵۴۲	۱۱
۲۰ و	النمل	مکیہ	۹۳	۱۱۴۹	۴۷۹۰	۷
۲	القصص	مکیہ	۸۸	۱۴۴۱	۵۸۰۰	۹

نمبر پارہ	نام سورہ	مکی یا مدنی	آیات	کلمات	حروف	رکوع
۲۰و۲۱	العنکبوت	مکیہ	۶۹	۹۹۰	۴۴۱۰	۷
۲۱	الروم	مکیہ	۶۰	۸۱۹	۳۵۸۴	۶
۲۱	لقمان	مکیہ	۳۴	۵۴۸	۲۱۱۰	۴
〃	السجدہ	مکیہ	۳۰	۳۸۰	۱۵۲۸	۳
۲۱و۲۲	الاحزاب	مکیہ	۷۳	۱۲۸۰	۵۷۹۶	۹
۲۲	السّبا	مکیہ	۵۴	۸۸۰	۳۵۱۲	۶
〃	الفاطر	مکیہ	۴۵	۷۹۷	۳۱۳۰	۵
〃	یٰس	مکیہ	۸۳	۷۲۷	۳۰۲۰	۵
۲۳	الصّافات	مکیہ	۱۸۲	۸۶۰	۳۸۲۶	۵
〃	صٓ	مکیہ	۸۸	۷۸۲	۳۰۶۹	۵
۲۳و۲۴	الزمر	مکیہ	۷۵	۱۱۷۲	۴۷۰۸	۸
۲۴	المؤمن	مکیہ	۸۵	۱۱۹۹	۴۷۶۰	۹
۲۴و۲۵	حم السجدہ	مکیہ	۵۴	۷۹۶	۳۳۵۰	۶
۲۵	الشوریٰ	مکیہ	۵۳	۸۶۶	۳۵۸۸	۵
〃	الزخرف	مکیہ	۸۹	۸۸۳	۳۴۰۰	۷
〃	الدخان	مکیہ	۵۹	۳۴۶	۱۴۴۱	۳

پاره	نام سوره	مکی ہے یا مدنی	آیات	کلمات	حروف	رکوع
۲۵	الجاثیه	مکیه	۳۷	۴۸۸	۲۱۹۱	۴
۲۶	الاحقاف	مکیه	۳۵	۶۴۴	۲۶۰۰	۴
〃	محمدؐ	مدنیه	۳۸	۵۳۹	۲۳۴۹	۴
〃	الفتح	مدنیه	۲۹	۵۶۰	۲۴۸۸	۴
〃	الحجرات	مدنیه	۱۸	۳۴۳	۱۴۷۶	۲
〃	ق	مکیه	۴۵	۳۷۳	۱۴۷۰	۳
〃	الذاریات	مکیه	۶۰	۳۶۰	۱۵۵۹	۳
۲۷	الطور	مکیه	۴۹	۳۱۲	۱۵۰۰	۲
〃	النجم	مکیه	۶۲	۳۶۰	۱۴۰۵	۳
〃	القمر	مکیه	۵۵	۳۴۲	۱۴۲۳	۳
〃	الرحمن	مختلف فیه	۷۸	۳۵۱	۱۶۳۱	۳
〃	الواقعه	مکیه	۹۶	۳۷۸	۱۷۰۳	۳
〃	الحدید	مختلف فیه	۲۹	۵۴۴	۲۴۷۶	۴
۲۸	المجادله	مدنیه	۲۲	۴۷۳	۱۷۷۲	۳
〃	الحشر	مدنیه	۲۴	۴۴۵	۱۹۷۳	۳
〃	الممتحنة	مدنیه	۱۳	۳۴۸	۱۵۱۰	۲

نمبر پارہ	نام سورہ	مکی ہے یا مدنی	آیات	کلمات	حروف	رکوع
۲۸	الصف	مختلف فیہ	۱۴	۲۲۱	۹۲۶	۲
//	الجمعۃ	مدنیہ	۱۱	۱۷۵	۷۴۸	۲
//	المنافقون	مدنیہ	۱۱	۱۸۰	۷۷۶	۲
//	التغابن	مختلف فیہ	۱۸	۲۴۱	۱۰۷	۲
//	الطلاق	مدنیہ	۱۲	۲۴۹	۱۱۶۰	۲
//	التحریم	مدنیہ	۱۲	۲۴۷	۱۱۶۰	۲
۲۹	الملک	مکیہ	۳۰	۳۳۵	۱۳۱۳	۲
//	ن	مکیہ	۵۲	۳۰۰	۱۲۵۶	۲
//	الحاقۃ	مکیہ	۵۲	۲۵۶	۱۴۸۰	۲
//	المعارج	مکیہ	۴۴	۲۱۷	۸۶۱	۲
//	النوح	مکیہ	۲۸	۲۱۴	۹۲۰	۲
//	الجن	مکیہ	۲۸	۲۸۵	۷۵۹	۲
//	المزمل	مکیہ	۲۰	۱۹۹	۸۳۸	۲
//	المدثر	مکیہ	۵۶	۲۵۰	۱۰۱۰	۲
//	القیامہ	مکیہ	۴۰	۱۶۵	۶۵۳	۲
//	الدہر	مختلف فیہ	۳۱	۲۴۲	۱۰۵۴	۲

نمبر پارہ	نام سورہ	مکی ہے یا مدنی	آیات	کلمات	حروف	رکوع
۲۹	المرسلات	مکیہ	۵۰	۱۸۱	۸۲۶	۲
۳۰	النبأ	مکیہ	۴۰	۱۷۳	۷۷۰	۲
〃	النازعات	مکیہ	۴۶	۱۹۹	۷۵۳	۲
〃	عبس	مکیہ	۴۲	۱۳۳	۵۳۰	۱
〃	التکویر	مکیہ	۲۹	۱۰۴	۵۳۳	۱
〃	الانفطار	مکیہ	۱۹	۸۰	۳۲۷	۱
〃	التطفیف	مختلف فیہ	۳۶	۱۹۹	۷۳۰	۱
〃	الانشقاق	مکیہ	۲۵	۱۰۷	۴۳۰	۱
〃	البروج	مکیہ	۲۲	۱۰۹	۴۳۰	۱
〃	الطارق	مکیہ	۱۷	۶۱	۲۳۹	۱
〃	الاعلی	مکیہ	۱۹	۷۲	۲۷۱	۱
〃	الغاشیۃ	مکیہ	۲۶	۹۲	۳۹۱	۱
〃	الفجر	مختلف فیہ	۳۰	۱۳۷	۵۸۵	۱
〃	البلد	مکیہ	۲۰	۸۲	۳۴۷	۱
〃	الشمس	مکیہ	۱۵	۵۶	۲۵۴	۱
〃	اللیل	مختلف فیہ	۲۱	۱۷۱	۳۱۰	۱

نمبر پارہ	نام سورہ	مکی ہے یا مدنی	آیات	کلمات	حروف	رکوع
۳۰	الکافرون	مختلف فیہ	۶	۲۶	۹۹	۱
〃	النصر	مکیہ	۳	۱۹	۸۲	۱
〃	اللھب	مکیہ	۵	۲۴	۸۱	۱
〃	الاخلاص	مختلف فیہ	۴	۱۷	۴۹	۱
〃	الفلق	〃	۵	۲۳	۷۳	۱
〃	الناس	〃	۶	۲۰	۸۱	۱
	میزان		۶۲۳۶	۷۸۳۷۸	۳۲۴۰۶۹	۵۶۶

ابن الضریس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ قرآن مین تین لاکھ تیئیس ہزار چھ سو اکہتر حرف ہین اور عطاء بن یسار نے تین لاکھ تیئیس ہزار پندرہ حروف کی تعداد ظاہر کی ہے ہمنے جو نقشہ شمار حروف کا سورہ وار تحریر کیا اُسمین ابن عباس کے شمار سے صرف تین سو اٹھانوے حروف کی زیادتی ہے اور ہرگاہ چند سورتون کے حروف مصنف منار الہدی نے تحریر نہین کیے تھے اور دیگر رسالجات سے اُنکی تعداد اخذ کی گئی اسلیے مین قیاس کرتا ہون کہ اگر مصنف موصوف اِن سورتون کے حروف تحریر فرماتے تو غالبًا یہ زیادتی بھی نہین پائی جاتی کیونکہ مین دیکھتا ہون کہ دیگر رسائل مین منار الہدی سے شمار حروف کا اکثر زیادہ تحریر ہے۔ کلمات کی بابت بھی اسیطرح کا اختلاف فاضل سیوطی نے نشان دیا ہے اُنکی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مین

ستھتر ہزار کلمات کا وجود بالاتفاق ظاہر ہوتا ہی لیکن اُسپر زیادتی ہین گفتگو ہی بعض نو سو چونتیس بعض چار سو سینتیس اور بعض دو سو ستھتر کی زیادتی کا اظہار کرتے ہین اور بعضون نے کچھ اور بھی کمی و بیشی شمار کی ظاہر کی ہے عطا بن یسار ستھتر ہزار چار سو اتالیس کلمون کے قائل ہین اور ہین نے جس طریقہ پر شمار آیات کو سورہ وار تحریر کیا اُس سے ایک ہزار تین سو اٹھتر کا اضافہ اوپر ستھتر ہزار کے ہو جاتا ہی۔ اختلافات بہت ہین اور موٗلف کے لیے بہت دشوار ہی کہ از سر نو جانچ کے کسی قول کو مرجح بیان کرے بہرحال میرا یہ خیال ہی کہ اعداد مظہرہ کو محض ایک قسم کا تخمینہ باور کرنا چاہیے۔

حدیقہ (۶)

بیان مین اصطلاح مکی و مدنی و باعتبار تنزیل بیان مین ترتیب سورتون کے

اشہر اصطلاح یہ ہی کہ جو سورتین قبل از ہجرت نازل ہوئین اُنکو مدنی کہتے ہین یہ اصطلاح بلحاظ سکونت مستقل نبی علیہ السلام کے قرار دی گئی ہی اسلیے جو سورتین سال فتح خواہ سال حجۃ الوداع مین بمقام مکہ نازل ہوئین وہ بھی مدنی نامزد کی جاتی ہین۔ سفر مین خواہ حوالی مین اِن دونون مقدس شہرون کی جو کچھ نوبت نزول قرآن کی آئی اُسکا کوئی اثر اوپر اطلاق مکی و مدنی کے نہین ہی کیونکہ تعریف مین اعتبار ہجرت کا کیا گیا ہی اور پھر اِن حالات مین بھی حضور کی سکونت مستقل مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ مین تھی۔ اصل بنیاد شناخت مکی و مدنی کی اوپر روایت کے ہی اور قیاساً ایک ذریعہ علم یہ بھی بیان کیا گیا ہی کہ جن سورتون مین خطاب بلفظ مومنون ہوا ہی یا جنمین منافقون کا تذکرہ ہی وہ اکثر

مدنی ہین اور جنمین بعنوان یا ایُّھا النَّاس خواہ یا بنی ادم کے خطاب ہوا ہو وہ اکثر مکی ہین لیکن چونکہ یہ ضابطہ کلیہ نہین بلکہ اکثریہ ہو لہذا روایتون کی طرف رجوع کرنی پڑتی ہو اسی لیے اصل بنیاد علم تنزیل روایت کو سمجھنا چاہیے۔

روایتون مین بھی دربارہ ترتیب تنزیل کے اختلاف ہو اور مین اس مختصر مین صرف اُس ترتیب کو تحریر کرون گا جسکو ابن الضریس[1] نے فضائل قرآن مین ابن عباس سے روایت کی ہو۔ جاننا چاہیے کہ اطلاق مکی و مدنی کا بلحاظ ابتداے نزول سورتون کے ہو کیونکہ بعض سورتون کی چند آیتین بعد ہجرت نازل ہوئین مگر وہ سورتین مکی کہی جاتی ہین۔

نمبر شمار باعتبار تنزیل[2]	نمبر ترتیب عثمانی	نام سورہ	نمبر شمار باعتبار تنزیل	نمبر ترتیب عثمانی	نام سورہ
۱	۹۶	العلق	۸	۹۲	اللیل
۲	۶۸	ن	۹	۸۹	الفجر
۳	۷۳	المزمل	۱۰	۹۳	الضحی
۴	۷۴	المدثر	۱۱	۹۴	الانشراح
۵	۱۱۱	اللھب	۱۲	۱۰۳	والعصر
۶	۸۱	التکویر	۱۳	۱۰۰	والعادیات
۷	۸۷	الاعلی	۱۴	۱۰۸	الکوثر

[1] صفحہ (۲۱) کتاب اتقان مطبوعہ ۱۲۷۱ھ ہجری ۱۲

[2] ابتداے نمبر (۱) لغایت نمبر (۸۵) مکہ مین نازل ہوئین اور باقی مدینہ مین ۱۲

نمبر شمار باعتبار تنزیل	نمبر ترتیب عثمانی	نام سورہ	نمبر شمار باعتبار تنزیل	نمبر ترتیب عثمانی	نام سورہ
۱۵	۱۰۲	التکاثر	۳۱	۱۰۴	الھمزہ
۱۶	۱۰۷	الماعون	۳۲	۷۷	المرسلت
۱۷	۱۰۹	الکافرون	۳۳	۵۰	قٓ
۱۸	۱۰۵	الفیل	۳۴	۹۰	البلد
۱۹	۱۱۳	الفلق	۳۵	۸۶	الطارق
۲۰	۱۱۴	الناس	۳۶	۵۴	القمر
۲۱	۱۱۲	الاخلاق	۳۷	۳۸	ص
۲۲	۵۳	والنجم	۳۸	۷	الاعراف
۲۳	۸۰	عبس	۳۹	۷۲	الجن
۲۴	۹۷	القدر	۴۰	۳۶	یسٓ
۲۵	۹۱	الشمس	۴۱	۲۵	الفرقان
۲۶	۸۵	البروج	۴۲	۳۵	الفاطر
۲۷	۹۵	التین	۴۳	۱۹	مریم
۲۸	۱۰۶	القریش	۴۴	۲۰	طہ
۲۹	۱۰۱	القارعہ	۴۵	۵۶	الواقعہ
۳۰	۷۵	القیامہ	۴۶	۲۶	الشعرا

نمبر شمار باعتبار تنزیل	نمبر ترتیب عثمانی	نام سورہ	نمبر شمار باعتبار تنزیل	نمبر ترتیب عثمانی	نام سورہ
۴۷	۲۷	النمل	۶۳	۴۴	الدخان
۴۸	۲۸	القصص	۶۴	۴۵	الجاثیة
۴۹	۱۷	بنی اسرائیل	۶۵	۴۶	الاحقاف
۵۰	۱۰	یونس	۶۶	۵۱	الذاریات
۵۱	۱۱	ھود	۶۷	۸۸	الغاشیة
۵۲	۱۲	یوسف	۶۸	۱۸	الکھف
۵۳	۱۵	الحجر	۶۹	۱۶	النحل
۵۴	۶	الانعام	۷۰	۷۱	النوح
۵۵	۳۷	الصافات	۷۱	۱۴	ابراھیم
۵۶	۳۱	لقمان	۷۲	۲۱	الانبیاء
۵۷	۳۴	السبا	۷۳	۲۳	المومنون
۵۸	۳۹	الزمر	۷۴	۳۲	السجدہ
۵۹	۴۰	المؤمن	۷۵	۵۲	الطور
۶۰	۴۱	حم السجدہ	۷۶	۶۷	الملک
۶۱	۴۲	الشوریٰ	۷۷	۶۹	الحاقة
۶۲	۴۳	الزخرف	۷۸	۷۰	المعارج

نمبر شمار باعتبار تنزیل	نمبر ترتیب عثمانی	نام سورہ	نمبر شمار باعتبار تنزیل	نمبر ترتیب عثمانی	نام سور
۷۹	۷۸	النبأ	۹۵	۱۳	الرعـ
۸۰	۸۹	النازعات	۹۶	۵۵	الرحمٰ
۸۱	۸۲	الانفطار	۹۷	۷۶	الدهـ
۸۲	۸۴	الانشقاق	۹۸	۶۵	الطلا
۸۳	۳۰	الروم	۹۹	۹۸	البینـ
۸۴	۲۹	العنکبوت	۱۰۰	۵۹	الحشـ
۸۵	۸۳	التطفیف	۱۰۱	۱۱۰	النصـ
۸۶	۲	البقرہ	۱۰۲	۲۴	النور
۸۷	۸	الانفال	۱۰۳	۲۲	الحج
۸۸	۳	اٰل عمران	۱۰۴	۶۳	المنافقـ
۸۹	۳۳	الاحزاب	۱۰۵	۵۸	المجاد
۹۰	۶۰	الممتحنة	۱۰۶	۴۹	الحجرا
۹۱	۴	النساء	۱۰۷	۶۶	التحر
۹۲	۹۹	الزلزال	۱۰۸	۶۲	الجمعـ
۹۳	۵۷	الحدید	۱۰۹	۶۴	التغابـ
۹۴	۴۷	محمّد	۱۱۰	۶۱	الصّفـ

نمبر شمار باعتبار تنزیل	نمبر ترتیب عثمانی	نام سورہ	نمبر شمار باعتبار تنزیل	نمبر ترتیب عثمانی	نام سورہ
۱۱۱	۴۸	الفتح	۱۱۳	۹	التوبۃ
۱۱۲	۵	المائدہ			

ابن الضریس کی روایت مین سورہ فاتحہ کا تذکرہ نہین ہی لیکن صاحب منار الہدی لکھتے ہین کہ بروقت فرض ہونے نماز کے یہ سورہ ایک مرتبہ مکہ مین اور وقت تحویل قبلہ دوسری مرتبہ مدینہ مین نازل ہوئی اکثرون نے اُسکو صرف مکی اور بعضون نے صرف مدنی ظاہر کیا ہی۔

فائدہ

جیسا کہ بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے نزول وحی درحقیقت رویاے صادقہ سے شروع ہوا اور زمانۂ مابعد مین نزول قرآن کی نوبت آئی۔ اس بارے مین اختلاف ہی کہ پہلے کون سورہ نازل ہوئی تھی غالب روایت یہ ہی کہ سورۃ العلق سب سے پہلے نازل ہوئی بعض کہتے ہین کہ المدثر[1] اور اکثر مفسرین کا بیان ہی کہ سورہ فاتحہ سب سورتون سے مقدم بالنزول ہی بعضون نے کہا ہی کہ سب سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا نزول ہوا تھا۔ اس خصوص مین بھی کہ کون سورہ سب سے پیچھے نازل ہوئی روایتون کا اختلاف ہی بعض نے سورہ الفتح کو اور بعض نے سورہ المائدہ کو موخر بالنزول بیان کیا ہی لیکن مشہور یہ ہی کہ سورہ التوبہ سب سے پیچھے نازل ہوئی۔ آیتون کے تقدم و تاخر بالنزول کی

[1] تطبیق یون کیجاتی ہی کہ پوری سورہ المدثر پہلے نازل ہوئی مگر العلق کی چند آیتین اُسکے پہلے نازل ہو چکی تھین ۱۲

بابت بھی بہت اختلافات ہین اور مشکل ہے کہ ان روایات مین صورت تطبیق پیدا کیجائے ۔

حدیقہ (۷)

بیان مین تجزیہ قرآن کے

حدیث

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ القرآن فی کل شھر قال قلت انی اجد قوۃ قال فاقرأہ فی عشرین لیلۃ قلت انی اجد قوۃ قال اقرأہ فی سبع ولا تزد علی ذلک (رواہ مسلم)

عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ کہا انھون نے کہ فرمایا مجھسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ختم کرو قرآن کا ہر مہینے مین مین نے عرض کیا کہ مجھ مین زیادہ قوت ہے ارشاد ہوا کہ بیس دن مین ختم کرو مین نے کہا کہ اس سے زیادہ قوت ہے فرمایا کہ سات دن مین ختم کرو اور اس پر زیادہ نہ کرو۔

ابو داؤد نے بذریعہ مختلف راویون کے چالیس پندرہ اور دس دن مین بھی انھین عبد اللہ ابن عمرو سے ختم قرآن کی روایت کی ہے اور ایک روایت کا تو حاصل یہ ہے کہ تین دن سے کم مین جو شخص قرآن پڑھے وہ مقاصد قرآنی سے بے خبر رہیگا۔

زمانۂ رسالت اور عہد خلفاے راشدین مین تیس پارون کی اصطلاح قرار نہین پائی تھی لیکن روایات متذکرۂ بالا سے پتہ چلتا ہے کہ حضور کے عہد مین بھی یادداشتون مین کتابتہً یا حفظاً پورا قرآن جو نازل ہو چکا تھا محفوظ تھا اور اُسکے تجزیہ کی ضرورت پیش آتی تھی جسکو صحابہ کرام اپنے مذاق اور تخمینہ کے موافق کرلیا کرتے تھے زمانہ مین تابعین کے غالباً بر بنیاد حدیث

متذکرہ بالاموجب شمار کلمات تیس جزو مساوی یا قریب بمساوی علاوہ فاتحہ قرار دیے گئے اور پھر اسی طور پر ہر ایک پارہ کے چار ٹکڑے کیے گئے اکثر مروجہ نسخون مین ربع و نصف وثلث کے حصص باعتبار شمار حروف کے بھی ظاہر کیے گئے ہین۔ ہر گاہ سات دنون مین بھی ایک صورت ختم کی ارشاد ہوئی تھی اسلیے قرآن کے سات حصے بنائے گئے جو حسب ذیل سات منزلون کے ساتھ موسوم ہین۔

منزل اول از سورۂ فاتحہ تا سورۂ مائدہ۔
منزل دوم از سورۂ مائدہ تا سورہ یونس۔
منزل سوم از سورۂ یونس تا سورۂ بنی اسرائیل۔
منزل چہارم از سورۂ بنی اسرائیل تا سورہ الشعرا۔
منزل پنجم از سورۂ الشعرا تا سورۂ والصافات۔
منزل ششم از سورۂ والصافات تا سورۂ ق
منزل ہفتم از سورۂ ق تا آخر۔
یہ منزلین فقرہ فمی بشوق مین محدود ہین جسکے

مطلب یہ رکھے گئے ہین کہ مُنھ میرا مبتلائے شوق قرآن ہو اور ہر حرف سے وہ سورہ مراد لیگئی ہو جس سے منازل سبعہ شروع ہوتے ہین۔ یہ منزلین کلمات اور حروف مین ایک دوسرے کے برابر اسلیے نہین ہین کہ انکی قرارداد مین یہ خیال رکھا گیا تھا کہ کسی منزل مین ایک جزو سورہ کا نہ پڑے۔ روایت کی جاتی ہو کہ امیر المومنین عثمان بن عفان رضؓ معمولاً شب جمعہ کو تلاوت شروع کرتے اور شب پنجشنبہ کو ختم قرآن کرتے تھے کیا عجب ہو کہ منازل سبعہ بتقلید انھین کی تلاوت کے قرار پائے ہون کیونکہ بلحاظ جامع ہونے کے اُنکے عمل کی وقعت امور متعلقہ قرآن مین زیادہ کی جاتی تھی اور دوسری خاص وجہ یہ ہو کہ یہ سب کارروائیان اعراب و تجزیہ و اشاعت عام کی خلفاے بنی امیہ کے عہد مین ہوئین اور وہ لوگ خلیفہ ثالث کے ساتھ خاص طور پر حُسن عقیدہ

رکھتے تھے۔ ظاہر حدیث سے ثابت ہوتا ہی کہ تین روز سے کم مین تلاوت قرآن کا ختم کرنا پسندیدہ نہین ہی اسی لیے ظاہرین عامل بالحدیث زیادتی کو بدعت قرار دیتے ہین اور یہ نہین دیکھتے کہ سلف صالح کا عمل خلاف اُسکے رہا ہی چنانچہ روایت کی جاتی ہی کہ سعید ابن جبیر و مجاہد و امام شافعی وغیرہ رات دن مین ایک ختم قرآن اور سلیم بن عمر قاضی مصر تین ختم کرتے تھے امام ابو حنیفہ مہینہ رمضان مین دو ختم دن مین اور دو رات مین کرتے تھے ابو بکر بن داؤد رات بھر مین چار ختم کر لیا کرتے حیرت انگیز یہ روایت ہی کہ ابن الکاتب ایک بزرگ چار ختم دن مین اور چار ختم رات مین کرتے تھے واللہ اعلم بالصواب الحاصل کچھ شک نہین کہ قرن اول کے بعد کثرت سے تلاوت کا شوق بڑھ گیا تا آنکہ زمانہ موجودہ مین بھی ایک یا چند حافظ بماہ رمضان تراویح مین ختم شبینہ کرتے ہین اور اُنکے پیچھے ایک ایسی جماعت جسنے دن بھر روزہ رکھا کھڑے کھڑے ذوق و شوق کے ساتھ پورا قرآن سنتی ہی۔ سلف صالح کا یہ خیال بہت صحیح تھا کہ قرن اول مین ہرگاہ مطالب قرآن عام طور پر خاطر نشین نہین ہوے تھے اسلیے دس پارون سے زیادہ روزانہ قرأت کی ممانعت تھی لیکن رفتہ رفتہ جب اُسکے مطالب خاطر نشین ہوگئے تو پھر کثرت تلاوت کی وجہ مانع مفقود ہو گئی اور ہر شخص مجاز ہو گیا کہ بقدر اپنی طاقت اور اپنی ادراک کے قرآن کی تلاوت کرے اور باندازہ اپنے حوصلہ کے سرمایہ سعادت اخروی جمع کر لے۔

متاخرین معلمان قرآن نے بغرض سہولت تعلیم اطفال کے تیسوین پارہ کو جو موسوم بہ عم یتساءلون ہی اُلٹ دیا تا کہ چھوٹی سورتین پہلے ہو جائین اور جلد جلد سورتون کے

ختم کرنے مین لڑکون کا حوصلہ ترقی کرے - درحقیقت ترتیب کا اُلٹنا پسندیدہ نہ تھا لیکن ہرگاہ یہ کارروائی ازسرتاپا نیک نیتی پر مبنی تھی اسلیے وہ ایسی مقبول عام ہوئی کہ ظاہر بین اشخاص بھی اُسپر جرح وقدح نہین کرتے -

جہانتک مجھکو موقع زیارت کا بلاد دیگر ولایتون کے چھپے ہوئے نسخون مین تقسیم رکوع کی پابندی نہین ہوئی ہی لیکن ہندوستان مین مدتہاے دراز سے اِسطرح کی پابندی کا وجود ملتا ہی چنانچہ مین نے کوئی نسخہ قلمی خواہ چھاپہ نشانات رکوع سے معرا نہین دیکھا - خان داؤد نے اپنی کتاب تیسیر البیان فی آیات القرآن مین لکھا ہی کہ تعین رکوع مین جابجا ائمہ قرأت کو ایک دوسرے سے اختلاف ہی بہر حال رکوع کا تعین بلحاظ معانی کے ہوا ہی اور اُسکے ایجاد کی غرض یہ ہی کہ رکعت واحد مین مصلیون کو پورے مضمون کے پڑھنے کی ہدایت ہو -

خدا بزرگان سلف کو جزاے خیر دے اُن لوگون نے علاوہ تقسیم متذکرہ بالا کارروائی تخمیس وتعشیر کی بھی کی تھی یعنے پانچ آیتون اور دس آیتون پر نشان لگائے تھے چونکہ سواے حفاظت قرآنی کے اس کارروائی سے کوئی خاص فائدہ نہ تھا اسلیے مصاحف مین عام طور پر تخمیس وتعشیر کی پابندی نہین کیجاتی - بصرہ اور کوفہ کے قاریون کو شمار مین آیات کے اختلاف ہی اسلیے آیتون کے خمسہ وعشرہ بنانے مین بھی اُنکا یہ اختلاف نمایان رہا اور واسطے اظہار ایسے اختلاف کے متاخرین نے علامات ذیل کی ایجاد فرمائی -

علامت	مراد
ھ	خمسہ بہ اتفاق اہل کوفہ وبصرہ خواہ موافق شمار اہل کوفہ کے -

علامت	مراد
ع	عشرہ بہ اتفاق اہل کوفہ و بصرہ خواہ موافق شمار اہل کوفہ کے اور کبھی اس موقع پر صرف حرف ی جسکے عدد دس ہین لکھا جاتا ہے
خب	خمسہ موافق شمار اہل بصرہ کے۔
عب	عشرہ حسب شمار اہل بصرہ کے۔
تب	آیہ نزدیک اہل بصرہ کے۔
لب	لیس بایۃ عند البصریین یعنی بصریون کے نزدیک اس موقع مین آیۃ نہین ہی

حدیقہ (۸)

بیان مین اوقاف قرآن کے

بازرہنا فعل سے وقف کے لغوی معنی ہین مگر قرا کی اصطلاح مین آخر کلمہ پر قطع الصوت کا نام وقف[1] ہی۔ متقدمین وقف اور قطع اور سکت کے معنے مین کوئی امتیاز نہین کرتے تھے لیکن متاخرین نے یہ فرق پیدا کیا ہی کہ قطع سے مراد ترک قرأت اور مشغولی بجال دیگر ہی چنانچہ بعد قطع کے اگر قاری قرأت کا ارادہ کرے تو اُسکو از سر نو استعاذہ کرنا چاہیے۔ صحابہ کرام ختم آیت پر قطع تلاوت کرتے تھے اور اس فعل کو مکروہ جانتے تھے کہ ایک جزو آیت کا پڑھا جائے اور دوسرا

[1] وقف مین حرف آخر کا ساکن کردینا مختار اکثر قرا کا ہی لیکن روم و اشمام کو بھی ماہران قراۃ جائز رکھتے ہین۔ روم نام تضعیف حرکت کا ہی اور یہ کارروائی صرف ضمہ و کسرہ کے ساتھ مخصوص ہی کیونکہ فتحہ تو خود ہی ضعیف ہی۔ اشمام کی شکل یہ ہی کہ ہیئت لب سے بغیر تصویت اُسکی طرف اشارہ کیا جائے اور یہ کارروائی صرف ضمہ کے ساتھ مخصوص ہی ۱۲

جزو اُسکا بہ ارادہ ختم قرأت چھوڑ دیا جاوے **وقف** سے بنظر استیناف (آغاز جملہ مابعد) بقدر تنفس انسانی قطع کرنا آواز کا مراد ہی اور اسطرح کے وقوف آخر اور وسط آیات مین بھی ہوتے ہین **سکت** بھی قطع صوت کا نام ہی لیکن اُسکا زمانہ وقف سے کم اور بغیر تنفس کے ہوا کرتا ہی۔

عام کلام عرب مین اوقاف کا استعمال معمولاً کیا جاتا ہی جنکی بدولت معانی کی طرف رہنمائی ہوتی ہی اور نظم کلام کے محاسن ظاہر ہوتے ہین قرآن پاک کے اوقاف پر صحابہ کرام کی خاص توجہ مبذول تھی اور وہ ان اوقاف کا سیکھنا و سکھانا مثل تعلم و تعلیم الفاظ کے ضروری سمجھتے تھے چنانچہ ابن عمر سے مروی ہی کہ اگلے زمانے مین قرآن نازل ہوتا اور سلام لانے والے حرام و حلال اور وقوف کی تعلیم اُسی طرح حاصل کرتے جسطرح تم لوگ قرآن سیکھتے ہو لیکن اب تو مین ایسے آدمیون کو موجود پاتا ہون کہ شروع سے آخر تک قرآن پڑھ جاتے ہین مگر اوامر و نواہی اور اوقاف سے اُنکو بیخبری رہتی ہی علی علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا مین ترتیل سے مراد تجوید[1] حروف اور معرفت وقوف ہی۔

جو لوگ عربیت سے بہرہ مند ہین یا جنھون نے قرآن کو بامعنی پڑھ لیا ہی وہ خود سمجھ سکتے ہین کہ ترک اوقاف یا اوقاف بے محل سے کلام معجز نظام کی قوت گھٹ جاتی ہی معانی مین خلط قبیح پیدا ہوتا ہی اور بعض مواقع تو ایسے پیش آجاتے ہین کہ اگر معنی شناس قاری بارادہ معنی بجاے وقف کے وصل اور بجاے وصل کے وقف کرے تو وہی قرأت جو ذریعۂ نجات ہی منجر بکفر ہو جاتی ہی۔

---

[1] ادا کرنا حروف کا برعایت مخارج کے ۱۲

ابن الانباری نے تام و حسن و قبیح تین قسمین وقف کی بیان کی ہین اور بعضون نے ایک قسم نامزد کافی کا بھی اضافہ کیا ہی چنانچہ ان اوقاف کی مختصر تشریح ذیل مین کیجاتی ہی۔

وقف تام

جب جملہ تمام اور الحاق مابعد سے محض مستغنی ہو تو ایسی صورت مین جملہ مذکور پر جو وقف کیا جائے اُسکو وقف تام کہتے ہین اور وقف کے بعد جو جملہ واقع ہو اُسکی ابتدا مستحسن کہی جاتی ہی **مثال** اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ق وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ (البقرہ) مفلحون کے نون پر وقف تام ہی کیونکہ اُسپر جملہ تمام ہوجاتا ہی اور اُسکو احتیاج الحاق جملہ مابعد کی جو انَّ سے شروع ہوا ہی باقی نہین رہتی پھر جملہ مابعد کو دیکھیے تو مستقل طور پر اُسکے شروع کرنے مین کوئی قباحت محسوس نہین ہوتی۔ ایسا وقف بعض محل مین زیادہ ضروری ہوجاتا ہی **مثال** وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ج وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ط (البقرہ) لفظ مؤمنین پر وقف تام کرنا ضروری ہی کیونکہ بحالت اتصال یہ معنی پیدا ہون گے کہ وہ لوگ ایسے مومن نہین جو اللہ کو اور

---

۱ اُنھون نے اپنے رب سے ہدایت پائی اور وہی مراد کو پہونچے۔ جو منکر ہوے برابر ہی کہ تو اُنکو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ لوگ نہ مانین گے ۱۲

۲ بعض آدمی ایسے ہین جو کہتے ہین ہم یقین لائے اللہ پر اور روز قیامت پر اور اُنکو درحقیقت یقین نہین ہی۔ دغابازی کرتے ہین اللہ سے اور ایمان والون سے اور کسی کو (درحقیقت) دغا نہین دیتے مگر اپنے تئین اور نہین بوجھتے ۱۲

مومنین کو فریب دیتے ہون پس جن کافرون کا فریبی بیان کرنا مقصود باری ہو وہ الزام سے فریب ناممحمود کے محفوظ رہین گے اور خود مومنین کی طرف فریب کی نسبت لوٹ جائے گی کبھی وقف تام آیتون کے درمیان مین بھی پڑتا ہی لیکن اُس وقف پر آیت تام نہین کیجاتی **مثال** قَالَتْ[1] اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (سورہ النمل) بلقیس کا کلام اذلہ پر ختم ہوگیا اسلیے قاری کو اس موقع مین بلاشبہہ وقف کرنا چاہیے لیکن سوال یہ ہی کہ وقف تام پر آیہ تام کیون نہین کی گئی جواب یہ ہی کہ چھوٹا جملہ مابعد کذلک یفعلون تاکید جملہ ماسبق کی ہی اسلیے وہ بمنزلہ جزو اس جملہ کے سمجھ لیا گیا جو اُسکے پہلے واقع ہی اگر ایسا سمجھا نہ جاتا اور لفظ اذلہ پر جملہ ختم کردیا جاتا تو تناسب فاصلہ کا جسکی رعایت تقریبًا کل نظم قرآن مین کی گئی ہی جاتی رہتی۔

وقف حسن

جب مضمون تام ہوجائے لیکن جملہ مابعد کا لفظی تعلق ساتھ آیہ ماقبل کے باقی رہے تو ایسی صورت مین جو وقف اوپر پہلے جملہ کے کیا جائے اُسکو حسن کہتے ہین یہ وقف اگرچہ جائز ہی لیکن اُسمین خرابی یہ ہی کہ آیہ مابعد کی ابتدا بوجہ تعلق مذکور پسندیدہ نہین سمجھی جاتی **مثال** اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الحمد للہ پر جو شامل اوپر مبتدا و خبر کے ہی وقف کرنا لائق

[1] (بلقیس) کہنے لگی کہ بادشاہ جب کسی بستی مین داخل ہوتے ہین تو اُسکو خراب کرتے ہین اور وہان کے عزت دارون کو بے عزت کرتے ہین ایسا ہی اُنکا معمول ہی ۱۲

اعتراض کے نہین ہی لیکن رب العلمین صفت اللہ کی ہی جسکا جدا کرنا موصوف سے غیر مستحسن ہی۔

وقف قبیح

نفی پر بغیر منفی کے مضاف پر بغیر مضاف الیہ کے فعل پر بغیر فاعل کے مبتدا پر بغیر خبر کے مستثنے منہ پر بدون استثنا کے اور علی ہذا القیاس دیگر ہمشکل صورتون مین وقف کرنا قبیح ہی۔ پھر وقف قبیح کی بعض شکلین نہایت قبیح ہین یہانتک کہ بارادہ معنی وقف کرنے والا کافر ہوجاتا ہی اور جو شخص بلاارادہ معنی وقف کرے وہ ہرچند حلقۂ کفر مین نہ پہونچے مگر گناہ[له] کا مرتکب سمجھا جاتا ہی مثال لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ پر اگر وقف کیا جاے تو اُسکے مطلب یہ ہون گے کہ کوئی معبود حق و ناحق موجود نہین ہی اور یہ عقیدہ دہریون کا ہی نہ مسلمانون کا ہان وقف قبیح کے موقع پر اگر اضطرارًا دم ٹوٹ جائے تو قاری کو لازم ہی کہ ماقبل کو مابعد سے ملا کے اعادہ قرأت کرے

وقف کافی

وقف کافی مشابہ وقف تام کے ہی لیکن فرق یہ ہی کہ وقف تام مین جملۂ ماقبل جملۂ مابعد کے تعلقات لفظی و معنوی دونون سے آزاد رہتا ہی اور وقف کافی مین اگرچہ لفظی تعلق باقی نہین رہتا لیکن معنوی تعلق محفوظ رہتا ہی مثال قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ

له کیونکہ اعتقادًا نہ سہی لیکن اُسنے سطرح پر کلام باری کی تلاوت کی کہ اختلاف مراد کی شکل پیدا ہوئی ہان اگر قاری معنی ناشناس ہو تو ممکن ہی کہ بحوالہ لاعلمی اُسکو کوئی موقع اعتذار کا حاصل ہو سکے ۱۲

ہو اسداحد ازروے ضابطہ نحوی جملہ تامہ ہے لیکن بعد کا جملہ بدل جملہ سابق کا ہے اسلیے باوجود تمام
ہوجانے جملہ نحوی کے جملہ معطوفہ کا تعلق ساتھ اُسکے محفوظ ہے۔

سجاوندی نے بلحاظ مراتب وقف کی پانچ قسمین قرار دی ہین۔

لازم

جبکہ وصل سے معنی غیر مراد ہوتے ہون جیسا کہ قبل اسکے تشریح مین وقف تام کے
اُسکی مثال دکھائی گئی۔

مطلق

جبکہ وقف اوپر جملہ ماقبل کے صحیح اور ابتدا جملہ مابعد سے مستحسن ہو اور اُسکی مثال بھی
وقف تام کے بیان مین لکھی گئی ہے۔

جائز

جب وقف اور وصل دونون کے وجوہ محرک موجود ہون اور ایک کو دوسرے پر ترجیح
نہو مثال وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ج وَبِالْاٰخِرَۃِ
ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝ (البقرہ) قَبْلِکَ پر وقف جائز ہے کیونکہ حرف عطف وصل کا مقتضی ہے اور

لہ اور جو یقین کرتے ہین جو تجھپر اُترا اور جو تیرے پہلے اُترا اور آخرت کا یقین کرتے ہین ۱۲

ہر گاہ بالآخرۃ ہم یوقنون جملہ تام ہو اسلیے وہ وقف پر جملہ ماقبل کی تحریک کرتا ہو۔

جائز من وجہ

جب وصل مرجح ہو لیکن وقف کے لیے بھی کوئی پہلو موجود پایا جائے تو وقف کو جائز من وجہ یا المجوز لوجہ کہتے ہین **مثال** اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ز فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ع (سورہ البقرہ) بالآخرۃ پر بوجہ تمام ہو جانے جملہ کے اگرچہ وقف کی گنجایش ہو لیکن ہر گاہ یہ جملہ سبب جملہ مابعد کا ہو اسلیے وصل اوپر فصل کے مرجح ہو۔

مرخص بالضرورہ

ہر چند مابعد مستغنی ماقبل سے نہو لیکن پھر بھی بوجہ طول کلام وضرورت تنفس بعض مواقع مین اجازت وقف کی دیجاتی ہو اور اُسیکا نام وقف مرخص بالضرورۃ ہو ایسی صورت مین اعادہ ماقبل کی قاری کو ضرورت نہین پڑتی کیونکہ موقع وقف ایسا تجویز کیا گیا ہو کہ جملہ ماقبل و مابعد دونون کے معنی بخوبی سمجھ مین آجائین **مثال** الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ص وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً الخ بناء پر وقف مرخص ہو کیونکہ جملہ مابعد جملہ ماقبل سے

---

۱ یہ وہی لوگ ہین جنھون نے بعوض آخرت کے دنیا کی زندگی خرید کی پس ہلکا ہو گا اُن پر عذاب اور نہ اُنکو مدد پہونچیگی ۱۲

۲ جسنے بنایا تمھارے لیے زمین کا فرش اور آسمان کی عمارت اور اُتارا آسمان سے پانی ۱۲

اسلیے مستغنی نہین کہ انزل مین ضمیر فاعل کی طرف الذی کے رجوع ہوتی ہی یعنی فاعل فعل کا جملہ ماقبل مین جاگزین ہی با اینہمہ بموجودگی وقف کے بھی دونون جملون کے معنے بخوبی سمجھ مین آجاتے ہین

وقف اور ابتدا کا میدان بیان بہت وسیع ہی چنانچہ ابوجعفر النحاس اور ابن الانباری وسجاوندی اور بہت عالمون نے اُسکے متعلق مستقل اور بسیط کتابین لکھی ہین متاخرین مین احمد بن محمود اسمونی نے **منار الھدیٰ فی بیان الوقف والابتداء** ایک عمدہ او جامع کتاب تالیف کی جسکے نسخے مطبوعہ مصر ہندوستان مین بھی شائع ہوگئے ہین لیکن افسوس ہی کہ باوجودان سہولتون کے ہمعصر مسلمانون مین اتنی ہمت باقی نہ رہی کہ ان تصانیف سے فائدے اُٹھائین۔ زمانہ موجودہ کے قاریان قرآن غالباً بہت سے مواقع اوقاف کو فراموش کردیتے لیکن خدا کا شکر ہی کہ سلف صالح نے ہمارے لیے علامتین وقف کی ایجاد[1] کین اور وہ علامتین ان دنون مطبوعہ قرآنون مین بہت احتیاط کے ساتھ لکھی جاتی ہین چنانچہ مفید سمجھکے مین چند مشہور علامتون کی تشریح کرتا ہون۔

---

[1] فتاوے عالمگیری مین بحوالہ **قنیہ** تحریر ہی کہ قرآن کو نشان وقف وآیہ وتعاشیر سے مُعرّا رکھنا چاہیے لیکن پھر بحوالہ **جواہر الاخلاطی** تحریر ہی کہ نام سورہ اور عدد آیات کے لکھنے کا مضائقہ نہین کیونکہ یہ نئی ایجاد بدعت حسنہ مین داخل ہی اور اشیا کی حالتین موافق حالت زمانہ کے مختلف ہوتی ہین مین کہتا ہون کہ نام سورہ وتعداد آیات کی تحریر سے وقف کے نشانات زیادہ ضروری ہین اور بلحاظ حالت زمانہ وضرورت وقت کے بلاتامل کہہ سکتے ہین کہ اکثر نشانات کا بنانا ان دنون صرف جائز نہین بلکہ واجب بھی ہی۔ اگلون کا یہ خیال کہ بوجہ ان نشانات کے اندیشہ ہی کہ نظم قرآن مین خلط ہو بے وقعت ہی کیونکہ صناعت تحریر اب اس رتبہ پر ترقی کرگئی ہی کہ اُسکی بدولت ہر درجہ کا آدمی درمیان علامات اور نظم قرآن کے بخوبی امتیاز کرلیتا ہی ۱۲

علامت	مراد
○	یہ نشان آیہ کا ہی اور عام طور پر مواقع پر وقف تام کے لکھا جاتا ہی اُم سلمہ سے مروی ہی کہ نبی علیہ السلام جب قرأت فرماتے تو ہر آیت پر قطع قرأت کرتے تھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے اور ٹھہر جاتے رب العلمین پڑھتے اور ٹھہر جاتے الرحمٰن الرحیم پڑھتے اور ٹھہر جاتے ۔ اس نشان پر جب لا لکھا جائے تو نزدیک بعض کے وقف کرنا چاہیے اور نزدیک بعض کے وصل اسی طرح جب آیہ پر دوسری علامتین تحریر ہون تو وہان بمقتضاے علامت مذکورہ کے عمل کرنا چاہیے ۔
م	یہ علامت وقف لازم کی ہی کیونکہ بحالت وصل کے معنی مقصود بدل جاتے ہین ۔
ط	علامت وقف مطلق کی ہی اور عموماً موقع مین وقف کافی کے اور کبھی موقع مین وقف تام کے لکھی جاتی ہی ۔
ج	علامت وقف جائز کی ہی ۔
ز	علامت وقف مجوز لوجہ کی ۔
ص	علامت وقف مرخص بضرورت کی ہی ۔
صل	مراد یہ ہی کہ قد یوصل یعنی کبھی وصل کیا جاتا ہی لیکن وقف اولی ہی ۔
صلے	علامت اس امر کی ہی کہ وقف اگرچہ جائز ہی مگر وصل اولی ہی ۔
ق	اشارہ ہی طرف قیل کے اور مراد یہ ہی کہ بعض قاری وقف کے قائل ہین ۔

علامت	مراد
س	علامت ہی سکتہ کی۔
قف	صیغہ امر ہی اور مراد یہ ہی کہ وقف زیادہ بہتر ہی۔
معانقہ	کبھی قریب قریب دو کلمون پر وقف جائز ہوتا ہی لیکن جب ایک موقع پر وقف کیا جائے تو دوسرے موقع پر وقف ممنوع ہوجاتا ہی۔ لفظ معانقہ اور کبھی اُسکا مختصر مع واسطے ظاہر کرنے ایسے وقف کے استعمال کیا جاتا ہی اس قسم کو وقف کے مراقبہ بھی کہتے ہین۔

یہ واقعہ کہ اِن علامتون کی ایجاد کس زمانے مین اور کب ہوئی لایق اطمینان غیر ثابت ہی مشہور یون ہی کہ علامتون کی ایجاد زمانۂ حکومت مین حجاج بن یوسف کے شروع ہوئی تھی لیکن ابن خلکان بحوالہ ابو احمد العسکری لکھتے ہین کہ بعہد حکومت حجاج عراق مین مصحف عثمانی کی نقلین کثرت کے ساتھ شائع ہونے لگین اُسوقت نصر بن عاصم نے بغرض انسداد غلطیون کے قرآن پر نقطے دیے اور اعراب لگائے مین حدیقہ (۱۱) مین اوپر صناعت نقاط اور اعراب کے مفصل بحث کے بعد نتیجہ پیدا کرون گا کہ حجاج سے پہلے یہ کارروائیان عہد حکومت مین زیاد کے کی گئین قیاس مقتضی ہی کہ حروف کے ساتھ ایجاد اُن نقطون کی ہوئی ہوگی جن سے ایک حرف مشابہ دوسرے حرف سے ممتاز کیا جاسکتا ہی اگرچہ یہ بھی ممکن ہی کہ زمانہ ایجاد حروف مین متشابہ حروف کا امتیاز بذریعہ مختلف کشش کے کیا جاتا تھا اور آخرکار بلحاظ دقّت کے نقطون کی ایجاد عمل مین آئی۔ مختلف روایتون مین مطابقت پیدا کرنا دشوار ہی لیکن بعد غور وفکر حقیقت

یہ معلوم ہوتی ہو کہ بنی امیہ کے دور حکومت مین ضرورتین پیش نظر ہوئین اعراب اور وقوف
کی علامتین ایجاد ہوئین اور پھر رفتہ رفتہ اُسمین اضافہ اور اصلاح ہوا کچھ عجب نہین کہ بعد ایجاد
اعراب کے جسکی نسبت طرف ابو الاسود دئلی کے کیجاتی ہو نصر بن عاصم نے اوقاف کی
علامتین ایجاد کی ہون اور ایجاد مین صنعت اعراب کے کچھ اصلاح اُنکی طرف سے عمل مین آئی ہو۔

تنبیہ

لغات مروجہ مین ہر ایک کا اسلوب بیان جداگانہ ہو تا آنکہ بعض مواقع مین ایک لغت
کا پسندیدہ اسلوب اگر دوسرے لغت مین برتا جائے تو موافق مذاق اہل لغت دیگر کے بھونڈا
خبط اور ناپسندیدہ سمجھا جائیگا بالخصوص طرز بیان عرب کا اہل عجم کے طرز بیان سے بہت مختلف
ہو اسلیے جب عربی زبان کا ترجمہ کسی دوسری زبان مین کیا جاتا ہو تو واسطے مطابقت طرز بیان
اُس زبان کے جسمین ترجمہ کیا جائے اضافہ و کمی کی اکثر ضرورت لاحق ہوتی ہو عربون کا معمول
ہو کہ ایسے فقرات کا علی الاتصال استعمال کرتے ہین جنمین بظاہر وصل خیال کیا جاتا ہو لیکن مقصود
فصل ہوتا ہو اور سمجھنے والے قرائن حالات پر نظر کر کے مقصود کو سمجھ لیتے ہین۔ قرآن پاک
موافق مذاق اہل عرب کے نازل ہوا اسلیے اُسکے انداز بیان مین بھی جا بجا وصل ظاہری اور
فصل واقعی کا وجود پایا جاتا ہو **مثال** قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ[۱] ز

---

[۱] کہا عزیز کی عورتنے کہ اب کھل گئی سچی بات مین نے پھسلایا تھا اُسکو اُسکے جی سے اور وہ سچا ہو (کہا یوسفنے) یا اسواسطے
ہو وہ شخص معلوم کرے کہ مین نے اُسکی چوری چھپکر نہین کی اور یہ کہ اللہ نہین چلاتا فریب دغا بازون کا ۱۲

اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَائِنِيْنَ ۝ (سورۂ یوسف) عزیز کی عورت کا بیان اور لفظ صدقین کے ختم ہوگیا اسلیے اُسپر علامت وقف تام کی تحریر ہوئی بااینہمہ فقرہ ما بعد بظاہر قول اُسی عورت کا معلوم ہوتا ہی لیکن درحقیقت وہ قول یوسف علیہ السلام کا ہو اسلیے ترجمہ ہندی مین ضرورت پڑتی ہو کہ قائل قول کا نام بڑھا یا جائے مگر اہل عرب بغیر اس اضافہ کے قرائن سے قائل کا سمجھ لینا کافی خیال کرتے ہین۔

حدیقہ (۹)

اس بیان مین کہ قرآن کب اور کیونکر بشکل کتاب جمع کیا گیا

جاہلیت کے تاریک زمانے مین اور پھر عہد اسلام مین بھی تا انقراض خلافت بنی امیہ کوئی دوسری مدون کتاب عربون کے ہاتھ مین نہ تھی خال خال آدمی فن کتابت مین کم وبیش مہارت رکھتے تھے لیکن اس فن کی رونق بازار کا اندازہ اسی واقعہ سے ہوسکتا ہو کہ مقدس تحریرون کے لیے کمتر پرچۂ قرطاس (جو اُن دنون نایاب نہین تو کمیاب ضرور تھا) اور اکثر کھجور کے پتے لکڑی کے تختے یہانتک کہ پتھر اور جانورون کی کھال اور ہڈیان استعمال کیجاتی تھین پُرانے تذکرون کے علاوہ حال کے تجربہ سے بھی ظاہر ہوتا ہو کہ جو قومین کاغذ و قلم پر بھروسا نہین کرتین اُنکا حافظہ بہت مضبوط ہوتا ہو اور اُنکی زبانی یادداشتین پڑھے لکھے آدمیون کو حیرت مین ڈال دیتی ہین۔ کہا جاتا ہو کہ ایران کی پوری تاریخ اپنی اسی قدرتی یادداشت سے کسی دہقان نے

فردوسی طوسی کو لکھا دی تھی اور آج انساب عرب کی طولانی فہرستین اور پرانی روایتین جو کتابونمین تحریر ہین جاہل عربون کے خزینہ حافظہ مین محفوظ ملی تھین ۔شک نہین کہ حافظہ پر بمقابلہ کتابت کے زیادہ بھروسہ نہین کیا جا سکتا لیکن اُسی کے ساتھ حافظہ کو ناقابل اعتماد قرار دینا سخت غلطی ہی اور ایسی صورت مین جبکہ متعدد حافظے ایک دوسرے کی تائید کررہے ہون اور اُن پر شبہہ کرنے کی کوئی معقول وجہ نہ پائی جاتی ہو خواہ مخواہ دانشمند جویاے حقیقت کو روایت کی صحت پر قلبی اطمینان پیدا ہوجاتا ہی اب زمانہ اور اُسکے تمدن پر نظر کیجیے تو اُسکی حالت مین بڑے بڑے انقلاب ہوتے آئے ہین اور انسانی دانشمندی بشرطیکہ انصاف پسندی کے رنگ سے بہرہ مند ہو فتوی دیتی ہی کہ پہلے زمانہ اور موجودہ زمانہ کی حالتون کو ذہن نشین کرکے ارباب تحقیق کو اپنی نکتہ سنجی خواہ دوسرون کے عیب چینی کا دفتر کھولنا چاہیے چنانچہ ہم اُس شخص کو دیوانہ کہین گے جو یہ راے پیش کرے کہ آیات قرآنی کو بروقت اُنکے نزول کے چھاپ لینا مناسب تھا اور اسی طرح وہ شخص بھی خارج العقل سمجھا جائے گا جو سوال کرے کہ فدائیان اسلام نے کیون چند کاتب نوکر نہین رکھ لیے تھے جو آیتون کو بشکل کتاب موافق ہدایت نبی علیہ السلام کے لکھتے جاتے ۔ایسے نکتہ چین درحقیقت اُس زمانے کی حالت کو نظرانداز کرتے ہین اور اُنکے تنگ خیال مین یہ وسعت نہین ہی کہ اُن مشکلات کا اندازہ کرلین جو نبی علیہ السلام اور صادقین اولین کے گرد تھین یہ تو قوت نبوت اور تائید الٰہی کا اقتضا تھا کہ ہمارے حضور صلواۃ اللہ علیہ نے اُن مشکلات کو اندر زمانہ محدود کے حل کیا اور آخرکار بہت بڑی خونخوار جاہل قوم کو اُسکے موروثی معتقدات سے پھیر کے شریعت الٰہی کے جادہ مستقیم پر لاڈالا ورنہ محض قوت انسانی سے

یہ امید نہ تھی کہ ریگستان عرب اتنا جلد خارستان شرک سے پاک ہوکے توحید کا ہرا بھرا باغ بنجائیگا اُسکی بدولت صحرائیان عرب کی قوت دماغی فلاسفہ یونان سے ٹکر لڑائیگی اورانکا بازوے ہمت واسطے تاراج تاج قیصر اور سریر کسرے کے ایسی دست بُرد دکھائے گا کہ اہل عالم کی آنکھین خیرہ ہوجائین الغرض اہم معاملات نے فرصت نہین دی کہ کتابی ترتیب کی طرف توجہ کیجاتی لیکن اُسی کے ساتھ یہ خیال بھی باطل ہے کہ حفاظت قرآن سے جماعت مومنین اور خود سید المرسلین نے نظرین پھیر لی تھین۔ زمانہ تنزیل مین قرآنی آیتین ذوق وشوق کے ساتھ نمازون مین پڑھی جاتی تھین اُن سے مسائل امر ونہی مستنبط کیے جاتے تھے اور خاص بات تو یہ تھی کہ اُن آیتون مین سرمایہ اعجاز کا ودیعت ہونا ہر ایک مسلمان باور کرتا تھا اور اُسکا یہ مستحکم اعتقاد قائم ہوگیا تھا کہ چھوٹی سی چھوٹی سورہ کے برابر اس کلام کا مماثل کوئی طاقت بشری بنا نہین سکتی ایسی حالت مین کیا کوئی دانشمند غیر متعصب تسلیم کرسکتا ہے کہ مسلمانون نے ایسے جواہر نایاب کی حفاظت خواہ اُسکی ضروری ترتیب کا اہتمام ترک کیا ہوگا (نہین ہرگز نہین) عام مسلمانون سے اگر قطع نظر کیجائے تو کیا پیغمبر علیہ السلام نے جنکو دوست ودشمن بہت بڑا دانشمند دوراندیش تسلیم کرتے ہین اسطرف اپنی توجہ کو مبذول نفرمایا ہوگا؟ ہم لوگون کو تو خود قرآن پاک سے یہ پتا ملتا ہے کہ ضرورت حفاظت مسلمانون کے ذہن مین جاگزین تھی اور خداوند عالم نے اُنکے اضطراب کو اس وعدہ سے تسکین دی تھی اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (پارہ ۱۴ - سورۃ الحجر رکوع ۱)[ل]

ل ہمنے آپ اُتاری ہے یہ نصیحت اور ہم اسکے نگہبان ہین ۱۲

پس اُن کثیر روایتون کو جنکی تصدیق قرائن متذکرہ بالا سے ہوتی ہی صحیح تسلیم کرکے یہ واجب نتیجہ اخذ کیا جاتا ہی کہ آیات قرآنی کو بروقت اُنکے نزول کے اکثر مسلمان احتیاط کے ساتھ یاد کر لیتے تھے اور جن لوگون کو فن کتابت مین دخل تھا وہ بموجب حکم جناب رسالتمآب خواہ خود اپنے ذوق طبعی سے کاغذ کے پرچے یا کسی اور چیز پر حسب رواج اپنے زمانے کے لکھ بھی لیا کرتے تھے۔

شہر ربیع الاول ۱۲ھ ہجری مین مسیلمہ کذاب کے ساتھ یمامہ کی لڑائی وقوع مین آئی جسمین حسب بیان مصنف المنتقی بارہ سو و بروایتے اٹھارہ سو مسلمان شہید ہوئے زید بن طلحہ کہتے ہین کہ اِس معرکہ مین علاوہ عام مسلمانون کے قبائل قریش اور انصار کے ایک سو چالیس بزرگون نے شہادت کے بلند مرتبہ پر صعود کیا تھا۔ ہرگاہ شہدائے یمامہ مین حاملان قرآن کی بھی ایک جماعت شامل تھی اسلیے دور اندیشون کو اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر دشمنان دین کے ساتھ ایسی ہی چند خون ریز لڑائیان لڑنی پڑین تو بوجہ قتل حاملان قرآن کے ممکن ہی کہ کچھ اجزائے کلام پاک نسیاً منسیا ہو جائین الحاصل خلیفہ وقت ابوبکر الصدیق رض نے حکم دیا اور زید بن ثابت نے جو خود بھی عہد رسالت مین کاتب وحی الٰہی تھے قرآن پاک کی متفرق سورتون کو ساتھ جملہ آیات متعلقہ کے یکجا کیا اُسوقت ایک ہی فایل تیار کی گئی جو حضرت ابوبکر کے پاس رہی پھر حضرت عمر اور اُنکے بعد حفصہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے مین آئی۔ ۲۵ھ ہجری تک اُسکی کوئی دوسری نقل لکھی نہین گئی اور نہ روایتون سے یہ پتا ملتا کہ واسطے طی کرنے کسی اختلاف کے اُسکے کھولنے کی ضرورت پیش آئی تھی۔ ان دونون

حیرت خیز واقعہ کی اصل بنیاد یہی تھی کہ عربون کی سادہ جماعت کو خدا نے ایسا قوی حافظہ عطا کیا تھا کہ وہ مقدس سورتون کو بے تکلف خزینہ سینہ مین محفوظ کر لیتے اسلیے یہ ضرورت محسوس نہین ہوئی کہ اپنی عالمگیر تلوارون کے ساتھ قرآن پاک کو بھی گلے کا حمائل بنائین۔ یہ مومنین صادقین یہ استبار خدا پرست تھے اُن کو اپنے کام سے کام تھا بلا ضرورت لفظی جھگڑون کو وہ اپنی بندگانہ خدمات کا ہارج سمجھتے تھے اُن کو جس لغت اور جس قرأت کے ساتھ قرآن کی سورتین یاد ہو گئی تھین اُنھین پڑھتے احکام پر عمل کرتے قصص سے عبرت حاصل کرتے اُن لوگون کو بعد اس علم اجمالی کے کہ قرآن کا مختلف لغت اور مختلف لہجون مین پڑھنا جائز ہے ان مباحث سے غرض نہ تھی کہ دوسرے اُنھین سورتون کو لغت غیر اور لہجہ مخالف مین کیون پڑھتے ہین خلافت مین حضرت عثمانؓ کے اسلامی دائرۂ حکومت بہت بڑھ گیا اور مسلمانون کی مفلس جماعت دنیا کی بڑی بڑی نعمتون سے بہرہ مند ہوئی پھر تو جیسا کہ دولت دنیا کی فطرت ہے مسلمانون نے باہمی اختلاف اور تخطیہ یکدگر کی طرف قدم بڑھایا چنانچہ ضرورت وقت کو محسوس کر کے خلافت ثالثہ مین یہ بڑا کام مفید اسلام کیا گیا کہ خلیفہ نے مکمل ترتیب کے ساتھ سات جلدین قرآن کی تیار کرائین ایک کو تو مدینہ طیبہ مین رکھ لیا جسکا تاریخی تذکرہ ہم آیندہ کسی حدیقہ مین مفصل کرین گے باقی چھ جلدین مقامات ذیل کو بھیجی گئین مکہ معظمہ۔ شام یمن۔ بحرین۔ بصرہ۔ کوفہ۔

ان دنون اسلامی دنیا مین جو مجموعہ موجود اور سرمایۂ ناز اہل اسلام کا ہے وہ حرف بحرف مصحف عثمان کے مطابق ہے اور اُن کے مخالفین بھی اُسکی تلاوت کو ذریعہ حصول سعادت اور

نجات اخروی سمجھتے ہین۔ اب اِن حالات کی تفتیش ضروری ہی کہ خلیفہ اول کے عہد مین
کس شکل سے یہ مقدس مجموعہ اکٹھا کیا گیا اور پھر بعہد خلیفہ ثالث اُسکی ترتیب مین کیا
کارگذاریان عمل مین آئین چنانچہ ہم دونون ترتیبون کی نسبت حسب ذیل غالب رِوایتون
کا ماحصل اخذ کرتے ہین۔

تذکرہ ترتیب جو بعہد خلیفہ اول کی گئی

سورتون کی ترتیب یعنی اُنکا تقدم و تاخر قرآن کی معجز بیانی پر موثر نہین تھا کیونکہ وہ سب
یکسان فصاحت و بلاغت کے رنگ مین ڈوبی ہوئی تھین پھر زمانۂ حیات مین نبی علیہ السلام کے
اضافہ سورتون کی امیدین بھی قائم تھین الغرض عجلت ترتیب کی خاص ضرورت موجود نہ تھی
اسلیے غالب قیاس یہی ہی کہ حضور کے عہد مین ترتیب کا ارادہ بھی نہین کیا گیا تھا متذکرۂ بالا
رائے کی تائید اس قرینہ سے بھی ہوتی ہی کہ قبل ترتیب مصحف عثمانی دیگر اکابر صحابہ نے مختلف
طور پر سورتون کو ترتیب دے کے ایک مجموعہ واسطے اپنے استعمال کے بنا لیا تھا پس اگر
کوئی خاص ترتیب اُن سورتون کی نبی علیہ السلام سے ماثور ہوتی تو غیر ممکن تھا کہ یہ لوگ اُس
ترتیب کے توڑنے کی جرأت کرتے۔ علماے امت مین بعضون کا یہ خیال ہی کہ سورتون کی
ترتیب جیسی کہ اسوقت موجود ہی ارشاد نبوی کے موافق اور ٹھیک اُسی ترتیب کے مطابق
ہوئی ہی جو لوح محفوظ کی کتاب منزل مین اختیار کی گئی تھی اور بعضون کا یہ اعتقاد ہی کہ چند سورتون
کی ترتیب بزمانۂ حیات نبی علیہ السلام کے انھین کے ارشاد سے معلوم ہو چکی تھی مگر چند سورتین

غیر مرتب بھی تھین جنکی ترتیب خود اپنے امتیاز اور شعور سے صحابہ کرام نے کرلی لیکن جیساکہ فاضل قسطلانی شارح صحیح بخاری نے تسلیم کیا ہی جمہور علما کی یہی رائے ہی کہ سورتون کی ترتیب موجودہ محض باجتہاد اکابر صحابہ عمل مین آئی ہی اور یہی رائے زیادہ ترقرین قیاس اور لائق قبول پائی جاتی ہی۔ یہ دوسری بات ہی کہ اجتہاد کرنے والون کو اپنی کارروائی مین اشارات نبوی سے کم وبیش مدد ملی ہو مثلاً حضور نے ایک ہی وقت مین نماز کے اندر یا اُسکے باہر چند سورتون کی تلاوت مین ہمیشہ ایک کو پہلے اور دوسری کو اُسکے پیچھے پڑھا اور اسی ترتیب قرأت سے سننے والون نے مستنبط کرلیا کہ جو سورہ پہلے پڑھی گئی وہ ترتیبًا دوسری سورہ سے مقدم ہی یا یہ کہ صحبت شریف کے زمانہ ممتد مین کچھ ایسی تقریر زبان فیض ترجمان سے سُنی گئی جس سے سننے والون نے اپنے اپنے امتیاز کے موافق تقدم وتاخر کا قیاس قائم کرلیا لیکن اگر اس خصوص مین کوئی صریح بیان بھی ہوا ہوتا تو کب ممکن تھا کہ ائمہ حدیث اُسکی روایت کو ترک کرتے یا یہ کہ اُس جلسے مین جسکے اندر کتابی ترتیب ہو رہی تھی صراحتہً اُسکا ذکر نہ آتا۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ موافق منشاے احادیث صحیحہ کے حضرت جبرئیلؑ ہر سال کے ماہ رمضان مین رسول خدا سے قرآن پڑھوا کے سُن لیا کرتے تھے چنانچہ حضور کے سال وفات کے پہلے جو رمضان پڑا تھا ایسی قرأت اور ایسی سماعت کی دو مرتبہ نوبت آئی تھی ہرگاہ قرأت مذکورۂ بالا بالضرور کسی ترتیب کے ساتھ ہوتی تھی تو پھر جمع کرنے والون کی یہ آزادی کہان باقی رہگئی کہ اُس ترتیب کے خلاف اپنی رائے کو دخل دیتے

اور ایک نئی ترتیب کے موجد بنتے مگر اس سوال کا جواب بوجوہ ذیل دیا جا سکتا ہی۔

اولاً یہ دَور قرآنی دوسرون کے سامنے نہین ہوتا تھا اسلیے اُسکی تقلید کی ذمہ داری جامعان قرآن پر نہ تھی۔

ثانیاً ممکن ہی کہ مختلف ترتیب کے ساتھ حسب فرمایش جبریل امین تمام سورتین جو اسوقت تک نازل ہو چکی تھین سُنائی جاتی تھین جس سے کسی ترتیب کا محکوم الٰہی ہونا ظاہر نہین ہوتا تھا اور غالباً یہی سبب تھا کہ اُس ترتیب کی اطلاع الفاظ صریح مین نبی علیہ السلام نے دوسرون کو نہین دی۔ بعد ذہن نشین کرنے اِن واقعات کے اب تفتیش طلب یہ امر ہی کہ کیا سورتون کی ترتیب بھی خلیفہ اول کے عہد مین کی گئی اور اگر نہین کی گئی تو جو کتاب حضرت حفصہ کے پاس موجود ملی تھی اُسنے کسطرح کی شکل کتابی پائی تھی مین کہتا ہون کہ خلیفہ اول کے عہد مین صرف یہی اندیشہ پیدا ہوا تھا کہ مبادا کچھ آیتین خواہ سورتین قرآن کی نسیاً منسیا نہو جائین اور اُس خطرہ کے روکنے کیلیے اتنا ہی انتظام کافی تھا کہ سُور قرآنی ساتھ جملہ آیات کے یکجا کرلیجائین چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور مختلف چیزون پر جو آیتین لکھی ہوئی پائی گئین وہ کاغذ پر لکھدی گئین اور پھر وہ اوراق بلالحاظ تقدم و تاخر کے یکجا نتھی کرلیے گئے اس رائے کی تائید کہ مصحف ابوبکر ترتیب سے معرا تھا دلائل ذیل پیش کیے جا سکتے ہین۔

اولاً زمانہ شیخین مین جنکی عظمت عام اصحاب کے ذہن نشین تھی اگر ایسی ترتیب دیگئی ہوتی تو دوسرون کو بمشکل اُسکی خلاف ورزی کا حوصلہ پیدا ہوتا اور بالفرض اگر ایسی خلاف ورزی ارادہ کیا جاتا تو بحوالہ اُس تالیف کے جو قریب زمانہ وفات سرور کائنات کے ہوئی تھی

ترتیب کرنے والون کے مقابلہ مین حجتین قائم کیجاتین اور سلسلہ بحث بہت دراز ہوجاتا حالانکہ ہم ایسا کوئی تذکرہ کتب احادیث مین موجود نہین پاتے۔

ثانیاً بخاری نے جو حدیث تذکرہ مین جمع قرآن کے روایت کی ہی اُسمین یہ فقرہ بھی موجود ہی حَتّٰی[1] اِذَا نَسَخُوْا الصُّحُفَ فِی الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ اِلٰی حَفْصَةَ فاضل قسطلانی لکھتے ہین کہ یہ صُحف حضرت حفصہ کے پاس محفوظ تھے مگر بعد اُنکی وفات کے مروان ابن الحکم کو جو معاویہ کیطرف سے حاکم مدینہ تھا یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ شاید امتداد زمانہ کے بعد ان صحائف سے صورت فساد کی کھڑی ہو اسلیے اُسنے اُن سب کو چاک کردیا پس صحف کے لفظ سے یہ اشارہ پیدا ہوتا ہی کہ مصحف ابوبکر صرف ایک مجموعہ اوراق منتشر کا تھا۔ زید بن ثابت خود حافظ قرآن تھے اور بعد معرکہ یمامہ کے مدینہ طیبہ مین دیگر حافظان قرآن کا بھی وجود باقی تھا لیکن بنظر مزید احتیاط وقت جمع قرآن وہ محض اپنے خواہ کسی دوسرے کے حافظہ پر بھروسا نہین کرتے تھے بلکہ ایسی تحریرون کی جستجو[2] فرماتے جو بالخصوص روبرو نبی علیہ السلام کے لکھی گئی ہون اور پھر اس خصوص مین کہ درحقیقت اُس تحریر کا تکملہ جناب رسالتمآب کے سامنے ہوا تھا دو گواہ عادل طلب کیے جاتے اور بعد ازان آیات مکتوبہ کو صفحۂ قرطاس پر جگہ دیجاتی اس جستجو کے سلسلہ مین یہی ایک خاص اتفاق پیش آیا کہ سورۃ التوبہ کی آخر آیتین صرف ابوخزیمہ کے پاس مکتوب ملین اور وہی اُسکی کتابت کے شاہد تھے لیکن اُنکی یہ تنہا شہادت

---

[1] یہانتک کہ جب لکھ لیا صحیفون کو قرآن مین اُن صحیفون کو عثمان نے حفصہ کو واپس کردیا ۱۲

[2] فاضل سیوطی نے فہم السنن مصنفہ حارث محاسبی سے نقل کی ہی کہ قرآن مکتوب بطور اوراق منتشر خود رسول علیہ السلام کے گھر مین ملا تھا جسکو ابوبکر صدیق نے لکھا لیا مین کہتا ہون کہ قوی روایتون سے ظاہر ہوتا ہی کہ صرف اتنا ہی نہین ہوا بلکہ عام تحقیقات بھی کی گئی تھی ۱۲

دربارہ کتابت اسلیے قبول کی گئی کہ خود نبی علیہ السلام نے اُنکی گواہی کو دو گواہون کی عزت عطا کی تھی۔ یہ زید بن ثابت جنکے اہتمام مین بمرتبہ اول قرآن جمع کیا گیا جلیل القدر صحابی کاتب وحی تھے اور عرضہ اخیرہ کے زمانہ مین یعنے جبکہ سب سے آخر نبی علیہ السلام نے جبریل امین کو قرآن سنایا تھا موجود تھے اور اسیکے موافق دوسرون کو قرآن سکھایا کرتے تھے انھین وجوہ سے خلیفہ اول نے اُنکو واسطے اہتمام جمع قرآن کے منتخب کیا حضرت عمرؓ کو بھی یہ انتخاب پسند تھا حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد کی ترتیب ہرچند چار صحابیون کے سپرد کی تھی جنمین ایک یہی زید بن ثابت تھے مگر اُنکی رائے کو تین باقی کے برابر سمجھا تھا چنانچہ حسب روایت امام بخاری دیگر ارکان ثلاثہ کو یون ہدایت فرمائی تھی [۱] اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ [۲] فَاِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ الحاصل ایسے معزز بزرگ نے جنکی لیاقت مسلم تھی بکمل تحقیقات کے بعد جسمین شہادت زبانی اور تحریری دونون پہلو پر حاصل کرنا ثبوت کا لازم کرلیا گیا تھا قرآن کو سب سے پہلے جمع کیا جسکی بدولت اہم خطرات کا لائق اطمینان انسداد ہوگیا اور صحابہ کی جماعت نے جنمین بعض پورے قرآن کے حافظ تھے اور بعضون کے حافظہ مین مختلف سورتین خواہ آیتین محفوظ تھین تسلیم کرلیا کہ پورا کلام الٰہی ضبط تحریر مین آکے محفوظ ہوگیا۔ یہ زمانہ خلافت صدیق کا زمانہ تھا اور باسطوت روشن ضمیر عمر بن الخطاب زندہ تھے

۱؎ جب تم لوگ اور زید بن ثابت کسی چیز مین قرآن کے اختلاف کرو تو زبان مین قریش کے اُسکو لکھو کیونکہ قرآن اُنھین کی زبان مین نازل ہوا تھا ۱۲ ۲؎ مروی ہے کہ نسبت لفظ التابوت جو معنی صندوق سورہ البقرہ رکوع ۳۲ مین واقع ہے اختلاف پیدا ہوا زید نے التابوہ پڑھا اور قرشیون نے التابوت دونون کے معنے واحد تھے لیکن لفظ التابوت جو لغت قریش کے موافق تھا اختیار کیا گیا ۱۲

اُس عصر کے مسلمانون مین خود نمائی کے خیالات نے نشو و نما نہین پائے تھے اور سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ نبی علیہ السلام کی وفات کو ایک سال سے کچھ ہی زیادہ عرصہ گذرا تھا اسلیئے نیک خوئی کا گہرا رنگ اسلامی دار الخلافت مین پھیکا نہین پڑا تھا الغرض اسی عہد سعادت عہد کی یہ برکت تھی کہ سہولت کے ساتھ کارروائی ہوگئی اور اختلاف کی بھنک بھی ایسے نازک وقت مین کسی کو سُنائی نہین دی فالحمد للہ علی ذالک ترتیب اول نے جسکا شکریہ ہر مسلمان پر واجب ہی ہر چند بہت بڑا مرحلہ طی کر دیا لیکن پھر بھی چند مرحلے طی کرنے باقی رہگئے۔

(۱) سورتون کی ترتیب بلحاظ اُنکے تقدم و تاخر کے نہین ہوئی تھی۔

(۲) بلغت قریش قراٗتون کا جھگڑا طی نہین ہوا نہ اُسوقت تک اسطرح کی کوئی بحث پیش آئی تھی۔

تذکرہ ترتیب جو بعہد عثمان بن عفانؓ کی گئی

قبل اسکے کہ ہم بیان ترتیب کو شروع کرین مقدمات ذیل کا لکھنا ضروری ہی جن سے ہمارے اصل مقصود پر لائق قدر روشنی پڑیگی۔

مقدمہ (۱)

حدیث

عروہ بن الزبیر نے روایت کی ہے کہ مسور بن مخرمہ اور عبد الرحمن بن	عن عروۃ بن الزبیر ان المسور بن مخرمۃ وعبد الرحمن

ابن عبد القاری حدثاه انہما سمعا عمر بن الخطاب
یقول سمعت ہشام بن حکیم یقرأ سورۃ الفرقان
فی حیوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستمعت لقراءتہ
فاذا ہو یقرأ علی حروف کثیرۃ لم یقرءنیہا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکدت
اساورہ فی الصلوۃ فتصبرت حتی سلّم
فلببتہ بردائہ فقلت من اقرأک
ہذہ السورۃ التی سمعتک تقرأ قال
اقرأنیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقلت کذبت فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قد اقرأنیہا علی غیر ما قرأت فانطلقت
بہ اقودہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقلت انی سمعت ہذا یقرأ بسورۃ الفرقان
علی حروف لم تقرأنیہا فقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ارسلہ اقرأ
یا ہشام فقرأ علیہ القراءۃ التی سمعتہ
یقرأ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عبد القاری دونون نے اُن سے کہا کہ اُن لوگون نے سنا عمر بن
الخطاب رض سے کہ کہتے تھے کہ سنا مین نے ہشام بن حکیم کو کہ پڑھتے تھے
سورہ فرقان کو زندگی مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس مین نے
اُنکی قرأت کو سنا کہ وہ ایسے بہت حروف پڑھتے ہین جنھین مجکو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین پڑھایا تھا پس قریب تھا
کہ مین نماز کے اندر اُنکا سر پکڑ لون لیکن مین نے بمشکل صبر کیا تا آنکہ
اُنھون نے سلام پھیرا پس مین نے اُنکی چادر گلے مین ڈال کے
کھینچا اور پوچھا کہ کسنے تمکو یہ سورہ جو مین نے تمکو پڑھتے سنا ہی
پڑھایا ہی اُنھون نے جواب دیا کہ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے پڑھایا ہی تب مین نے کہا کہ تمنے جھوٹ کہا مجکو تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاف تمھاری قرأت کے پڑھایا ہی
پس مین اُنکو کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
لے گیا اور عرض کیا کہ مین نے اس شخص کو سورہ فرقان اُن
حرفون کے ساتھ پڑھتے سنا ہی جو آپ نے مجکو نہین پڑھایا
ہی تب فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انکو چھوڑ دو اور
ہشام سے کہا کہ پڑھو پس ہشام نے وہی قرأت پڑھی جو
مین نے اُنکو پڑھتے سنا تھا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

كذلك أنزلت ثم قال اقرأ يا عمر فقرأت القراءة التي اقرأني فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم كذلك انزلت ان هذا القرآن أنزل على سبعة احرف فاقرءوا ما تيسّر منه (رواه البخاري)

اسی طرح اُتری ہی بعد ازان ارشاد کیا اے عمر تم پڑھو پس مین نے وہ قرأت پڑھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو پڑھایا تھا حضور نے فرمایا کہ اسی طرح اُتری ہی بیشک یہ قرآن نازل کیا گیا سات حرفون پر پس پڑھو اُسمین سے جو تمکو آسان معلوم ہو۔

حدیث (٢)

عن أُبي بن كعب قال لقي رسول الله صلى الله عليه وسلم جبرئيل فقال يا جبرائيل اني بعثت الى أُمةٍ أُمّيين منهم العجوز والشيخ الكبير والغلام والجارية والرجل الذي لم يقرأ كتابًا قطّ قال يا محمد ان القرآن أُنزل على سبعةِ احرفٍ (رواه الترمذي)

ابی بن کعب نے روایت کی ہی کہ ملاقات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے پس کہا اے جبرئیل مین اُٹھایا گیا ہون طرف ایسے اَن پڑھ گروہ کے جنمین بُڑھے اور بڑے بوڑھے غلام اور لونڈی اور ایسے مرد ہین جنھون نے کوئی کتاب نہین پڑھی جبرئیل نے کہا کہ اے محمد قرآن اُتارا گیا ہی سات حرفون پر۔

لفظ سبعۃ احرف کی تشریح خود نبی علیہ السلام نے نہین فرمائی اسلیے علما کو ضرورت پڑی اور اُنھون نے اپنے اپنے مذاق کے موافق اُسکی مختلف تعبیرین کین چنانچہ ابن حبان کہتے ہین کہ ایسی تعبیرون کا شمار پینتیس تک ہو سکتا ہی لیکن مختار یہی قول ہی کہ اس لفظ سے مختلف قبائل کے سات لغت مراد ہین اور جہانتک غور کیا جاتا ہی درحقیقت حدیث نمبری ٢ سے

تائید اسی قول مختار کی ہوتی ہی۔ بات یہ ہی کہ زمانہ تنزیل مین اسلام کی ابتدائی حالت تھی اور مسلمانون کے کان کو زیادہ آشنائی کلام معجز نظام کے ساتھ پیدا نہین ہوئی تھی باانیہمہ ضرورت وقت کا یہ تقاضا تھا کہ جہانتک جلد ممکن ہی تعلیم قرآنی کی اشاعت خطہ عرب مین کی جائے لیکن یہ مشکل آپڑی تھی کہ علاوہ معذورین کے قبائل عرب یا اُنکے اکثر افراد جاہل اور غیر تربیت یافتہ تھے اور زبان کے لغت تو بہرکیف اُنکی زبان پر چڑھ گئے تھے لیکن اُنکے لیے سخت دشوار تھا کہ لغات قریش سے جنمین اصل قرآن نازل ہوا تھا اپنی زبان کو آشنا کرلین اسلیے اجازت دیگئی کہ لغات سبعہ مین سے جو لغت ہم معنی لغت قریش کا آسان معلوم ہو اُسکا استعمال کرین لیکن جیساکہ الفاظ حدیث سے صاف ظاہر ہی معنی قرآن مین ایسے تصرف کی اجازت نہین دی گئی تھی جس سے مقصود باری تعالی کا بدل جاتا یا اُسکی قوت کا گھٹ جانا لازم آتا۔

فاضل قسطلانی فرماتے ہین کہ لفظی تغیرات کے لیے بھی یہ شرط تھی کہ خود نبی علیہ السلام کی زبان فیض ترجمان سے وہ دوسرا لفظ سُنا گیا ہو چنانچہ اُنکی تقریر بلفظہ حسب ذیل ہی۔

لکن[ل] الاباحۃ المذکورۃ لم تقع بالتشہی ای ان کل احد یغیر الکلمۃ بمرادفھا فی لغتہ بل ذلک مقصور علی السّماع من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کما یشیر الیہ قول کل من عمر وھشام اقرأنی النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم وہ مسئلہ جسکا اظہار فاضل موصوف نے کیا ہی ضرور باوقعت اور لائق تسلیم ہی لیکن جو دلیل بیان کی گئی وہ ناقص ہی کیونکہ محض اس

[ل] لیکن جواز مذکور کا یہ مطلب نہین ہی کہ وہ خواہش کے تابع رہا ہو یعنی ہر ایک شخص کلمہ کو ساتھ اُسکے مرادف کے جو اُسکی لغت مین پایا جائے باختیار خود بدلدے بلکہ یہ محدود ہی اوپر سماعت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جیساکہ اشارہ کرتا ہی اُسکی طرف بیان عمر اور ہشام کا کہ پڑھایا مجکو نبی علیہ السلام نے ۱۲

حجت ہے کہ خود رسول خدا نے سورہ فرقان کے اختلاف لغات کی تعلیم کی تھی وہ اجازت عام جو حدیثون سے مستنبط ہوتی ہی محدود نہین ہوجاتی اسلیے مین اُسی نتیجہ کو دلائل ذیل سے اخذ کرتا ہون۔

(۱) خطۂ عرب مین قبیلون کی کثرت تھی اور کم وبیش اُنکے لغت اور اُنکے تلفظ مختلف تھے حضور نے اگرچہ ارشاد کیا کہ قرآن لغات سبعہ پر نازل ہوا ہی لیکن یہ تصریح نہین فرمائی کہ اس تعداد سے کن کن قبائل کے لغات مراد ہین پس یہی اجمال بیان اشارہ کرتا ہی کہ تغیر الفاظ توقیفی اور محتاج بیان نبی علیہ السلام کا تھا۔

(۲) عمر و ہشام کے جھگڑون مین حضور نے تو یہ ارشاد نہین فرمایا کہ کسی لغت قرآن کا لغت مرادف سے بدل دینا جائز ہی بلکہ ارشاد یون ہوا ہی اِنَّ ھٰذَا القُراٰن اُنزل علیٰ سبعة احرفٍ پس ظاہر ہوا کہ تنزیل کی تبعیت واجب اور لازم تھی اور اسکی حالت بغیر ارشاد رسالتمآب غیر ممکن تھا کہ کوئی دوسرا مسلمان دریافت کرلے۔

(۳) ایسے جاہلون اور معذورون مین جنکا تذکرہ حدیث ترمذی مین ہوا ہی ایسا امتیاز کہان تھا کہ وہ ٹھیک لغت قریش کے مرادف اپنے لغت کا کوئی فصیح لفظ استعمال کرتے اسلیے قرین قیاس نہین ہی کہ اُنکو یہ اجازت عام دیدی گئی ہو کہ خود اپنی تجویز سے ایک لفظ کو نکال کے دوسرا لفظ اسکی جگہ قائم کردین کیونکہ ایسی صورت مین صریح اندیشہ تھا کہ لفظی تغیر سے معنی مقصود بدل جائے یا فصاحت قرآنی مین خلل پڑے۔ الحاصل عہد مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن کی قرأت بہ تبعیت تعلیم نبوی مختلف لغات مین کی جاتی تھی اور ہمارے روبرو کوئی ایسی صریح اور قوی سند موجود نہین ہی جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاے کہ قبل

ترتیب ثانی قرآن کے وہ وسعت محدود ہوئی یا وہ آزادی سلب کردی گئی تھی۔

مقدمہ (۲)

حدیث

عن فاطمة اسرّ الیّ النبیّ صلی اللہ علیه وسلم انّ جبرئیل یعارضنی بالقراٰن کل سنةٍ وانّه عارضنی العام مرّتین ولا اراه الّا حضر اجلی (رواه البخاری)	حضرت فاطمہ نے روایت کی ہو کہ چپکے فرمایا مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبرئیل ہر سال مجھسے قرآن کا دَورہ کرتے تھے اور اس سال دو مرتبہ دَورہ کیا ہو اور مین اُسکی وجہ سوا اسکے اور کچھ نہین سمجھتا کہ میری موت قریب ہو۔

اس حدیث سے پتا ملتا ہو کہ زمانۂ تنزیل مین بغرض استقرار و حفاظت کلام منزل کے نبی علیہ السلام ساتھ جبرئیل امین کے قرآن کا سالانہ دورہ فرمایا کرتے تھے اور بہت زیادہ قرین قیاس ہو کہ اُس مناسب وقت مین تشریح معنوی اور توسیع لفظی کے بھی الہام ہوتے تھے امام بخاری نے ٹھیک اسی حدیث کے بعد یہ حدیث روایت کی ہو۔

حدیث

عن ابن عبّاسٍ قال کان النبیّ صلی اللہ علیه وسلم اجود النّاس بالخیر	ابن عباس سے روایت ہو کہ کہا اُنھون نے کہ نبی علیہ السلام جماعت انسانی سے زیادہ فیاض ساتھ نیکیون کے تھے

واجود مایکون فی شهر رمضان لان جبرئیل	اور ماہ رمضان مین آپ کی فیاضی زیادہ بڑھ جاتی تھی کیونکہ
کان یلقاه فی کل لیلة فی شهر رمضان حتے	جبرئیل امین ماہ رمضان کی ہر رات مین تا اختتام اس مہینہ کے
ینسلخ یعرض علیه رسول الله صلے	آپ سے ملاقات کرتے اور آپ اُن پر قرآن کو پیش کرتے تھے
الله علیه وسلم القرآن فاذا لقیه جبرئیل	پس جب حضور سے جبرئیل ملاقات کرتے تو آپ ریح مرسل
کان اجود بالخیر من الریح المرسلة	سے زیادہ فیاض بالخیر ہو جاتے تھے۔

موقع حدیث اور طرز بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعلیم قرآن کی نسبت حضور کی فیاضیان ماہ رمضان مین زیادہ بڑھجاتی تھین جسکی خاص وجہ سوا اسکے اور کیا تھی کہ سرمایہ معلومات ترقی کرجاتا اور یہ منصبی ضرورت پیش آتی کہ امت مرحومہ کو ہدایات جدید سے جنکا الہام ہوا تھا اطلاع دیجائے

اب یہ بحث پیش آجاتی ہے کہ دور آخر لغات سبعہ کے ساتھ ہوا تھا یا صرف اُسی ایک لغت مین جو مجموعہ موجودہ مین پایا جاتا ہے قسطلانی نے لکھا ہے کہ نزدیک احمد وغیرہ کے بطریق عبیدہ السلمانی اور نزدیک الحاکم کے حدیث سے سمرہ کے جسکی سند حسن ہے یہ واقعہ مسلم ہوا ہے کہ مصحف عثمانی موافق عرضہ اخیر کے مرتب ہوا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ وہ عرضہ ایک ہی لغت مین ہوا تھا جو اب مجموعہ موجودہ مین پایا جاتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ خود حضرت عثمان نے جامعان قرآن سے جیسا کہ ہمنے قبل اسکے حدیث بخاری سے نشان دیا ہے یہ ہدایت کی تھی کہ بصورت اختلاف کے قریش کے لغت تحریر کیے جائین کیونکہ قرآن اُسی لغت مین نازل ہوا ہے پس اگر عرضہ آخر ایک لغت پر ہوا تھا اور اُسکی حالت لوگون کو معلوم بھی تھی تو ایسی صورت مین اختلاف کیون ہوتا اور اگر بالفرض اُسکی نوبت آسکتی تھی تو واسطے طے کرنے اُس اختلاف کے

یہ کہنا چاہیے تھا کہ بعد تحقیقات بلیغ کے عرضۂ آخر کی تقلید کیجائے اور یہ بھی نہ سہی تو ہدایت عثمانی کا یہ پرداز ہوتا کہ بحالت اختلاف کے لغت قریش کی تبعیت کیجائے کیونکہ دورہ آخر اُسی لغت مین ہوا تھا واسطے رفع کرنے اس مشکل کے میرا یہ خیال ہو کہ عرضہ اخیر کا مکمل بیان صحابہ کو نہین سنایا گیا تھا یا یہ کہ جو کچھ سُنایا گیا وہ سب اُنکے حافظہ مین محفوظ نہ تھا اسلیے جہانتک اُن لوگون کی سماعت مین آیا تھا یا جسقدر محفوظ فی الحافظہ تھا اُسکی تقلید ترتیب ثانی مین بلا تکلف کی گئی لیکن باقی کی نسبت اختلاف کا اندیشہ تھا اسلیے اُسکے طے کرنے کے واسطے یہ ہدایت کی گئی تھی کہ تبعیت لغت قریش کی جاے جسمین پہلے قرآن نازل ہوا اگرچہ بوجہ خاص دوسرے لغات مین بھی اسکے پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی۔

مقدمہ (۳)

ہرچند توسیع قرأت اسوجہ سے گوارا کی گئی کہ جاہلون اور معذورون اور دوسرے قبائل کے افراد کو قرأت مین آسانی ہو لیکن ظاہر ہوتا ہو کہ عہد مین جناب رسالت مآب کے خود قرشی قبیلہ کے افراد اُس وسعت سے فائدہ اُٹھانے کے مجاز تھے چنانچہ ہشام بن حکیم مثل عمر بن الخطاب کے قریشی تھے اور بعد فتح مکہ ایمان لائے تھے لیکن اِن دونون کی تعلیم مختلف لغات مین ہوئی تھی جنمین کم سے کم ایک غیر قریش کے لغت پر حاوی تھی اور غالباً اسطرح کی تعلیم مین یہ مصلحت رہی ہو کہ یہ دونون یا اُنمین سے ایک دوسرے قبیلہ کے مسلمانون کو خود اُنھین کے لغت مین قرآن کی تعلیم دے سکے۔

مقدمہ (۴)

حدیث

عن عبد اللہ بن عمر۔ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول خذوا القرآن من اربعۃ من عبد اللہ بن مسعود وسالم ومعاذ وابی بن کعب۔ (رواہ البخاری)

عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ سُنا مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ فرماتے تھے کہ سیکھو قرآن ان چار آدمیون سے عبد اللہ بن مسعود وسالم ومعاذ وابی بن کعب۔

وقت ترتیب اول صرف زید بن ثابت جمع قرآن کے لیے مہتمم مقرر ہوئے تھے اور ترتیب ثانی کے وقت کام بڑھ گیا تھا کیونکہ سورتون کو مناسب سلسلہ مین ترتیب دینا تھا اور بڑے اُلجھاؤ کا دوسرا کام یہ تھا کہ لغت واحد مین قرآن لکھا جاے اسلیے زید بن ثابت وعبد اللہ بن زبیر وسعید بن العاص وعبد الرحمن بن الحارث کے سپرد انجام اِن دونون خدمتون کا کیا گیا۔ پس سوال یہ ہے کہ جب تک اِن چار اشخاص متذکرہ حدیث بخاری مین کوئی شخص موجود تھا تو اُسکی موجودگی مین واسطے انجام اس خدمت اہم کے دوسرون کا انتخاب کیون کیا گیا اِس سوال کا جواب یہ ہے کہ زمانۂ حیات جناب سرور کائنات مین ان چار بزرگون کے علاوہ بڑے بڑے ماہر قرآن جنمین بالخصوص ابو بکر الصدیق وعلی المرتضے کا شمار کرنا چاہیے موجود تھے مگر اُن لوگون کو دوسری خدمات اہم مین اسطرح کی مشغولی تھی کہ وہ واسطے پڑھانے قرآن کے نامزد نہین کیے گئے پس اِن چار کی ماموری سے یہ نتیجہ پیدا نہین ہوتا کہ اُن لوگون کی مہارت عموماً دوسرون سے زیادہ تھی اور پھر ہر شخص کی لیاقت اور حالات پر وقت تقرری

لحاظ کرنا دوراندیشی کی بات ہی اور اُسکا اندازہ ٹھیک ٹھیک وہی شخص کرسکتا ہی جو ماسوا علی الحق سے کام لیتا ہی خلیفہ اول کے وقت مین ضرورت تھی کہ شہادت تحریری وزبانی آزادی کے ساتھ لیجائے اور بعد تحقیقات کامل سور قرآنی یکجا کردیے جائین۔ حضرت عثمان رض کے وقت مین اختلاف کا دائرہ وسیع ہوگیا تھا جسکے مٹانے کے لیے بڑی عالی دماغی کی ضرورت تھی چنانچہ ہر دو خلفا نے خوب سوچ سمجھ کے جسکو زیادہ لائق کام کے پایا اُسی کو انجام خدمت کے لیے مامور کیا تیرہ سو برس کے بعد کسی حجتی کی یہ حجتین کہ فلان اشخاص زیادہ قابل واسطے اہتمام کے تھے نزدیک اہل عقول کے نامقبول ہین۔

ہمکو خود بیان سے عبداللہ بن مسعود کے یہ پتا چلتا ہی کہ اُنھون نے اسی سورتون سے کچھ کم سورتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھی تھین (کما رواہ البخاری) لیکن زید بن ثابت نے تو پورا قرآن رسول اللہ کے عہد مین یاد کرلیا تھا۔

حدیث

عن[1] قتادۃ قال سألت انس بن مالک من جمع القران علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربعۃ کلھم من الانصار	قتادہ سے روایت ہی کہ مین نے انس بن مالک سے پوچھا کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین قرآن کو کس نے جمع کیا یعنے پورا یاد کیا تھا کہا کہ چار شخصون نے جو سب انصار سے تھے

[1] قسطلانی نے لکھا ہی کہ مراد یہ ہی کہ ساتھ جمیع وجوہ اور قراءت کے صرف انھین چار نے قرآن کو جمع کیا تھا یا یہ کہ خاص تعلیم نبی علیہ السلام صرف انھین اشخاص نے پورا قرآن پڑھا تھا مین کہتا ہون کہ اس تخصیص کو بھی فرقہ انصار تک محدود رکھنا چاہیے کیونکہ بعض قریشی مہاجر تو ان لوگون سے بھی زیادہ عارف بالقرآن مع جمیع ما لہ وما علیہ تھے ۱۲

ابی بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابو زید (رواہ البخاری)	ابی بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابو زید۔

ایک دوسری حدیث مین بہ ترک ابی بن کعب ابوالدرداء و معاذ بن جبل و زید بن ثابت اور ابو زید کا نام حسب بیان انس ابن مالک لیا گیا ہی۔ وقت ترتیب ثانی ابی بن کعب اور عبد اللہ بن مسعود کی یہ حالت تھی کہ ان لوگون نے اپنے خاص امتیاز سے ایک مجموعہ بنا لیا تھا اور آیہ قرآنی مین خلاف جمہور صحابہ کے بیشی خواہ کمی کا اظہار کرتے تھے پس آزادانہ تحقیقات کے واسطے اُنکی تقرری کب جائز تھی اور کچھ شک نہین کہ اگر یہ دونون شریک جماعت جامعان قرآن کیے جاتے تو بڑے بڑے مشکلات کا سامنا متوقع تھا پس حضرت عثمانؓ نے اعلی درجہ کی دانشمندی کو راہ دی کہ یہ لوگ ترتیب کی کارروائی مین دخیل نہین کیے گئے۔ اور سالم (مولی ابی حذیفہ) اور معاذ (ابن جبل) قبل ترتیب ثانی دنیاے فانی سے انتقال کر چکے تھے۔ خذیفہ بن الیمان اہل عراق کے ساتھ جنگ ارمینیہ اور آذربیجان مین مصروف تھے وہان کی لشکرگاہ مین اُنکو معلوم ہوا کہ بوجہ اختلاف قرأت اہل شام اور اہل عراق ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہین اِس واقعہ سے اُنکے اسلامی قلب کو چوٹ لگی اور جب وہان سے واپس آئے تب خلیفہ وقت کے حضور مین باظہار صورت حال عرض کیا کہ قبل اسکے کہ مثل یہود و نصاری کے امت محمدیہ بھی کتاب الٰہی مین اختلاف کرے آپ اُسکی خبر لیجیے اور پھر دوسرے ذریعون سے بھی خلیفہ کے کانون تک خبر پہونچ گئی تھی کہ اختلاف قرأت نے یہانتک طول پکڑا ہی کہ معلمان و متعلمان قرآن زبانی مباحث سے تجاوز کر کے جدال و قتال کا ارتکاب کر رہے ہین یہ خبرین وحشت انگیز

تھین اور کوئی دانشمند ہمدرد اسلام اُنکو سُن کے خوش نہین رہ سکتا تھا اسلیے حضرت عثمان
نے ارادہ مصمم کرلیا کہ اُن دونون کمی کو جو ترتیب اول مین رہ گئی تھین اور جنکا مین نے قبل اسکے
تذکرہ کردیا ہی رفع کرکے بلاد اسلام مین مجموعۂ قرآنی کی اشاعت کردین تاکہ طوفان اختلاف سے بچاے
اور اُسکی روز افزون ترقیان بنیاد اسلام مین تزلزل پیدا نہ کرسکین چنانچہ ایسا ہی عمل مین
آیا اور آج نتائج عمل کے محاسن کو خود ہم لوگ اپنی آنکھون سے دیکھ رہے ہین۔

ترجیح من وجہ کے مختلف وجوہ ہوا کرتے ہین اور ترجیح قرآنی سورتون کی بھی یہی
حالت ہی چنانچہ ترتیب ثانی مین سورتون کی ترتیب کے وقت غالباً یہی خیال مرجح قائم
ہوا تھا کہ آیات قرآنی منبع برکات ہین اسلیے جن سورتون مین اُنکی تعداد زیادہ پائی جاے ضرور
ہی کہ اُنمین ذخیرہ برکات بھی زیادہ مخزون ہو الغرض بمشورہ اکابر صحابہ بڑی بڑی سورتین
پہلے اور چھوٹی چھوٹی سورتین اُنکے بعد تحریر ہوئین ہان اکثر موقع مین اس ضابطہ سے انحراف بھی
کیا گیا یعنی چھوٹی سورتون کو بڑی سورتون سے پہلے جگہ دی گئی جسکی کوئی معقول وجہ سوا
اسکے سمجھ مین نہین آتی کہ کسی اشارۂ نبوی سے اُنکا تقدم و تاخر جامعان قرآن کو معلوم تھا اسلیے
اُنھون نے اپنے ضابطہ کو توڑا اور اشارۂ نبوی کی تبعیت کی۔ کل سورتین قرآن کی چار اقسام
پر منقسم ہین (۱) طوال بڑی سورتین جنمین شمار آیتون کا زیادہ ہی (۲) مئون[له] جن مین ایک سو خواہ

له فاضل سیوطی نے اتقان مین بہ فصل ترتیب السُّوَر ایک خاتمہ تحریر کیا ہی اور اُسی سے ہمنے مئون مثانی اور مفصل کی تعریف اخذ کی ہی فاضل
موصوف نے طوال کی کوئی تعریف نہین لکھی بلکہ صرف اسی قدر لکھا ہی کہ سبع طوال کی اول سورۃ البقر اور آخر التوبہ ہی مگر مئون او رمثانی کی ابتدا اور
انتہا بیان نہین کی ہی اور ہم جب بلحاظ تعریف کے مقابلہ کرتے ہین تو ہم ایک قسم کو دوسرے مین مخلوط پاتے ہین سورۃ الانفال مین صرف پچھتر آیتین موجود ہین لیکن
بشمول سورۃ التوبہ آیہ کی تعداد دو سو سے بڑھجاتی ہی سورۃ الشعرا کی آیتین باستثناے البقرہ جملہ سورتون سے زیادہ ہین مگر از روے روایت ع

[illegible] سورہ التوبہ سورۃ الانفال کی ضمیمہ سمجھی جاتی ہی ۱۲

اُسکے قریب آیتین موجود ہین۔ (۳) مثانی جنمین شمار آیتون کا ایک سو سے کم ہے اور اُنکو مثانی اسلیے کہتے ہین کہ زمانہ محدود کے اندر اُنکی تکرار بمقابلہ طوال و مئون کے زیادہ ہوسکتی ہے۔ (۴) مفصل جنمین شمار آیتون کا مثانی سے بھی کم ہے اور وجہ اُسکے تسمیہ کی یہ بیان کی گئی ہے کہ اُنکے حلقہ مین بذریعہ تحریر بسم اللہ کے نشانات فاصلہ دوسرے اقسام سے زیادہ ہین۔ اب مفصل کی بھی تین قسمین ذیلی ہین یعنی چھوٹی بڑی متوسط اور کتب فقہ مین یہ سورتین ذیل کے نام سے موسوم ہوئی ہین، (۱) طوال مفصل (۲) اوساط مفصل۔ (۳) قصار مفصل اقسام متذکرہ بالا کے تعین سُور مین بہت اختلاف ہے لیکن مین روایت غالب کو قبول کر کے خانہ پُری نقشہ ذیل کی کرتا ہون۔

قسم[۱]	پارہ قرآن جنمین وہ واقع ہے	ابتدا و انتہا	تعداد سورتون کی	کیفیت
طوال	۱-لغایت ۱۱	البقرہ تا التوبہ	۸	
مئون	۱۱-لغایت ۲۶	یونس تا الفتح	۳۹	
مثانی				
طوال مفصل[۲]	۲۶-لغایت ۳۰	الحجرات تا البروج	۳۷	
اوساط مفصل	۳۰	الطارق تا البینہ	۱۳	
قصار مفصل	۳۰	الزلزال تا آخر	۱۶	

[۱] سورہ فاتحہ ان اقسام اربعہ سے خارج ہے اسلیے بشمول اسکے سورتون کی تعداد ایک سو چودہ پوری ہو جاتی ہے ۱۲

[۲] مفصل کے ہر سہ قسمون کی تعداد موافق رائے صاحب ہدایہ کے بیان کی گئی ہے اور ان سب کا تسمیہ ساتھ طوال اور اوساط و قصار کے باعتبار اکثر سورتون کے کیا گیا ہے ورنہ بعض قصار اوساط سے اور بعض اوساط طوال سے زیادہ آیتون پر شامل ہین ۱۲

ممکن تھا کہ باعتبار تنزیل کے سورتون کی ترتیب دیجاتی لیکن بات یہ ہو کہ بڑی سورتون کے درمیان زیادہ چھوٹی اور چھوٹی سورتون کے درمیان بہت بڑی سورتین جو شنا معلوم نہین ہوتین پھر لحاظ نزول کے سورتون کی ترتیب مین اگرچہ ایک طرح کا تاریخی فائدہ ضرور تھا لیکن بخصوص استخراج مسائل و تمیز ناسخ و منسوخ کے وہ فائدہ زیادہ قدر کے لائق نہ تھا کیونکہ نزول قرآن کی یہ صورت تھی کہ ایک سورہ پہلے نازل ہوا اور جب وہ ختم ہوئے تب کوئی دوسری سورت شروع کیجائے بلکہ کبھی متعدد سورتون کی آیتین زمانۂ واحد مین نازل ہوتی تھین کبھی بعد ختم ہونے سورہ کے پہلی سورت کی تکمیل عمل مین آتی تھی اور دونون صورتون مین آیات منزل کو حسب ہدایت نبوی سور متعلقہ مین جگہ دیجاتی پس باعتبار نزول کے اگر سورتون کی ترتیب دیجاتی تو اُس سے صرف یہ معلوم ہوسکتا تھا کہ فلان سورہ کا نزول پہلے شروع ہوا لیکن یہ کیونکر ظاہر ہوتا کہ اس سورہ کی جملہ آیتین کب نازل ہوئین ہان اگر سورتون کی ترتیب توڑ دیجاتی تو باعتبار نزول کے آیات قرآنی کی ترتیب بخصوص علم ناسخ و منسوخ کے بہت ہی کارآمد ہوتی لیکن اگر کوئی شخص ترتیب آیات کے توڑنے کا قصد کرتا تو وہ جامع قرآن نہین بلکہ نظام قرآنی کا درہم و برہم کرنے والا سمجھا جاتا۔ ابن سیرین نے عکرمہ سے روایت کی ہو کہ اگر جن و انس اتفاق کرتے تو بھی بلحاظ نزول آیات کے قرآن کی تالیف غیر ممکن تھی بظاہر ایسے عدم امکان کی وجہ موجہ سوا اسکے معلوم نہین ہوتی کہ آیتون کی ترتیب موجودہ خدا کے حکم سے ہوئی تھی اور وہی اپنے وعدہ کے موافق اُس ترتیب کا حافظ بھی تھا اسلیے غیر ممکن تھا کہ جامعتہا جن و انس اُس نظام کو برہم کرسکتین جسکی حفاظت کو خود خلاق عالم نے اپنے ذمہ لے لیا تھا۔

اس بیان مین کچھ مبالغہ نہین ہو کہ زید بن ثابت معاملہ مین جمع قرآن کی ضرورت سے کسی قدر زیادہ محتاط تھے اور ثبوت اُسکا یہ ہو کہ ہرچند ترتیب اول بعد تحقیقات کامل اُنھین کے ہاتھون سے ہوئی تھی باایں ہمہ اُنھون نے ہنگام ترتیب ثانی اُسی طرح کا سلسلہ تحقیقات دوبارہ قائم کیا تھا جسکا پتا حدیث ذیل سے چلتا ہو جو بعد تذکرہ ترتیب عثمانی بخاری مین نقل کی گئی ہو اور فاضل قسطلانی نے تصریح کی ہو کہ جو تذکرہ اس حدیث مین ہوا ہو وہ زمانہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق ہو۔

حدیث

عن خارجہ بن زید بن ثابت سمع زید بن ثابت	خارجہ بن زید بن ثابت نے روایت کی ہو کہ سنا اُنھون نے
قال فقدت آیۃ من الاحزاب حین نسخنا	زید بن ثابت سے کہتے تھے کہ وقت تحریر مصحف مجکو ایک
المصحف قد کنت اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	آیت سورۂ احزاب کی نہین ملی حالانکہ مین اُسکو رسول اللہ صلی اللہ
یقرأھا فالتمسناھا فوجدناھا مع خزیمۃ بن ثابت	علیہ وسلم کو پڑھتے سُنا کرتا تھا پس مین نے اُسکی تلاش کی
الانصاری من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا	اور خزیمہ بن ثابت کے پاس اُسکو پایا من المؤمنین الخ
اللہ علیہ فالحقناھا فی سورتھا فی المصحف۔	پس اُسکو اُسکی سورہ مین اندر مصحف کے ملا دیا۔

الغرض مصحف پاک کی ترتیب بعد تحقیقات لغت واحد یعنی لغت قریش پر کی گئی اور جہانتک ممکن ہوا عرضہ اخیر کی تبعیت عمل مین آئی پھر باقی مصاحف جنکی ترتیب دوسرون نے کی تھی

ل پہلی ترتیب مین سورۃ التوبہ کی آخر آیتین ابوخزیمہ کے پاس ملی تھین اور ترتیب ثانی مین سورہ احزاب کی ایک آیت خزیمہ ابن ثابت کے پاس جو سوائے ابوخزیمہ کے دوسرے شخص تھے موجود ملی تھی ۱۲

اور جنسے فساد کا اندیشہ تھا جلادیے گئے۔ کہنے والے کہہ سکتے ہین کہ جلانا قرآن کا حسن ادب کے خلاف تھا چنانچہ شیبانی نے السیر الکبیر مین صاف لکھدیا ہی کہ اگر قرآن پُرانا اور ناقابل قرأت ہوجاے تو اُسکو جلانا نہین چاہیے اور صاحب ذخیرہ فرماتے ہین کہ ہم لوگون کے نزدیک یہی راے مقبول ہی۔ فقہاے حنفیہ کی یہ راے ہی کہ ایسا مصحف پھاڑا نہ جاے بلکہ لحد بنا کے دفن کیا جاے تاکہ مٹی پڑنے سے اُسکی اہانت نہو بلکہ اُن لوگون نے یہانتک مبالغہ کیا ہی کہ اگر کسی سقف جگہہ مین ایسے قرآن کو رکھدین تو زیادہ اچھا ہی۔

مین کہتا ہون کہ عظمت کا برتاؤ موافق خیالات اہل زمانہ کے ہوا کرتا ہی جس زمانے مین یہ مصحف جلائے گئے اُسوقت مقدس چیزون کا آگ مین جلا کے معدوم کردینا غالبًا خلاف ادب نہین سمجھا جاتا تھا کیونکہ آگ کا عنصر ایسا مقبول ہی کہ اگلے زمانے مین قربانیون کی قبولیت اُسکے تصرف سے پہچانی جاتی تھی اور بڑی خوبی تو احراق مین یہ ہی کہ اُسکی بدولت آیندہ سوء ادب کا اندیشہ باقی نہین رہجاتا اور اس تکلف کی ضرورت نہین پڑتی کہ گنبد بنا کے خطرات کا انسداد کیا جاے پھر آگ مین جلانا اگر داخل تشدد بھی سمجھ لیا جاے تو اُسکا گوارا کرنا اُسوقت بغرض تنبیہ دوسرون کے مقتضاے مصلحت تھا اور یہ مصلحت وقت ایسی قوی محرک ہی کہ اُسکی تحریک سے حضرت علی رضؓ نے چند آدمیون کو زندہ جلادیا تھا پس اگر حضرت عثمان رضؓ نے بیجان اوراق کو جنمین مسلمًا حرارت و برودت کا امتیاز نہ تھا آگ مین جلایا تو اُسپر اتنا شور و غوغا کیون کیا جاتا ہی۔ سچ یہ ہی کہ کام کیسا ہی مفید کیون نہو لیکن اکثر فطرت انسانی کا میلان خاطر اُسکی نکتہ چینی کی طرف ہوا کرتا ہی چنانچہ ہر انصاف پسند اقرار کریگا کہ ترتیب عثمانی

بڑے مناسب وقت پر ہوئی اور یہ اُسکی برکت تھی کہ کتاب اللہ مین اختلاف پیدا نہین ہونے پایا
ورنہ آج ہم دیکھتے کہ ہر فرقہ کے ہاتھ مین ایک دوسری شکل کا مجموعہ ہی اور وہ دوسرے فرقہ پر
کُھلے بند الزام تحریف کا لگا رہا ہی با اینہمہ جیسا کہ حدیث ذیل سے ظاہر ہوتا ہی ایسے محسن کی
ذات بخصوص ترتیب بھی اعتراض کرنے والون کے حملہ سے محفوظ نہین رہی۔

حدیث

روی ابن داود باسناد صحیح من طریق
سوید بن غفلة قال علیؓ لا تقولوا فی
عثمان الا خیرا فواللّٰہ ما فعل الذی
فعل فی المصاحف الا عن ملأ
منّا قال ما تقولون فی هذه القراءة
فقد بلغنی ان بعضهم یقول
قراءتی خیر من قراءتك وهذا
یكاد ان یكون كفرًا قلنا فما تری
قال اری ان نجمعَ النّاسَ
علی مُصحفٍ واحدٍ فلا
یكون فرقةٌ ولا اختلافٌ

ابن ابی داوُد نے باسناد صحیحہ طریق سوید بن غفلہ سے روایت
کی ہی کہ فرمایا علی علیہ السلام نے کہ عثمان کے حق مین سوائے
نیکی کے اور کچھ مت کہو خدا کی قسم نہین کیا اُنھون نے جو کچھ
دربارۂ مصاحف کے کیا مگر بمشورہ ہماری جماعت کے
کہا عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے تم لوگ کیا کہتے ہو
دربارہ اس قرأت کے میرے پاس یہ خبر پہونچی ہی
کہ بعض مسلمان کہتے ہین کہ ہماری قرأت
تمھاری قرأت سے اچھی ہی اور یہ تقریر منجر بکفر ہی
ہم لوگون نے کہا کہ پھر آپ کی کیا رائے ہی اُنھون نے
کہا کہ میری یہ رائے ہی کہ آدمیون کو مصحف واحد پر جمع
کرون تا کہ فرقت و اختلاف کی نوبت نہ آئے ہم لوگون نے کہا

قلنا نعم ما رأیت (قسطلانی) | کہ جو کچھ آپ نے سوچا ہی بہتر ہی،

اس حدیث سے ظاہر ہی کہ اُس عصر مین بھی جبکہ ترتیب ثانی عمل مین آئی تھی بعض آدمی عثمانی کارروائی پر اعتراض کرتے تھے جسکا دندان شکن جواب امیر خیبر شکن نے یون دیا کہ یہ کارروائی باتفاق صحابۂ کرام کے ہوئی تھی اسلیے اُسپر اعتراض کرنا درحقیقت ہم سب لوگون کا تخطیہ کرنا ہی۔ اِس موقع مین چند شبہے ناشی ہوتے ہین جنکا رفع کرنا ضروری ہی۔

اولاً عرضۂ اخیرہ مین پھر بھی اختلاف ہی کہ وہ لغت واحد پر ہوا تھا یا لغات سبعہ پر اور بالفرض لغت واحد پر ہوا ہوتا ہم کسی ایسی صریح حدیث کا نشان نہین دیا جاتا جسکا مقصود یہ ہو کہ وسعت لغات سلب کرلی گئی،

ثانیاً جامعان قرآن کو کب جائز تھا کہ وہ اُس وسعت کو جو ازروے نص صریح عطا ہوئی تھی محدود کر دیتے۔ جواب یہ ہی کہ موافق ہمارے اصول مسلمہ کے جو لوگ مدتون تک شرف اندوز صحبت حضرت رسالتمآب رہے تھے اُنکا اتفاق اوپر امر ناحق کے نہین ہوسکتا تھا اسلیے ہرچند کسی صحیح حدیث مین سقوط لغات دیگر کا نشان نہ ملتا ہو تاہم قیاس غالب یہی ہی کہ اُن لوگون کو کوئی ایسی خبر زبان فیض ترجمان سے ملی ہوگی کہ عرضۂ اخیر لغت قریش پر ہوا ہے اور اب اُسکے ساتھ قرأت قرآنی کو محدود ہونا چاہیے اور یہ بھی نہ سہی تاہم عقلاے صحابہ کی یہ راے معقول تھی کہ ابتداے حالت اسلام مین ایمان لانے والے عبارت قرآنی سے ناآشنا تھے اور اجنبی قبائل کے آدمیون کی زبان اتنی قابو مین نہ تھی کہ وہ عام طور پر لغت قریش کا تحمل کرسکتی اسلیے بضرورت عجلت اشاعت اسلام کے گوارا کرلیا گیا تھا کہ لغات مرادف سے اصل

لغت قرآن کا تبادلہ کر لیا جائے پس جب علت توسیع باقی نہ رہی تو معلول کو بھی برقرار رکھنا نہین چاہیے خصوص ایسی حالت مین کہ خطرات اختلاف کا روکنا واجب ہوگیا تھا اگر ایک امر جائز (توسیع لغات) سے دست برداری کی گئی تو کیا قصور ہوا۔

اگرچہ ترتیب مصحف عثمانی لغت واحد پر ہوئی ہو لیکن فاضل قسطلانی تسلیم کرتے ہین کہ ایک گروہ علما کی رائے ہو کہ اب بھی وسعت تبدیل لغات علی حالہ قائم ہو اور اس رائے کی تائید یون بھی ہوتی ہو کہ ہرچند حضرت عثمان رضؓ نے مصاحف مرتبہ کی اشاعت کی اور کہدیا کہ عام مسلمان اُسپر بھروسا کرین اور لغات دیگر کی قرأت ترک کردین لیکن سُنا نہین جاتا کہ سوائے اعلان کے کوئی زیادہ سخت کارروائی عمل مین آئی خواہ لغات دیگر کے کسی استعمال کرنے والے کو سزا دیگئی پس ظاہر ہوتا ہو کہ وہ اعلان صرف ایک نیک مشورہ تھا جسکو اسلامی دنیا نے برضائے خود پسند کر لیا۔ ہمنے قبل اسکے ثابت کیا ہو کہ تبادلہ لغات توقیفی یعنی محتاج اجازت نبی علیہ السلام کا تھا اسلیے اگر تسلیم کر لیا جاے کہ وسعت متذکرۂ بالا علی حالہ قائم ہو تو بھی مسلمانون کو اب یہ موقع باقی نہین رہا کہ مجموعہ موجودہ کے کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل سکین اور پھر اُسکو مُنزّل من اللہ سمجھین کیونکہ اُس تبادلہ کی نسبت اب شائد ہی اجازت نبوی کی معتمد اور متواتر سند ممکن الحصول ہو الحاصل قدرت نے ایسے سامان مہیا کردیے ہین کہ کوئی صادق الایمان مصحف موجودہ مین تغیر کی گنجایش نکال نہین سکتا،

مفصل طور پر معلوم نہین ہوتا کہ دیگر مصاحف مین جو قبل ترتیب عثمانی مرتب ہوئے تھے کیا کیا خرابیان موجود تھین لیکن غالباً بعض قرأت منسوخہ اُنمین بحال خود موجود تھین بغرض یادداشت

بعض دعاے ماثورہ کے لکھ لینے مین تامل نہین کیا گیا تھا اور کیا عجب ہے کہ بعض مقامات پر تفسیری عبارت بھی لکھی گئی ہو الغرض جب عام صحابہ کی رائے مین وہ ترتیبین لائق پسند نہ ٹھہرین تو اب اُنکے اندراجات کی تحقیق یا خود اُنکا تذکرہ لاحاصل ہے لیکن پھر بھی ہم چند مصاحف کا کچھ تذکرہ اسلیے کرتے ہین کہ دیگر امور کی بابت ناظرین کو بصیرت حاصل ہو۔

مصحف علی المرتضیٰ رضؓ

ابن سیرین نے روایت کی ہے کہ فرمایا حضرت علی رضؓ نے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا تب مین نے قسم کھائی کہ سوائے اغراض شرکت نماز جمعہ کے اُسوقت تک اپنی چادر کا استعمال نہ کرون گا کہ قرآن کو جمع کرلون چنانچہ آپ نے اُسی زمانے مین قرآن کو جمع کرلیا لیکن ابن حجر کہتے ہین کہ یہ اثر ضعیف اور منقطع ہے اور پھر اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ وہ صحیح ہے تو مراد جمع سے قرآن کا حفظ کرنا ہوگا کیونکہ خود حضرت علی رضؓ نے حضرت ابوبکر کو جامع اول تسلیم کیا ہے چنانچہ اتقان فی علوم القرآن مین تحریر ہے۔

حدیث

اخرج ابن ابی داؤد فی المصاحف بسند حسن عن عبد خیر قال سمعت علیًّا یقول اعظم النّاس فی المصاحف اجرا ابو بکر	بیان کیا ابن ابی داؤد نے کتاب المصاحف مین ساتھ سند حسن کے عبد خیر سے کہا اُنھون نے سُنا مین نے علیؓ کو کہ فرماتے تھے کہ معاملہ مصحف مین سب آدمیون مین اجر کی برتری ابوبکر کے لیے ہے

رحمۃ اللہ علی ابی بکر ھو اول من جمع کتاب اللہ ۔	رحمت خدا کی ہو ابوبکر پر کہ اُنھون نے سب سے پہلے قرآن کو جمع کیا۔

پھر انھین ابن سیرین نے عکرمہ سے روایت کی ہی جسکا خلاصہ مطلب یہ بیان کیا جاتا ہی کہ جب ابوبکر نے توقف بیعت کی شکایت کی تو اُسوقت جناب امیر نے ظاہر کیا کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ کتاب اللہ مین اضافہ کیا جاتا ہی اسلیے مین جمع قرآن مین مصروف ہوا اور بغرض بیعت مجھکو حاضری کا موقع نہین ملا۔ ابن سیرین راوی اس اثر کے کہتے ہین کہ مصحف علی مین ناسخ و منسوخ کی تشریح ہوئی تھی اور ہین نے اُسکی جستجو کی یہانتک کہ مدینہ کو خط بھی لکھا مگر وہ دستیاب نہو سکا۔ یہ روایت بھی بمقابلہ روایت عبد خیر کے وقعت قبول نہین رکھتی اور عقلاً اسکی تردید یون ہوتی ہی کہ اگر درحقیقت ایسی کوئی ترتیب عمل مین آئی ہوتی تو خلیفہ اول اُسکو اُسی طرح طلب کرتے جیسا کہ مصحف ابوبکر کو خلیفہ ثالث نے ہنگام ترتیب ثانی حضرت حفصہ کے پاس سے منگوا لیا تھا پھر ایسا مصحف جو کیفیت ناسخ و منسوخ کی ظاہر کرتا ہو استخراج احکام مین بہت کارآمد تھا قیاس مین نہین آتا کہ ایسی تالیف موجود ہو کے اسطرح کھو گئی کہ قرون اولی مین ڈھونڈھنے سے بھی اُسکا نشان نہین ملتا تھا۔

غالباً علوی تالیف بعد ترتیب اول اور کسی وقت قبل ترتیب عثمانی کی گئی تھی مگر سوا

ل مصنف نفائس الفنون لکھتے ہین کہ بروایت اہل بیت مصحف فاطمہؓ کو جو باشارۂ نبوی مرتب ہوا تھا عثمانؓ نے علیؓ سے طلب کیا اور اُسکا مقابلہ مصاحف سے کر لیا گیا لیکن معتمد اسناد و قرائن حالات سے ثابت نہین ہوتا کہ عہد سرور کائناتؐ مین کوئی مصحف مرتب ہوا اور خانۂ نبوت مین موجود تھا۔ شاید وہی اوراق منتشر جو بروایت حارث محاسبی ابوبکرؓ کے وقت طلب ہوے تھے پھر وقت ترتیب ثانی بھی طلب ہوے ہون ۱۲

ترتیب سُور کے اُسمین کوئی دوسری جدت نہ تھی۔ سیوطی اور قسطلانی دونون نے لکھا ہی کہ اُس مصحف مین باعتبار تقدم و تاخر تنزیل کے۔ البقرہ۔ مدثر۔ ن۔ تبت۔ الکوثر کو علی الترتیب پھر دیگر مکی سورتون اور اُسکے بعد مدنی سورتون کو جگہ دی گئی تھی لیکن جب باتفاق اکابر صحابہ جنمین حضور کی بھی شرکت تھی دوسری ترتیب پسند کی گئی تو آپ نے اپنی سابق ترتیب کی اشاعت نہین فرمائی اور نہ ایسی کوئی ضرورت موجود پائی کہ اُسکو جلسئہ ترتیب مین پیش کرتے سورتون کی کوئی خاص ترتیب بلاغت و فصاحت قرآنی پر موثر نہ تھی اور جیسا کہ مین نے قبل اسکے بیان کر دیا ہی بلحاظ تنزیل ترتیب سُوَر سے زیادہ فائدہ دربارۂ استخراج احکام ممکن الحصول نہ تھا۔ اگر درحقیقت مصحف مذکور مین کوئی خاص بات متعلق امور دینیہ موجود ہوتی تو غیر ممکن تھا کہ جناب ولایت مآب اُسکی اشاعت سے اور خاص کر خود اپنی خلافت کے دور مین پہلو تہی فرماتے۔[۱]

مصحف عبداللہ بن مسعودؓ

یہ بزرگ اولین سابقین مین تھے اور مدتون اُنھون نے رسول علیہ السلام کی خدمت کفش برداری انجام دی تھی۔ زمانہ خلافت مین بیت المال کوفہ کے متولّی مقرر ہو گئے تھے اُسی زمانے مین اُنکو موقع ملا کہ اپنی قرأت کی اہل عراق مین خاطر خواہ اشاعت کرین چنانچہ معسکر ارمینیہ مین جیسا کہ قسطلانی نے بروایت عمارہ بن غزیہ تحریر کیا ہی اہل عراق کو ابن مسعودؓ کی

---

[۱] شیعہ اثناعشریہ کے نزدیک سورہ الضحی و الم نشرح سورۂ واحد اور الفیل و القریش سورۂ واحد ہین لیکن پھر بھی تسمیہ کا اُنکے درمیان پڑھنا واجب ہی اور مصنف الروضۃ البھیۃ نے اُسکی وجہ یہ تحریر فرمائی ہی کہ دونون سورتون کے درمیان مین تسمیہ کا ہونا بتواتر ثابت ہی اور مصحف مین بھی اُسکی کتابت ہوتی ہی ۱۲

قرأت پراتنا اصرار تھا کہ وہ لوگ اہل شام کی جو قرآن کو بقرأت اُبی بن کعب پڑھتے تکفیر کرتے تھے
علاوہ شدید[1] اختلاف قرأت کے مصحف ابن مسعود مین ذیل کے اختلال موجود تھے۔

اولاً سب سے زیادہ اہم یہ خرابی تھی کہ اُنھون نے سورۃ الفاتحۃ والفلق
اور الناس کو اپنے مجموعہ سے خارج کر دیا تھا اور اصرار تھا کہ یہ تینون سورتین داخل قرآن نہین ہین
ثانیاً درمیان سورہ الانفال اور التوبہ کے بسم اللہ کو بطور فاصل تحریر کیا تھا۔
ثالثاً اُنکے مصحف مین باعتبار تنزیل سورتون کی ترتیب نہین دی گئی تھی لیکن
پہلے البقرہ اور بعد اُسکے سورۃ النساء اور اُسکے بعد سورہ آل عمران اور اسی طرح
اور سورتین کسی ایسے اصول پر تحریر کی گئی تھین جو غیر معلوم ہین۔

خدانخواستہ ابن مسعود کو ہر سہ سور متذکرۂ بالا کے کلام آلٰہی ہونے مین
کلام نہ تھا لیکن اُنکا خیال جم گیا تھا کہ کلام منزل من اللہ دو قسمون پر منقسم ہے ایک وہ جو داخل
قرآن ہے دوسرا وہ جسکی تنزیل باغراض دیگر نہ بطور جزو قرآن ہوئی ہے چنانچہ سورہ الفلق
اور الناس کو وہ سمجھے ہوے تھے کہ محض بغرض تعوذ نازل ہوئی ہین اور سورہ فاتحہ کی
نسبت غالباً اُنکی زیادہ قوی دلیل یہ تھی کہ خداوند عالم نے سورۃ الحجر مین ارشاد فرمایا ہے
ولقد اٰتینٰک سبعًا من المثانی والقرآن العظیم سبع مثانی سے مراد سورۂ فاتحہ ہے
اور ہر گاہ معطوف اور معطوف علیہ مین غیریت کا ہونا ضروری ہے اسلیے سورۂ فاتحہ کو قرآن سے

---

[1] غالباً اس اختلاف قرأت کی بنیاد اختلاف لغات پر تھی اور ہر گاہ ابن مسعود اعراب کو بھی تعلیم قرآن کرتے تھے اسلیے
نبی علیہ السلام نے اسی ضرورت سے انکو مختلف لغات کے ساتھ قرآن کو پڑھایا ہوگا ۱۲

ازروے نص قرآنی خارج کرنا لازم ہی مگر جس تقسیم کی وہ حمایت کرتے تھے اُسکی کوئی سند معقول موجود نہ تھی اور نص قرآنی کا حوالہ بھی بے اثر تھا کیونکہ درمیان معطوف اور معطوف علیہ کے اتنی ہی غیریت کافی ہی جسکا وجود درمیان جزو اور کل کے پایا جاتا ہی چنانچہ سورہ الحجر مین جزو قرآن علیحدہ اور کل پر مقدم بلحاظ اپنی شرافت کے بیان کیا گیا ہی۔ ابن مسعودؓ کے مزاج مین اصرار بڑھگیا تھا اور وہ مصالح عامہ کو نظرانداز کرکے چاہتے تھے کہ اُنکی ترتیب مین سست اندازی نہ کیجائے مگر حق یہ ہی کہ باوجود اُنکے اعزاز ذاتی کے خلیفہ وقت اُنکی ایسی فرمایش منظور نہین کرسکتے تھے جس سے اسلام مین رخنہ پڑے چنانچہ اُنکے مصحف کے واپس لینے مین بضرورت خلیفہ ثالث کو سختی کرنی پڑی جسکے تا دم مرگ ابن مسعود شاکی رہے مگر اُنکی یہ شکایت عنداللہ وعندالناس بیجا تھی۔

خلیفہ ثالث کو صرف اُنھین مصحفون کے ضائع کرنے مین اصرار تھا جن سے اُسوقت اندیشہ فساد کا موجود تھا ورنہ اُنھون نے مصحف ابوبکرؓ و علیؓ و عائشہؓ سے کوئی مزاحمت نہ کی اور نہ اُنکے تلف کا کوئی ارادہ ظاہر کیا کیونکہ ان بزرگون کے مصاحف مین کوئی ایسی بات خلاف روایت و درایت کے پائی نہین جاتی تھی جس سے اسلام مین رخنہ پڑتا ہو۔

مصحف اُبی بن کعب

یہ بزرگ بھی قرآن کے معلمان اربعہ مین شامل ہین جنکو رسول علیہ السلام نے واسطے

تعلیم کے منتخب فرمایا تھا اُنکے مصحف مین بھی اختلاف قرأت[1] کے علاوہ نقائص ذیل موجود تھے

اولاً سب سے اہم یہ نقص تھا کہ اُنھون نے دعاے قنوت کو جو باتفاق صحابہ خارج تھی داخل قرآن کرلیا تھا اور اُسکی دو سورتین حسب ذیل قرار دی تھین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسۡتَعِیۡنُكَ وَنَسۡتَغۡفِرُكَ وَنُثۡنِیۡ عَلَیۡكَ الۡخَیۡرَ وَلَا نَكۡفُرُكَ وَنَخۡلَعُ وَنَتۡرُكُ مَنۡ یَّفۡجُرُكَ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰھُمَّ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَلَكَ نُصَلِّیۡ وَنَسۡجُدُ وَاِلَیۡكَ نَسۡعٰی وَنَحۡفِدُ نَخۡشٰی عَذَابَكَ وَنَرۡجُوۡا رَحۡمَتَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالۡكُفَّارِ مُلۡحِقٌ۔

ثانیاً سورہ الفیل اور القریش کو سورہ واحد قرار دیدیا تھا۔

ثالثاً اُنھون نے بھی سورتون کی ترتیب ایک دوسرے نہج پر رکھی تھی۔

اُبی بن کعب[2] کو اپنی رائے پر زیادہ اصرار نہ تھا اُنھون نے بلاعذر اپنا مصحف حوالے کردیا اسلیے کسی سختی کی ضرورت پیش نہین آئی اور غالباً بعد تالیف عثمانی اُنکو جمہور صحابہ کی

---

[1] وہی نوٹ جو نسبت اختلاف قرأت ابن مسعود کے تحریر کیا گیا اُبی بن کعب کی اختلاف قرأت سے متعلق ہی ۱۲

[2] تعین مین زمانہ وفات اُبی ابن کعب کے بہت اختلاف ہی بعضون نے کہا ہی کہ وہ ۱۹سنہ ہجری مین مرے پس موافق اس روایت کے وہ وقت ترتیب ثانی زندہ نہ تھے کیونکہ ترتیب ثانی ۲۵سنہ ہجری خواہ ۳۰سنہ ہجری مین ہوئی تھی اور بعضون نے ۳۲سنہ ہجری مین اُنکی وفات کا اظہار کیا ہی بربناے اس روایت کے وہ وقت ترتیب ثانی زندہ تھے چنانچہ تحفہ اثنا عشریہ مین بھی موجودگی ابی ابن کعب کی وقت ترتیب ثانی تسلیم کی گئی ہی ۱۲

رائے سے بسہولت اتفاق ہوگیا تھا کیونکہ زمانہ مابعد مین پھر کوئی بھنک اُنکے اختلاف کی سُننی نہین گئی۔

علاوہ اسکے کہ وہ کمی اور زیادتی جسکا اظہار ابن مسعود اور ابی بن کعب کرتے تھے جمہور صحابہ کے خلاف تھی اور یہ دونون جامعان قرآن خود بھی ایک دوسرے کی تردید کرتے تھے مین ایک دوسری حجت پر توجہ دلاتا ہون جو بہت لائق وقعت ہے شیخین کی حمیت اسلامی سے انکار کرنا درحقیقت آفتاب پر خاک ڈالنا ہے اور حق یہ ہے کہ آج جو کچھ سبزی و شادابی اس خدائی باغ مین دیکھی جاتی ہے وہ انھین دونون بزرگون کی کوششون کا ثمرہ ہے محمود ہے مصحف اول انھین لوگون کی نگرانی مین زید بن ثابت کے ہاتھون سے مرتب ہوا تھا جو کہ ترتیب ثانی مین بھی رکن رکین تھے اب سوال یہ ہے کہ مصحف مذکور سے اس زیادتی اور کمی کی تائید ہوتی تھی یا نہین مین امید کرتا ہون کہ ہر دانشمند اس سوال کا جواب نفی مین دیگا کیونکہ بصورت دیگر ممکن تھا کہ زید بن ثابت اور خود خلیفہ ثالث اُسکے خلاف کارروائی کرتے اور پھر ایسا قوی ثبوت جو ترتیب عثمانی کی تردید کرتا تھا بلا حجت حضرت حفصہ کے حوالہ کردیا جاتا پس اب غور کیجیے کہ اُس مقدس مصحف کے خلاف جو ایسے عالیقدر بزرگون کی نگرانی مین بہت قریب زمانہ وفات سرور کائنات کے ترتیب دیا گیا تھا شخص واحد کے اصرار پر کوئی کمی یا زیادتی کب لائق قبول ارباب عقول کے تھی جس اضافہ اور کمی پر بحث ہے وہ کسی کے ذاتی اغراض پر مؤثر نہ تھی اسلیے قیاس مقتضی نہین ہے کہ بموجودگی لائق اطمینان سند کے اُسکے قبول سے انکار کیا گیا۔ ہم تسلیم کرین گے کہ ابن مسعود اور اُبی بن کعب کو بھی کوئی فائدہ ذاتی اُنکے اظہار مین نہین تھا لیکن بات یہ ہے کہ اُن لوگون کو

اصلی حالت کی تحقیق مین غلطی ہوئی تھی۔ ممکن تھا کہ یہ دونون مؤلف اپنے خیال کے موافق ایک کتاب اندرخانہ پھر تیار کر کے علانیہ نہین تو خفیہ اپنے معتقدین مین اُسکی اشاعت کرتے لیکن وہ لوگ خدا کے مقبول بندے تھے غلطی تو غیر معصوم الشان سے ہوا ہی کرتی ہو مگر عموماً ہدایت الٰہی آخرکار راستبازون کو سنبھال لیتی ہو چنانچہ قیاس کیا جاتا ہو کہ جب رنجشون کا طوفان دھیما پڑا تو رنجیدہ گروہ اپنی غلطیون پر متنبہ ہوا اور اُسنے بھی ترتیب عثمانی کی صحت کو تسلیم کر کے کسی دوسری ترتیب کی اشاعت کا حوصلہ نہین کیا۔

ابن الاثیر الجزری اپنی مشہور تاریخ مین لکھتے ہین کہ بعد تالیف عثمانی ابن مسعود کوفہ مین تشریف لائے اور ایک شخص نے حضرت عثمانؓ کی شکایت شروع کی آپ نے اُسکو ڈانٹا اور فرمایا کہ چپ رہ یہ کام عثمانؓ نے ہم لوگون کی صلاح سے کیا ہو اور اگر بجاے اُنکے مین صاحب حکومت ہوتا تو مین بھی وہی کرتا جو عثمانؓ نے کیا ہو۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہو کہ وقت قدوم کوفہ ابن مسعود نے اپنی راے بدل دی تھی اور مصحف مرتبہ کے ساتھ اُنکو اتفاق پیدا ہو گیا تھا ورنہ بصورت دیگر وہ ضرور کہتے کہ ہرچند کارروائی ترتیب کی محمود ہوئی لیکن اُسمین فلان فلان غلطیان رہ گئی ہین۔

حدیقہ (۱۰)

بیان مین رسم خط قرآن کے

قدماے اسلام نے خدا اُنکو جزاے خیر دے کوئی دقیقہ خدمت دین متین کا

(جہانتک اُسکی ضرورت اُنکو محسوس ہوئی) فروگذاشت نہین کیا چنانچہ اُس رسم خط کے بیان مین جسکا استعمال مصاحف عثمانی مین کیا گیا ہی کتابین تصنیف کین۔ اگلے مصاحف کے رسم خط مین جو اختلاف پائے گئے اُنکو قلمبند کردیا۔ جزئیات کو دیکھ کے اخذ قاعدہ کلیہ کی بھی کوششین کین مگر میرا یہ خیال ہی کہ اس کوشش مین اُنکو کامیابی نہین ہوئی الحاصل مروجہ رسم خط سے رسم خط قرآنی کی شان جداگانہ ہی لیکن تیرہ صدیان گذر گئین پھر بھی کسی جدّت پسند نے اُسکی ترکیب مین کسی ترمیم کی صلاح نہین دی چنانچہ ابتک تحریر مصاحف مین کتابت کے طرز قدیم کی پابندی بہت احتیاط کے ساتھ کی جاتی ہی۔

الحافظ ابوعمرو عثمان بن سعید اپنی کتاب المقنع مین روایت کرتے ہین کہ امام مالک سے اس خصوص مین پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ میری رائے مین بتبرک طرز محدثہ پابندی پُرانے رسم خط کی کتابت مین قرآن پاک کرنی چاہیے۔ مین تسلیم کرتا ہون کہ نبی علیہ السلام سے کوئی حدیث دربارہ تعین رسم خط کے مروی نہین ہی لیکن اسمین توشک نہین کہ یہی رسم خط حضور کے عہد مین مروج تھا اور صحابۂ کرام نے بھی اپنے اپنے مصاحف کو اُسی خط مین لکھا تھا پس اتنا ہی تعلق اسلیے کافی ہی کہ فرزندان اسلام رسم خط مصحف عثمانی کو محبت کی نگاہ سے دیکھین اور بلا ضرورت اس اثر قدیم کو اپنے مصاحف سے مندرس ہونے نہ دین۔

دیدم گل تازہ چند دستہ ۔۔۔ بر گنبدے از گیاہ بستہ ۔۔۔ گفتم چہ بود گیاہ ناچیز
تا در صف گل نشیند او نیز ۔۔۔ بگریست گیاہ و گفت خاموش ۔۔۔ صحبت نکند کرم فراموش
گر نیست جمال رنگ و بویم ۔۔۔ آخر نہ گیاہِ باغ اویم

اس کتاب مین اتنی گنجایش نہین کہ بالاستیعاب قرآنی رسم خط کا تذکرہ کیا جائے اور اُسکی زیادہ ضرورت بھی نہین ہے کیونکہ مطبوعہ مصاحف مین بڑی خوبی کے ساتھ اُسی کی پابندی ہوئی ہے بااینہمہ چند تذکرے اسلیے لکھتا ہون کہ ناظرین کو تفصیلی نہین تو اجمالی بہت نہین تو تھوڑی آگہی ہو جائے۔

(۱) ہمزۂ وصل اگرچہ تلفظ مین ساقط ہو جاتا ہے لیکن کتابت مین عام طور پر برقرار رکھا جاتا اور خاص صورتون مین کتابت سے بھی ساقط کیا جاتا ہے جیسے کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اور بِسۡمِ اللّٰہِ مَجۡرٖىهَا وَمُرۡسٰىهَا مین اسم کا ہمزہ متروک فی التحریر ہے پھر اسی ہمزہ کو ہم بعض مواقع مین موجود فی الکتابت بھی پاتے ہین جیسے سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى و اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ مین۔

(۲) الف اکثر کتابت سے ساقط ہے جیسے اَلۡكِتٰبُ وابرٰھیم والعٰلمین اور الظُّلُمٰتِ مین لیکن بعض جگہ کتابت مین قائم بھی ہے جیسے لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ مین طالوت مین الضَّآلِّیۡنَ مین اور رَوۡضَاتُ الۡجَنّٰتِ مین۔ الف نصب اکثر لفظ منصوب کے آگے لکھا جاتا ہے اور کبھی ایسی حالت مین کہ لفظ کے آخر ہمزہ ہو اُسکو ساقط کر دیتے ہین جیسے مَآءً و غُثَآءً مین اور بعض کاتب ایسی صورت مین کہ لفظ کا آخر ہمزہ ہو الف کو

لہ امام بغوی اپنی تفسیر مین لکھتے ہین کہ اسم کا ہمزہ اُسی صورت مین ساقط فی الکتابت ہوتا ہے جبکہ ساتھ حرف (ب) طرف لفظ اللہ کے مضاف ہو۔ یہ سقوط بوجہ کثرت استعمال بغرض تخفیف معمول بہ ہے۔ قطبی کہتے ہین کہ ہمزہ کو بسم اللہ سے اسلیے ساقط فی الکتابت کرتے ہین کہ خدا کی کتاب ایک بڑے حرف سے شروع ہو اور بموجودگی ہمزہ (ب) کو اُس طرح طویل نہین لکھ سکتے تھے جیسا کہ ان دنون لکھا جاتا ہے ۱۲

لکھ بھی دیتے ہین۔

(۳) اسم منادی جب یائے متکلم کی طرف مضاف ہوتو وہ (ی) لکھی نہین جاتی جیسے یٰعِبَادِ فاتقون اور کبھی وہ لکھی بھی جاتی ہی جیسے سورہ الزمر مین یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا اسی طرح اکثر مواقع مین یائے متکلم متروک فی الکتابت ہی جیسے سورہ الحجر مین فلا تفضحُونَ ولا تخزُوْنِ مین یائے متکلم جو بعد نون کے پڑی ہی لکھی نہین جاتی اور بعض مواقع مین لکھی بھی جاتی ہی جیسے کہ سورہ البقرۃ مین وَاخْشَوْنِیْ اور وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ

(۴) کبھی واو کو کتابت مین ساقط کر دیتے ہین جیسے سورہ عسق مین یَمْحُ اللّٰہُ الْبَاطِلَ اور کبھی اُسکو لکھتے بھی ہین جیسے سورۂ الرعد مین یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ

(۵) مثل الزَّکٰوۃ و الرِّبٰوا کے اَلصَّلٰوۃ و اَلْحَیٰوۃ کے الف کو بھی بشکل واو کے لکھتے ہین لیکن اُسکے خلاف جابجا ساتھ الف کے بھی کتابت ہوئی ہی جیسے سورہ الانعام مین وَھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ اور سورہ النور مین وَلَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِکَ اور سورۃ الاحقاف مین فِیْ حَیَاتِکُمْ و سورۃ الفجر مین وَلِحَیَاتِیْ۔

(۶) بحالت ادغام صرف ایک لام لکھتے ہین جیسے اَلَّیْل و اَلَّذِیْ وغیرہ مین اور کبھی دونون لام کا اظہار کیا جاتا ہی جیسے اَللَّغْو و اَللَّھْو و اَللَّعِنُوْنَ و اَللَّعِبِیْنَ مین۔

(۷) نون کو جبکہ لام مین مدغم ہو تحریر کرتے ہین جیسے سورہ ھود مین اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ

ف بحالت وقف ایسے نون کا التباس ساتھ نون اعرابی کے نہین ہو سکتا کیونکہ جہان ایسا اتفاق پڑتا ہی وہ مواقع نون اعرابی کے نہین ہوا کرتے ۱۲

اورسورہ یٰسٓ مین اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّیۡطٰنَ لیکن کبھی اُسکو ساقط فی الکتابت بھی کر دیتے ہین جیسے سورۂ بنی اسرائیل مین اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ اور سورہ ھود مین فَاِلَّمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَکُمۡ۔

مندرجۂ بالا تذکرون سے ظاہر ہوتا ہی کہ قرآن کا رسم خط کسی عام اصول کا پابند نہین ہی اور پھر اُسکے ساتھ یہ واقعہ بھی لائق تذکرہ ہی کہ بلحاظ رسم خط اُن مصاحف سبعہ مین جو بحکم خلیفہ ثالث مرتب ہوے باہمی اختلاف تھا اور ابتک وہی اختلاف درمیان اُنکی نقلون کے موجود ہی۔ مصنف المقنع نے اس خصوص مین جو توجیہ کی ہی اُسکا حاصل صاف لفظون مین یہ ہی کہ رسم خط کا تعین ہنگام تنزیل خدا کے حکم اور نبی علیہ السلام کے ارشاد سے ہوا تھا اور اختلاف رسم خط کی بھی اجازت اُسی وقت ملی تھی لیکن ہرگاہ مختلف رسم خط کا ایک ہی نسخہ مین اختیار کرنا اندیشہ تھا کہ نتیجہ تخلیط کا پیدا کرے اسلیے یہی طریقہ پسند کیا گیا کہ مختلف نسخون مین رسم خط کا اختلاف ظاہر کیا جائے۔ ایسے بے سند ادعا کو ارباب تحقیق تسلیم نہین کر سکتے اسلیے مین حقیقت حال کو اس طور پر بیان کرتا ہون کہ بزمانہ تحریر مصاحف سبعہ اہل عرب کا فن کتابت پستی کی حالت مین تھا کاتبون کی تعداد محدود تھی اور وہ لوگ کسی عام ضابطہ معقول کے پابند بھی نہ تھے بہرحال اُسی زمانے کے رواج کے موافق مختلف کاتبون نے اپنی اپنی طرز مستعملہ[1] مین قرآن کو لکھدیا اور وہی اختلاف اُن کاتبون کی طرز تحریر کا

[1] واضح رہے کہ لفظی تغیر و معنوی تفاوت کے ساتھ جو اختلاف کتابت پایا جائے وہ درحقیقت قرأت کا اختلاف ہی اور ممکن نہ تھا کہ اسطرح کا اختلاف کاتبون کی رائے پر چھوڑ دیا جاتا ۱۲

نقول ہین مصاحف سبعہ کے اور اُن نقول ہین جو نقلون سے سلسلہ بسلسلہ لکھی گئین ابتک چلا آتا
ہی۔ خط کی عمدگی یہ ہی کہ اُسکے اصول اُسکی اصطلاحین ایسی قریب الفہم ہون کہ سہولت کے ساتھ
ذہن نشین ہوسکین اور جسنے ذہن نشین کرلیا ہووہ بلا تکلف الفاظ کو صحت کے ساتھ پڑھ سکے۔
انصاف پسندی ہمکو اس اقرار پر مجبور کرتی ہی کہ قدیم رسم خط اِن صفات سے معرا تھا لیکن الحمدللہ
کہ حرکات و دیگر علامات کے ایجاد نے اِن دقتون کو دور کردیا اور ماشاء اللہ اب مصحف مقدس کی
تحریر بذریعہ اپنے محاسن خارجی کے ہر طرح کے نقائص سے پاک ہی۔

حدیقہ (۱۱)

بیان مین ایجاد علم الخط اور تذکرہ مین وضع حرکات کے

بذریعۂ ترکیب حروف ہجا الفاظ کی خاص خاص صورتین قرار دی گئی ہین جنپر بلحاظ کتابت
مختلف کیفیتین طاری ہوتی رہتی ہین اسی ترکیب اور انھین کیفیات کی معرفت کو علم الخط
کہتے ہین۔ یون تو اہم معاملات مین عموماً علم الخط کی سرکار قبلہ حاجات ہی لیکن بالخصوص قدرت نے
اُسکو یہ بہت بڑی عزت عطا کی ہی کہ اُسکے ہمجنس علوم دینی و دنیوی سب کے سب اپنے قیام
اور اپنی اشاعت مین اُسیکے محتاج ہین۔

اس جلیل القدر سرکار کا مدار المہام دُبلا پتلا موزون قامت ایسا نیک چلن سردار ہی
جسکی قسم خود خلاق عالم نے کھائی ہی قَالَ اللهُ تَعَالیٰ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ[1] اور

---

[1] قسم قلم کی اور اُس چیز کی جو لکھتے ہین ۱۲

ایک عالم نے اُسکی مدح مین کیا خوب کہا ہی اَلْقَلَمُ صَیَّادٌ یَصِیدُ العُلُومَ یبکی ویضحک برکوعہٖ یسجد الامام وبحرکتہ تبقی العلوم علےٰ مرّ اللیالی والایّام[۱]۔

اس علم کے ایجاد کو بعض نے ابو البشر آدم کی طرف بعض نے شیث کی طرف اور بعض نے ادریس کی طرف منسوب کیا ہی اور مصنف نفائس الفنون نے بحوالہ روایت عروہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمرو بن العاص یہ عجیب حکایت لکھی ہی کہ حضرت آدمؑ نے اپنے فرزندون کے لیے جداگانہ تختیان بنائی تھین جن پر خاص خاص خط مین اُن لغات کے اصول لکھے تھے جو واسطے اُن کے استعمال کے تجویز ہوئی تھین۔ وہ تختی جسپر اصول لغت عرب تحریر تھے طوفان نوح مین کھو گئی مدتون کے بعد حضرت اسمٰعیل نے خواب دیکھا کہ کوہ ابو قبیس مین ایک خزانہ مدفون ہی بعد بڑی جستجو کے آخرکار وہی تختی اُن کو مِل گئی مگر جب نقوش مندرجہ کے سمجھنے مین بڑی دقّت پڑی تب انکشاف حقیقت کے لیے آپ نے جناب باری عزاسمہ کے حضور مین التجا کی چنانچہ جبریل امین تشریف لائے اور رموز خط اور اصول لغات عرب اُنکو بتادیے۔

دوسری حکایت اُسی کتاب مین یون بیان کی گئی ہی کہ حروف کی صورتین مرام بن مرہ نے ایجاد کین وصل و فصل کا ضابطہ اسلم بن سدرہ نے بنایا اور نقطون[۲] کی صنعت عامر بن حدر نے پیدا کی۔ تیسری روایت اُس کتاب کی یہ ہی کہ اہل مدین خط عرب کے موجد ہین۔ ابجد۔ ہوز۔ حطی۔ کلمن۔ سعفص۔ قرشت۔ انھین کے سردارون کے نام تھے اکثر حروف تو انھین الفاظ مین

---

[۱] قلم ایک شکاری ہی جو علمون کا شکار کرتا ہی وہ ہنستا ہی روتا بھی ہی ساتھ اُسکے رکوع کے اُسکا امام سجدہ کرتا ہی اور اُسکی حرکت کی بدولت علوم باوجود مرور دہور کے باقی رہتے ہین ۱۲

[۲] حروف مشتبہ کا امتیاز قبل ایجاد نقطہ غالباً کسی اور طریقہ سے کتابت مین کیا جاتا تھا ۱۲

آ گئے باقی کے لیے ثخذ ضظغ۔ دو لفظ اور بھی بڑھانے پڑے الغرض اس طور پر اٹھائیس حروف جو لغت عرب مین مستعمل ہین اِن ہشتگانہ کلمات مین پورے کر دیے گئے۔ اسی طرح کی دُھندلی روشنی ہم لوگون کو واقعہ ایجاد خط کی رہنمائی کرتی ہی واللہ اعلم بالصّواب لیکن امر محقق ہی کہ ایام جاہلیت مین بھی اہل عرب کم وبیش کتابت کا سلیقہ رکھتے تھے اُن لوگون مین بزمانۂ قدیم ایک خط جسکو معقلی[۱] کہتے تھے رواج پذیر تھا۔ اور پھر خطہ عرب مین کوفی خط نے رواج پکڑا اب جو عربی خط مروج ہی اُسکو ابن مُقلہ نے پیدا کیا پھر اُسکی تزئین اور تنویع زمانۂ مابعد مین ہوتی آئی تا آنکہ اس فن کو بھی مثل دیگر فنون کے مسلمانون نے رتبۂ کمال پر پہونچا دیا

حسن خط کی طرف قرن اول مین توجہ پیدا ہو گئی تھی چنانچہ نبی علیہ السلام کی طرف اس قول کی نسبت کیجاتی ہی عَلَیْکُمْ[۲] بِحُسْنِ الْخَطِّ فَاِنَّہٗ مَفَاتِیْحُ الرِّزْقِ اور حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عباس کو تحسین کتابت کی تعلیم ان الفاظ مین دی تھی یَا عَبْدَ[۳] اللّٰہِ وَسِّعْ بَیْنَ السُّطُوْرِ وَاجمع بین الحروف وراعِ المناسبۃ فی صُوَرِھَا وَاَعْطِ کُلَّ حَرْفٍ حَقَّھَا۔

عام کتابون کی قرأت سے قرآن پاک کی قرأت بہت کچھ لائق امتیاز ہی کیونکہ ہر مسلمان اُسکے حرکات مین خفیف رد و بدل کو گناہ عظیم جانتا ہی اور پھر اِس مقدس کتاب مین چند آیتین ایسی بھی

---

[۱] خط معقلی مین سوائے کشش کے دور یعنی حروف مین عمق نہ تھا اور اب اُسکا نمونہ صرف بعض پرانی عمارتون کے کتبہ مین مل سکتا ہی۔ خط کوفی مین دَور تھا مگر بہت کم اور اسی خط مین مصاحف عثمانی لکھے گئے تھے ابن مقلہ نے سنہ ۳۱۰ ہجری مین خطوط ذیل کو ایجاد کیا ثلث۔ توقیع۔ محقق۔ نسخ۔ ریحان۔ رقاع ۱۲

[۲] خوبی خط کو اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ وہ روزی کی کُنجی ہی ۱۲

[۳] اے ابن عباس سطرون کے درمیان زیادہ فاصلہ چھوڑ دو حرفون کو ملا کے لکھو شکلون مین مناسبت کا خیال رہے اور ہر حرف کو اُسکا حق عطا کرو یعنی پورا لکھو ۱۲

موجود ہین جنکا اعرابی تغیر ارادہ معنی منجر بکفر ہوجاتا ہی مثلاً قال اللہ تعالی عَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ[1] وَغَوٰی (پارہ ۱۶ - سورہ طہٰ - رکوع ۱۶)

اِس آیہ کریمہ مین حسب ترکیب نحوی آدم کا لفظ فاعل عصیان اور مرفوع ہی اور اگر آدم کو منصوب اور رب کو بجاے اُسکے مرفوع کردین تو نعوذ باللہ عصیان کی نسبت خدا کی طرف لوٹ جائیگی اور جو شخص بالقصد باعتقاد معنی اِسطرح اعراب کو بدلے وہ صرف گنہگار نہین بلکہ کافر مطلق سمجھا جائیگا۔ اور بلا اعتقاد معنی جو شخص اسطرح پر قرأت کرے وہ حقیقتاً نہ سہی لیکن محرفان قرآن کے ساتھ اُسکو صوری مشابہت تو حاصل ہوگی۔

اسلام نے خطہ عرب مین ظہور کیا اور قرآن بھی عرب کی زبان مین اُترا اسلیے وہان کے رہنے والے اپنی مادری زبان اور اپنے ملک کے رسم خط سے پوری واقفیت رکھتے تھے اور اُنکے لیے صحت کے ساتھ قرآن کا پڑھ لینا چندان دشوار نہ تھا لیکن جب کثرت کے ساتھ اہل عجم اسلامی گروہ مین شامل ہوئے اُسوقت عام وخاص کو محسوس ہوا کہ عام مسلمانون کے لیے صحت کے ساتھ قرآن کا پڑھنا بہت دشوار ہی جسکی خاص وجہ یہ تھی کہ مصحف مرتبہ اعراب سے معرا تھا اور رسم خط مین بھی وہ پیچیدگی موجود تھی جسکا تذکرہ حدیقہ مقدمۃ الذکر مین ہمنے کردیا ہی۔ الغرض دوراندیش دانشمندون نے ضرورت وقت کا بہت ٹھیک اندازہ کیا اور اُنکی توجہ طرف وضع حرکات کے مبذول ہوئی اُن دنون چند ایسے بزرگون کا بھی وجود تھا جنکو یہ کارروائی ناپسند تھی اور ابن مسعود کے اس بیان پر استدلال کرتے تھے جردوا القرآن

[1] نافرمانی کی آدم نے اپنے رب کی اسلیے گمراہ ہوگیا ۱۲

ولا تخلطوہ بشی ؑ[1] دنیا کا دستور ہی کہ جدید کام کیسا ہی مفید ہو لیکن اُسکی مخالفت
کے لیے ضرور ایک جماعت کھڑی ہو جاتی ہی۔ مین باور نہین کرتا کہ جو لوگ تحریر اعراب کو مکروہ
کہتے تھے وہ نیک خیال نہ تھے یا یہ کہ اُنمین اتنی لیاقت نہ تھی کہ ضرورت وقت کا اندازہ کرین
لیکن اصل حقیقت یہ ہی کہ اُنکے طبایع مین احتیاط کا پہلو غالب تھا اور وہ لوگ نیک نیتی کے ساتھ
سمجھے ہوئے تھے کہ جسطرح ہمنے اپنی زندگانی کو مذہبی کامون کے لیے وقف کر رکھا ہی
اسیطرح نئے مہمان اگر دس بیس برس قرآن کے پڑھنے مین صرف کرین تو مضایقہ کیا
بات ہی لیکن خدا کا شکر ہی کہ اُنکی رائے مغلوب رہی ورنہ بجالت نہونے حرکات کے
آجکل خواندہ گروہ مین بھی بمشکل فی ہزار دو ایک قرآن کے پڑھنے والے موجود ملتے۔

ابو الاسود[2] ظالم بن عمر بن سفیان الدیلی ایک شاعر بصرہ کے رہنے والے تھے اُنکا
شمار تقریب التہذیب مین طبقہ مُخَضرم یعنے ایسے شعرا مین کیا گیا ہی جنکا ایک حصہ زندگانی
جاہلیت مین اور دوسرا حصہ زمانہ اسلام مین گذرا تھا اِن بزرگ کی نسبت ابن خلکان نے
لکھا ہی کہ اعلےٰ درجہ کے صائب الرائے اور صاحب عقل تھے اُنکو ہر چند زیارت نبی علیہ السلام
کا شرف حاصل نہین ہوا لیکن مصاحبت مدینۃ العلم علی بن ابی طالب کی عزت حاصل تھی اور
معرکۂ صفین مین بھی خلیفہ برحق کے ہمرکاب تھے۔ اُنکا شمار سادات تابعین مین کیا جاتا ہی

---

[1] خالی رکھو قرآن کو اور مت ملاؤ اسمین کوئی چیز ۱۲

[2] انکے نام اور نسب مین بہت اختلاف ہی اور ہمنے قول مشہور کو اختیار کیا ہی لفظ دیلی کو بعض نے بکسر مہملہ وسکون تحتانی اور بعض نے بضم مہملہ اور اُسکے بعد ہمزہ مفتوحہ پڑھا ہی ابو الاسود کے اجداد مین ایک شخص کا نام دیل بن بکر تھا اور اُسی کی طرف دیلی مین نسبت کی گئی ہی ۱۲

اور ابن حجر عسقلانی نے اُنکو فاضل اور ثقہ لکھا ہی فضل وکمال کی اس سے زیادہ اور کیا سند ہو سکتی ہی کہ علی علیہ السلام نے اُنکو اسلیئے منتخب فرمایا تھا کہ نحو عربی کے قواعد کو مرتب کرین چنانچہ وہ اُس علم کے بھی موجد سمجھے جاتے ہین۔ ابو الاسود نے ۶۹ سنہ ہجری مین بمقام بصرہ بسلسلہ مین طاعون جارق کے انتقال کیا اور بعض نے کہا ہی کہ قبل طاعون مذکور کے عارضہ فالج مین مرے اور بعض نے یہ بھی کہا ہی کہ خلافت مین عمر بن عبد العزیز کے۔

حاصل بیان ابن خلکان کا یہ ہی کہ زیاد[۱] نے ابو الاسود سے فرمایش کی کہ کوئی ایسا فن وضع کردین کہ کلام عرب کی صلاح ہو اور کلام باری تعالی کی معرفت اسکے ذریعہ سے حاصل ہو سکے ابو الاسود نے اس بار گران کے اُٹھانے سے انکار کیا تب زیاد نے کسی شخص کو سکھا پڑھا کے بھیجا جسنے ابو الاسود کے راستہ آمد و رفت مین بیٹھ کے باواز بلند اس جملہ کی تلاوت شروع کی اِنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ وَرَسُوْلِهٖ[۲] ؕ لیکن بالقصد لفظ رسول کو مجرور پڑھا جسکے معنے یہ ہوگئے کہ اللہ مشرکین سے اور اپنے رسول سے بھی بے تعلق ہی۔

---

[۱] زیاد سمیہ کے بطن اور شاید ابو سفیان کے نطفہ سے بہ تعلق ناجائز پیدا ہوا تھا لیکن خدا نے اُسکو ایسی فصاحت عطا کی تھی کہ اُسکے خطبہ نے ایک مرتبہ مہاجر و انصار کو حیرت مین ڈال دیا تھا۔ وہ سرگرم شیعہ علی علیہ السلام کا تھا اور اُنکے عمال مین ایک بھی مثل زیاد کے باسطوت مدبر پایا نہین جاتا تھا چنانچہ زیاد ہی کی لیاقت کا نتیجہ تھا کہ اُسنے فارس مین حکومت علی کو برقرار رکھا اور جو فساد وہان ہو رہا تھا اُسکو دبا لیا۔ بعد مصالحہ امام حسن کے زیاد نے مجبور ہو کے معاویہ کی اطاعت قبول کر لی لیکن پھر بھی معاویہ کو اس اطاعت پر اطمینان نہ تھا تا آنکہ ۴۴ سنہ ہجری مین اُنھون نے استلحاق کی تدبیر اختیار کی یعنی زیاد کو ابو سفیان کا بیٹا اور اپنا بھائی تسلیم کر لیا پھر تو وہ کھلا کھلا دشمن علی کا بن گیا۔ حضرت عمرؓ نے بھی زیاد کو کسی خدمت پر مامور کیا تھا لیکن اُسکا اصلی فروغ خلافت رابعہ مین شروع ہوا جبکہ فارس کا عامل مقرر کیا گیا ۱۲

[۲] اللہ الگ ہی مشرکین سے اور اُسکا رسول ۱۲

ابوالاسود کو یہ آواز سخت ناگوار گذری اور بتحریک حمیت اسلامی زیاد کے پاس جاکے
کہا کہ مین نے تمہاری درخواست منظور کی اور اب میرا ارادہ ہی کہ قرآن پر اعراب لگادون تم
اس غرض کے لیے میرے پاس تیس آدمی اور بھی بھیجدو چنانچہ اس فرمایش کی تعمیل کی گئی
مگر اُنھین خود ابوالاسود نے دس کو منتخب کیا اور پھر ایک شخص کو جو قبیلہ سے عبد القیس کے
تھا منتخب کر کے ہدایت کی کہ ایک جلد قرآن اور کوئی رنگ جو سیاہی سے مختلف ہو
اپنے سامنے رکھ لو اور جب مین فتحہ کا اشارہ کرون تو حرف کے اوپر اور جب ضمہ کا اشارہ
کرون تو حرف کے کنارہ اور جب کسرہ کا اشارہ ہو تو حرف کے نیچے ایک ایک نقطہ دیتے جاؤ
اور بحالت تنوین بجاے ایک نقطہ کے دو نقطے لکھو الغرض اس شکل سے از ابتدا تا انتہا
قرآن معرب کر لیا گیا۔ اعرابی نقطون کے لیے سیاہی کے سوا دوسرا رنگ اسلیے تجویز
کیا گیا تھا کہ حروف کے اصلی نقاط سے اُسکا اشتباہ پیدا نہو۔

فاضل سیوطی نے لکھا ہی کہ اعراب کی کارروائی ابوالاسود نے بحکم عبدالملک بن مروان
شروع کی تھی لیکن اس روایت کی مطابقت ابن خلکان کی روایت سے نہین ہوتی کیونکہ
زیاد ۵۳ھ ہجری مین بزمانۂ خلافت معاویہ مرگیا اور عبدالملک کے ہاتھ مین زمام حکومت ۶۵ھ ہجری
مین آئی تھی۔ میرا یہ قیاس ہی کہ کارروائی اعراب قرآن کی ۵۰ھ ہجری مین یا اُسکے بعد شروع
ہوئی جبکہ زیاد کو بصرہ کی بھی حکومت معاویہ نے عطا کی تھی پس حق یہ ہی کہ زمانۂ خلافت
معاویہ مین قرآن پر سب سے پہلے اعراب لگایا گیا۔ ہر چند حضرت علی نے ابوالاسود کو تدوین
قواعد نحویہ کی ہدایت فرمائی تھی لیکن زیاد کی فرمایش سے ظاہر ہوتا ہی کہ اُسوقت تک

ایسی تدوین نہین ہوئی تھی اور ابو عمرو عثمان کی تحریر کا بھی یہی حاصل ہو کہ ابوالاسود نے قبل تدوین قواعد نحو کے قرآن پر اعراب لگایا پس نتیجہ یہ نکلا کہ تدوین علم نحو بھی بایام حکومت معاویہ عمل مین آئی ہو۔

اکثر محققین کی یہی رائے ہو کہ ابوالاسود اعراب کے موجد اول ہین لیکن بعض نے حسن بصری کو اور بعض نے یحیٰی بن یعمر بصری کو اور بعض نے نصر بن عاصم اللیثی بصری کو موجد بیان کیا ہو۔

میرے خیال مین روایتون کے جمع کرنے سے یہ قیاس پیدا ہوتا ہو کہ ان سب بزرگون نے ایک ہی سلسلہ مین ایجاد کی طرف قدم بڑھایا اور اُنکی بالاشتراک و بالانفراد کوششون کی بدولت شدہ شدہ وہ صورت کھڑی ہوئی جسکی زیارت ہمارے لیے ذریعہ حصول سعادت ہو۔ قتادہ نے کہا ہو کہ پہلے نقطے دیے گئے اُسکے بعد تخمیس و تعشیر کی کارروائی ہوئی یعنی پانچ پانچ اور دس دس آیتین ممتاز کی گئین۔

یحیی بن کثیر کہتے ہین کہ پہلا ایجاد یہ تھا کہ آیتون کے آخر مین تین نقطے بطور نشان تکمیل آیت کے دیے گئے اور بعض نے کہا ہو کہ بعد پیدا کرنے نشان ختم آیت کے سورتون کے شروع ہونے اور اُنکے ختم ہونے کی علامتین لکھی گئین۔

ہرچند حق شناسی ہمیشہ موجد اول کی ممنون رہتی ہو لیکن دنیا کا دستور ہو کہ بعد ظہور صنعت مفیدہ کے اُسکی ترقی دینے والے پیدا ہو جاتے ہین اور رفتہ رفتہ نئی اصلاحون کی بدولت ایسی شکل کھڑی کر دیتے ہین جسکے مقابلہ مین ناظرین کو پرانی شکل ناممکل خواہ بھونڈی دکھائی دیتی ہو

چنانچہ یہ اعرابی صنعت کچھ دنون تو ابوالاسود کے طریقہ پر چلی پھر جدت پسندون نے اُسمین بہت کچھ اضافے کیے یہانتک کہ وہ ایک فن مستقل کے ہم رتبہ ہوگئی اور اُسکے بیان مین اہل قلم کو کتابین لکھنی پڑین۔ ابوعبدالرحمن خلیل بن احمد علوم عرب کا بڑا ماہر اور علم نحو کا امام سنہ ۱۰۰ھ ہجری مین پیدا ہوا اور بروایت غالب ۱۷۰ھ ہجری مین وفات پائی اُسنے بھی ایک کتاب موسوم بہ کتاب النقط والشکل تصنیف کی تھی جو ہماری نظر سے نہین گذری لیکن نام سے ہم قیاس کرتے ہین کہ اُسمین اُسنے صنعت نقاط کے ساتھ اپنے ایجاد کردہ طریقہ اعراب کو بھی بیان کیا ہوگا۔ حافظ ابوعمرو عثمان بن سعید نے بھی کتاب النقط کو جو ہمارے پیش نظر ہی اپنی عمدہ یادگار چھوڑی ہی اور اُسمین تفصیل کے ساتھ صنعت نقاط اور اُسکے استعمال کے طریقے اور محل بیان کیے ہین۔ ہرگاہ مدتین گذرین کہ وہ طریقہ متروک ہوگیا اسلیے ہمنے اُسکے تفصیلی تذکرے کو بے سود سمجھا لیکن خود خلیل مذکور الصدر نے جو ایجاد کیا اور جسنے رفتہ رفتہ صنعت نقط کو معدوم کیا لائق تذکرہ ہی اور مین اُسکو بالاختصار بیان کرتا ہون۔ خلیل نے حرفون کے نمونے پر حرکات کی شکلین پیدا کین اور ضابطہ یہ قرار دیا۔

(۱) فتحہ بشکل مستطیل حرف کے اوپر اور کسرہ اسی شکل مین حرف کے نیچے اور ضمہ چھوٹے واو کی شکل مین حرف کے اوپر لکھا جائے۔

(۲) بحالت تنوین اشکال مذکورہ کو دُھرا دین لیکن اگر تنوین حروف حلقی کے پہلے پڑے تو اُس حرف حلقی کے اوپر ورنہ مابین الحرفین تحریر کرین۔

(۳) الف محذوف اور مبدل اپنی جگہ پر سُرخی سے لکھا جاے تاکہ اُسکے حذف اور

تبادلہ کی یادگار قائم رہے اور اسی طرح ہمزہ محذوفہ کو بھی بلا حرف سُرخی سے لکھین۔

(۴) نون خواہ تنوین جو قبل ب کے پڑے اُسپر علامت قلب کی سُرخی سے اسطرح لکھین م اور اگر قبل حرف حلق کے ہو تو صرف علامت سکون پر اکتفا کرین مگر بصورت ادغام اور اخفا کے کسی علامت کے لکھنے کی ضرورت نہین ہی۔

(۵) حرف مدغم حرکات سے خالی رکھا جاے لیکن ایسی حالت مین کہ پہلا حرف ط اور دوسرا ت ہو حرف مدغم پر علامت سکون کی اس سلیقہ سے تحریر کرین کہ حرف مذکور کے وسط سے تجاوز نہ کرے۔

جیسا کہ خلیل کے ضابطہ کو علاوہ سیاہی کے شنجرف کی ضرورت تھی اُسی طرح بحالت رواج صنعت نقط کے ایک نہین متعدد رنگون کی ضرورت کاتبان مصاحف کو لاحق ہوئی تھی چنانچہ حافظ ابو عمرو روایت کرتے ہین کہ اہل مدینہ اپنے مصاحف مین حرکات و تنوین و تشدید کو سُرخی سے اور ہمزہ کو زرد رنگ سے لکھتے ہین اور سبز رنگ کا بھی استعمال واسطے تحریر ایسے ہمزہ وصل کے جو ابتداے لفظ مین واقع ہو شروع ہو گیا ہی۔

حال مین جو طریقہ اعراب کا رواج پذیر ہی درحقیقت خلیل کے ضوابط سے اخذ کیا گیا ہی اور ہرگاہ ایسی ترمیم مین کوئی بڑی لیاقت درکار نہ تھی اور وہ غالباً مختلف اوقات مین مختلف اشخاص کے ہاتھون سے بروے کار آئی اسلیے ترمیم کرنے والون کی شہرت نہین ہوئی چنانچہ باوجود جستجو کے مرمان ضابطہ خلیلی کے نام بھی ہمکو معلوم نہو سکے۔

اب جو طریقہ تحریر اعراب اور اُسکے متعلقات کا جاری ہی وہ ہر طرح پسندیدہ درکافی نظر آتا ہی

یون تو تغیرات زمانہ کا ٹھیک اندازہ طاقت بشری سے باہر ہو لیکن خیال کیا جاتا ہو کہ آیندہ طریقہ موجودہ مین ترمیم کی ضرورت پیش نہ آئیگی۔ ہر گاہ بذریعۂ صناعت چھاپہ کرورون مصاحف ہمارے زمانے کے طریقہ مروجہ کو ظاہر کرہے ہین اور اُنکی تعداد اب بھی ماشاء اللہ روز افزون ترقی کرتی جاتی ہو اسلیے مین نے غیر ضروری سمجھا کہ واسطے افادۂ زمانہ حال یا آیندہ کے طریقہ مروجہ کا تفصیلی تذکرہ کرون من شاء فلینظر فی مصاحف عصرنا۔

حدیقہ (۱۳)

تاریخی تذکرہ مین مصحف امام کے جو مدینہ طیبہ مین رکھ لیا گیا تھا

منجملہ اُن سات مصاحف کے جنکی تکمیل خلافت ثالثہ مین ہوئی ایک یہی تاریخی مصحف تھا جو مدینہ طیبہ مین رکھ لیا گیا اور تا حیات جامع قرآن اُنکے استعمال مین رہا ۱۸۔ ذی الحجہ ۳۵ھ ہجری کا جمعہ ظہور فتنہ عظمے کا دن تھا جسمین بلوائیان مصر بشرکت چند انفار عراق عرب قتل خلیفۂ وقت کے مرتکب ہوئے مصحف موصوف کی توہین کی اور اُسکو ذی النورین کے خون سے داغدار بھی کیا۔ وقت شہادت آپ سورۂ البقرہ کی قرأت فرما رہے تھے کہ غافقی ابن حرب نے لوہے کی سلاخ ماری اور خون کا چھینٹا جملہ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر پڑا جو آیہ ذیل مین واقع ہو فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ج وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ج فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ج

ف۱ پھر اگر وہ لوگ مثل تمھارے ایمان لائین تو وہ راہ پائین اور اگر پھر جائین تو وہ لوگ ضد پر ہین بس کافی ہو اُنکے لیے تمھاری طرف سے اللہ اور وہ سمیع و علیم ہو ۱۲

وھوالسّمیع العلیمؕ (پارہ ۱ - سورۃ البقرہ رکوع ۱۶)

بدبخت نے اسی گستاخی پر قناعت نہین کی بلکہ حسب بیان ابن اثیر کے مصحف امام
کو پاؤن سے ٹھکرایا کہ وہ اُلٹ کے اپنے جامع کے پاس جا پڑا۔ بعدازین سودان بن حمران
نے تلوار سے حملہ کیا اور قتل عثمانؓ کا مرتکب ہوا لیکن خون ناحق اُسی دم یہ رنگ لایا کہ
خلیفہ کے کسی غلام نے اُس ظالم کو ٹھکانے لگا دیا۔ پھر باغیانِ ستمگار اور بھی مظالم کے مرتکب
ہوئے خلیفہ کے گھر اور بیت المال کو لوٹ لیا یہانتک کہ عورتون کے زیور اُتار لیے مولانا
شاہ عبدالعزیز قدس سرہ بحوالہ کتاب المصاحف ابن ابی داؤد کے تحریر فرماتے ہین کہ تیغ جفا
حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر لگی اور خون آیہ فسیکفیکہم اللہ پر پڑا آپ اُس خون کو مصحف سے دور
کرتے اور فرماتے جاتے تھے کہ بخدا یہ پہلا ہاتھ ہی جسنے قرآن کو مفصل لکھا ہی۔ فتنہ انگیز گروہ
تو نشہ غرور مین اندھا ہو رہا تھا لیکن ارباب بصیرت نے اُسی وقت سمجھ لیا کہ خون ناحق کا آیہ
وعید پر پڑنا در حقیقت فتنہ انگیزون کے حق مین قرآنی فال ہی کہ خدا کے انتقام کی تلوار بہت
جلد اُن سے پورا انتقام لیگی۔ ہنگام محاصرہ عبداللہ بن سلام نے جو ماہر اسفار عہد عتیق
کے سمجھے جاتے تھے اہل فتنہ کو مخاطب کرکے بہت سچ کہا تھا کہ خدا کی تلوار کو نہ کھینچو اگر اسکو تم
لوگون نے کھینچا تو پھر میان مین نہ جائیگی آج تمھارا بادشاہ دُرّے سے حکومت کرتا ہی لیکن اگر
تم نے اُسکو اُسکو مار ڈالا تو پھر تم پر تلوار حکومت کریگی شامت نے دہ گروہ اس نصیحت کا کب شنوا
ہو سکتا تھا اُسنے ناصح مشفق کو جھڑکیان دین لیکن آخرکار اُنکی آنکھون نے وہ سب کچھ دیکھ لیا
جسکا اظہار عبداللہ بن سلام نے کیا تھا۔ یہ لوگ عمال عثمانی کے رسوخ اور اُنکے معمولی مظالم کے

شاکی[1] تھے۔ لیکن ان بد اعمالی کے شرفاے عرب کو بنی امیہ کی غلامی کرنی پڑی اور بعد انقراض اس دولت کے تو بنی عباس کے غلامون کے سامنے بھی بڑی ذلت کے ساتھ سر جھکانا پڑا۔ تاریخون سے ثابت ہی کہ اپنے بادشاہ سے بغاوت کر کے اگرچہ وہ کسی ملت اور مشرب کا ہو رعیت نے کمتر فلاح پائی ہی چنانچہ بہت بڑی شہادت بغاوت کے نتائج بد کی قاتلان عثمان کے انجام نافرجام سے حاصل ہوتی ہی۔ نعمان بن بشیر نے حضرت عثمان کا پیراہن آغشتہ بخون اور اُنکی زوجہ نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیان دمشق کو پہونچائین یہ ستم کی یادگارین جامع مسجد کے ممبر پر رکھی گئین شامیون مین جوش پیدا ہوا اور وہ معرکے برپا ہوے جنکے تذکرے تاریخون مین تحریر ہین لیکن ہم کو اُن سے بحث کی اس کتاب مین کوئی ضرورت نہین جو تذکرہ لکھا گیا اُس سے مقصود اسی امر کا اظہار ہی کہ اتنے بڑے فتنہ مین خدا نے مصحف امام کی حفاظت کی دشمنون نے خلیفہ کا گھر لوٹا قرآن کی توہین مین اُن کو دریغ نہ تھا لیکن پھر بھی کسی کا خیال اس طرف رجوع نہ ہو سکا کہ حضرت عثمان کی اس یادگار اعظم کو ضائع خواہ منتقل کرے حیرت ہی کہ نعمان بن بشیر کے خیال مین یہ بات نہین آئی کہ جوش دلانے کیواسطے مصحف خون آلودہ کو بھی ساتھ لیتے جائین حالانکہ وہ قطرات خون جو معنی خیز جملہ پر ٹپک پڑے تھے طالبان قصاص کو بہت کچھ حوصلہ دلانے والے تھے۔ اس رسالے کی سند کہ نعمان بن بشیر مصحف عثمان کو اپنے ساتھ نہین لے گئے تھے عمرہ بن ارطاۃ عدویہ کی روایت سے ملتی ہی

---

[1] عبد اللہ بن سبا ایک یہودی نے بزمانہ خلافت عثمانی اظہار اسلام کیا اور پھر بغرض گمراہ کرنے مسلمانون کے حجاز و بصرہ و کوفہ و شام کے مالک مین سر ٹکراتا پھرا لیکن کسی نے اُسکی نہین سُنی۔ ملک مصر مین اُسکو صورت کامیابی کی نظر آئی اسلیے پہلے رجعت محمدی اور اُسکے بعد حضرت علی کے وصی ہونے کا اعتقاد شائع کیا اور پھر عوام کو مخالفت پر خلیفہ وقت کے برانگیختہ کر دیا مصریون کی تحریک سے دیگر ممالک مین بھی فساد کے شعلے بھڑک اُٹھے (ابن الاثیر الجزری) ۱۲

جسکا حوالہ تفسیر عزیزی مین دیا گیا ہے اور جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اُنھون نے جب حج بیت اللہ سے
ہمراہ ام المومنین عائشہ معاودت کی تو مصحف آغشتہ بخون کو مدینہ طیبہ مین موجود پایا تھا۔

یہ واقعہ بھی لائق تذکرہ ہے کہ ۵۰ سنہ ہجری مین معاویہ نے اپنا یہ متعصبانہ خیال ظاہر
کیا کہ اہل مدینہ قاتل عثمان ہین اُنکے درمیان مین ممبر اور عصاے نبوی کا رکھنا جائز نہین
چنانچہ عصا کو سعد القرظ سے لے لیا لیکن جب ممبر کو جنبش دی گئی تو آفتاب مین پورا گہن
لگا اور مدینہ مین ایسی تاریکی چھائی کہ ستارے نظر آنے لگے اِس واقعہ کو دیکھ کے معاویہ پر خوف
طاری ہوا اور وہ اپنے ارادہ نامحمود سے باز آئے پس اگر اُسوقت یہ مصحف مدینہ منورہ مین
موجود رہا ہو تو تعجب ہے کہ معاویہ کو بھی اُسکے منتقل کرنے کا خیال پیدا نہین ہوا۔

امام مالک مدینہ طیبہ مین مدتون بشغل درس و تدریس مصروف رہے اور ۱۷۹ سنہ ہجری مین
انتقال فرمایا۔

شاطبی اپنے مشہور قصیدہ رائیہ مین لکھتے ہین۔

وقال مالك القرآن يكتب بالـــــــكتاب الاولى لامستحدثا مسطرا

اور کہا مالک نے کہ لکھا جائے قرآن ساتھ طرز اول کے اور اُسمین قطع و برید نہ کی جائے

وقال مصحف عثمان تغيب لم نجد له بين اشياخ الهدى خبرا

اور کہا مالک نے کہ مصحف امام غائب ہو گیا اور ہمکو مشائخون سے اُسکی خبر نہین ملی

ابو عبيد اولوا بعض الخزائن لى استخرجوه فابصرت الدما اثرا

ابو عبیدہ نے کہا کہ بعض اُمرا نے اپنے خزانے سے مصحف میرے لیے منگایا اور مین نے اُسپر خون کا اثر دیکھا

ورده ولد النخاس معتمدا	ماقيله واباه منصف نظرا
رد کیا اس روایت کو ولد نخاس نے باعتماد روایت	مالک کے لیکن تردید کی اُسکی اہل انصاف نے
اذ لم يقل مالك لاحت مهالكه	مالا يفوت فيرجى طال او قصرا
کیونکہ مالک نے نہین کہا کہ ضائع ہونا مصحف کا اُنکو معلوم ہو	اور جو چیز موجود ہو اُسکا ملنا جلد یا دیر مین متوقع ہی

ابن ابی حاتم نے نافع بن ابی نعیم سے جنکی وفات ۱۶۹ سنہ ہجری مین ہوئی روایت کی ہی کہ مصحف امام ایک خلیفہ کی زیارت کے لیے لایا گیا تھا اور مینے بچشم خود اثر خون کا آیہ فسیکفیکہم اللہ پر معائنہ کیا۔ پس اس روایت سے موجودگی مصحف کی زمانہ حیات مین نافع کے ثابت ہوگئی حافظ ابو عمر نے مقنع مین ساتھ اپنی اسناد کے بسلسلہ تذکرہ حذف الف لکھا ہی۔

حدثنا ابو عبيد القاسم بن سلام رأيت فى	روایت کی ابو عبید قاسم بن سلام نے کہ میرے لیے بعض
مصحف الامام عثمان بن عفان استخرج لى من	خزائن امرا سے مصحف امام عثمان بن عفان کا نکالا گیا اور
بعض خزائن الامراء ورأيت فيه اثر دمه۔	مین نے اُسمین اثر اُنکے خون کا موجود دیکھا۔

ابن حجر نے ابو عبید قاسم کو فاضل ثقہ مصنف لکھا اور اُنکی وفات کا ۲۲۴ سنہ ہجری مین نشان دیا ہی پس معتمد روایت سے پتہ لگ گیا کہ تیسری یا چوتھی صدی ہجری مین مصحف محفوظ تھا اگرچہ یہ پتا نہین چلتا کہ کس ملک اور کس شہر مین۔

علامہ شیخ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری تاریخ خمیس مین لکھتے ہین کہ شب جمعہ اول شہر رمضان ۶۵۴ سنہ ہجری مین اتفاقیہ آگ لگی اور تمام سامان موجودہ مسجد نبوی مع اُسکی چھتون کے جل گیا لیکن وہ قبہ جسکو ناصر لدین اللہ نے بنایا تھا برکت مصحف شریف عثمانی

وہاں سبب کہ صحن مسجد میں واقع تھا بچ گیا پس اس روایت سے یہ ثبوت مل گیا کہ ساتویں صدی میں بھی یہ مصحف محفوظ اور احاطہ میں مسجد مدینہ کے موجود تھا۔

مولف کو ہر چند ابتک زیارت حرمین شریفین کی عزت حاصل نہین ہوئی لیکن مولانا محمد سعید منتظم مدرسہ صولتیہ واقع مکہ معظمہ کے خط مورخہ ۱۸۔ ماہ صفر ۱۳۲۵؁ ہجری سے مجھکو ثابت ہوا کہ بحمد اللہ مصحف عثمانی ابتک مدینہ منورہ مین محفوظ ہے اور ساکنان بلدہ طیبہ کو جب قحط یا کسی دوسری مصیبت کا سامنا ہوتا ہے تو اُسکو نکال کے پڑھتے اور خداوند عالم سے التجا واسطے حل مشکلات کے کرتے ہین مولانا موصوف لکھتے ہین کہ تقریباً چالیس برس کا زمانہ گذرا کہ یہ مقدس مصحف خزینۂ تبرکات سے نکالا گیا تھا۔ واقعات پر نظر کر کے یہ رائے قایم ہوتی ہے کہ چند روز یہ مصحف مدینۂ منورہ سے باہر خزائن امراے اسلام مین رہا اور پھر کسی نیک دل کو خدا نے توفیق دی اور اُسنے مصحف مذکور کو مدینہ شریف مین پہنچا دیا الحاصل کچھ شک نہین کہ مصحف موجودہ اُنھین مصاحف سبعہ مین ہے جو بعہد حضرت عثمان لکھے گئے تھے ہان ممکن ہے کہ وہ نسخہ نہو جو بروقت شہادت اُنکے روبرو موجود تھا۔

باقی چھ مصحف کیا ہوے اُنکا ٹھیک پتہ معلوم نہین ہوتا البتہ سُنا جاتا ہے کہ اُنمین کا ایک نسخہ کتب خانہ روس مین ابتک موجود ہے واللہ اعلم بالصواب

محمد بن جبیر اُندلسی کے سفرنامہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُنھون نے ۵۷۹؁ ہجری مین حرم مکہ معظمہ کے اندر ایک قرآن کی زیارت کی تھی جو منجملہ خلفاے اربعہ کسی خلیفہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور اُسپر زید بن ثابت کے ہاتھ کا سنہ بھی تحریر تھا۔ وہ لمبے چوڑے ورقون پر لکھا

اور لکڑی کی دفتیون سے مجلد تھا جسپر برنجی قبضے لگے تھے لیکن اُسوقت بھی بہت ورق ضائع ہو چکے تھے غالباً یہ وہی مصحف رہا ہو جسکو حضرت عثمان نے واسطے استعمال اہل مکہ کے بھیجا تھا پھر اسی سیاح نے مسجد دمشق مین ایک نسخہ کی منجملہ مصاحف عثمانی زیارت کی تھی اور غالباً یہ وہ مصحف رہا ہو جو شام کو بھیجا گیا تھا۔ افسوس اور سخت افسوس ہی کہ پچھلے مسلمانون کی غفلت سے ایسے آثارات برباد ہوئے جنکی عزت اسلامی نگاہون مین تاج قیصر او رکلاہ کسرے سے زیادہ ہونی چاہیے تھی۔

حدیقہ (۱۳)

اس بیان مین کہ قرآن معجزہ ہی

بعض کی یہ رائے ہی کہ جبریل پر صرف معنی کا القا ہوا اور اسی طرح جبریل نے بھی صرف معنی کا القا کیا تھا لیکن خود نبی علیہ السلام نے اُس معنی کو اپنی مادری زبان یعنی لغت قریش مین دوسرون پر ظاہر کیا اور بعض نے کہا ہی کہ جبریل ہی نے اُن معانی کو جنکا القا اُن پر ہوا تھا زبان عرب مین ادا کیا تھا مگر یہ دونون رائے غلط ہین پہلے گروہ کو جملہ نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلْبِكَ سے دھوکا پڑا کیونکہ لفظ کا تعلق کانون سے اور معنی کا تعلق قلب سے ہی لیکن اس گروہ کے مقلدون کو سمجھنا چاہیے کہ الفاظ بھی اپنے معانی کے ساتھ متمکن فی القلب ہو سکتے ہین اور قرآن مین اسی طرح کا تمکن بوساطت جبریل کے مراد ہی دوسرے گروہ کو یہ مغالطہ ہوا ہی کہ الفاظ محدثہ کے ساتھ وہ ذات قدیم جو شائبہ حدوث سے بری ہی تکلم نہین کر سکتی تھی مین طویل تقریرونکو

چھوڑ کے کہتا ہون کہ اُس ذات پاک نے الفاظ محدثہ کو اُسی طرح خلق کیا تھا جسطرح کہ اُسنے دیگر مخلوقات محدثہ کو پیدا کیا اور پیدا کر رہی ہی۔

جمہور علماے ماہر کی یہی راے ہی کہ لفظ اور معنی دونون کا القا جبریل پر ہوا یا یہ کہ انھون نے بیت العزت کے مصحف کو پڑھ لیا الحاصل الفاظ کو جنمین گنجینۂ معانی مخزون تھا بجنسہٖ نبی علیہ السلام تک پہونچا دیا۔

نظام نے کہا ہی کہ قرآن مین کوئی لفظی یا معنوی اعجاز نہین ہی بلکہ وہ صرف اعتقادی و عملی ہدایتون کی ایک کتاب ہی اور فصحاے عرب اُسکے کسی سورہ کا مثل اسلیے نہین لا سکے کہ خدا نے بغرض تصدیق رسالت اُنکے علم اور اُنکی انشا پردازی کو سلب کر لیا تھا لیکن یہ قول بوجوہ ذیل ناقابل قبول پایا جاتا ہی۔

اولاً اگر اشخاص موجودہ کی قوتین سلب کر لی گئی تھین تو اُنھون نے اپنے آبا و اجداد کے کلام کو اس ثبوت مین کہ قرآن بھی نظم انسانی ہی کیون پیش نہین کیا۔

ثانیاً اگر اسطرح کا کوئی غیر معمولی سلب عام وقوع مین آتا تو کفار عرب اُسکا احساس کر لیتے مگر اُنھون نے تو کبھی اُس عارضہ کی شکایت نہین کی جسکی تشخیص محض اپنی جودت طبع سے نظام نے کر دی ہی۔

بعض نے کہا ہی کہ اسلوب قرآن کا کلام عرب کے اسلوب سے جدا اور داخل اعجاز تھا لیکن اسلوب مین تو کوئی ایسی بات نہ تھی کہ دوسرے اُسکا پرداز اختیار نہ کر سکتے چنانچہ مسیلمہ کذاب نے اُسی اسلوب کے چند جملے بنائے تھے مگر اُسکو عقلاے عرب نے

محض خرافات سمجھا[1]۔

بعض نے کہا کہ قرآن اخبار بالغیب پر شامل ہی اور محض اُسی حیثیت سے وہ معجزہ کہاجاتا ہی لیکن یہ قول بھی نامعقول ہی کیونکہ قرآن کے ہر سورہ مین اخبار بالغیب نہین ہی اور کافرون سے صرف یہی استدعا کی گئی تھی کہ کسی سورہ کا مثل لائین مگر وہ نہ لا سکے پس اگر اخبار بالغیب بنیاد اعجاز تھا تو اُن لوگون نے بلا کسی اخبار بالغیب کے کوئی سورہ کیون پیش نہین کیا پھر اخبار بالغیب کی حقیقت تو آیندہ زمانہ مین کھلنے والی تھی اسلیے آسان تھا کہ کفار بھی کچھ فرضی باتین بشکل اخبار بالغیب کہہ دیتے اور حجت یہ کرتے کہ جب تمھارے اخبار بالغیب کی صداقت ظاہر ہوگی اُسوقت ہمارے اخبار کی بھی صداقت اپنا رنگ دکھائیگی۔

بغرض ثابت کرنے اعجاز کے بعض نے یہ رائے ظاہر کی ہی کہ قرآن کے بیان مین اختلاف و تناقض نہین ہی چنانچہ خدا ارشاد فرماتا ہی وَلَوْ[2] كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۔ (پارہ ۵۔ سورۃ النساء رکوع ۱۱)

اس رائے کی تردید اس طور پر ہوتی ہی کہ دس پانچ بلکہ سو پچاس ایسے جملون کا کہہ لینا جسمین اختلاف نہو دشوار نہ تھا کچھ شک نہین کہ قرآن کی بسیط کتاب مین اختلاف کا نہونا حیرت انگیز ہی لیکن خدا نے تو صرف دس سورتون اور پھر ایک ہی سورہ کے پیش کرنے کی فرمائش منکرون سے

---

[1] دو سورتین بنائی ہوئی مسیلمہ کی حسب ذیل ہین (۱) يَا ضِفْدَعُ بِنْتَ ضِفْدَعَيْنِ اِلَى كَمْ تَنِقِّيْنَ لَا الْمَاءَ تُكَدِّرِيْنَ وَلَا الشَّارِبِيْنَ تَمْنَعِيْنَ رَأْسُكِ فِي الْمَاءِ وَذَنَبُكِ فِي الطِّيْنِ (۲) اَلْفِيْلُ مَا الْفِيْلُ لَهٗ ذَنَبٌ قَصِيْرٌ وَخُرْطُوْمٌ طَوِيْلٌ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ خَلْقِ رَبِّنَا الْجَلِيْلِ۔

[2] اگر قرآن سوائے اللہ کے اور کسی کے پاس سے آیا ہوتا تو تم اُسمین بہت اختلاف پاتے ۱۲

کی تھی جسکو کم لیاقت آدمی بھی بری از اختلاف آسانی کے ساتھ پیش کرسکتا تھا۔

اسیطرح چند اور بھی رائین ظاہر کی گئی ہین لیکن حق یہی ہی اور اُسی کو جمہور علماے حاذق نے مختلف تعبیرون کے ساتھ بیان کیا ہی کہ قرآن بہ لحاظ فصاحت و بلاغت۔ نظام الفاظ حُسن معانی۔ غرابت اسلوب سلامت من کل العیوب کے معجز ہی اور اُسمین ایک خاص قسم کی با اثر عذوبت و حلاوت ہی جسکا بیان نہین ہوسکتا۔ علم معانی اور بیان کے جاننے والے نقود فصاحت و بلاغت کے پرکھنے والے تو اس کلام معجز نظام کی خوبیون پر وجد کرتے ہی ہین لیکن حیرت یہ ہے کہ معنی نا آشنا قاریون کو بھی اُسکے پڑھنے مین بھی ایک خاص طرح کا مزا آتا ہی جسکی تشریح قوت بیانیہ کے حلقۂ اختیار سے باہر ہی۔ دعوی اعجاز صرف لفظی و معنوی محاسن سے محدود نہین ہی بلکہ وہ روحانی آثار بھی جن سے دنیا متاثر ہوئی اور ابتک ہو رہی ہی اس دعوی کے رکن رکین ہین۔ تفصیل کے ساتھ بغرض تائید دعوی اعجاز کے بہت وجوہ بیان کیے گئے اور بیان کیے جاسکتے ہین لیکن مین اُنمین سے چند وجوہ کا تذکرہ حسب ذیل کرتا ہون۔

اولاً فصحاے زمانۂ جاہلیت اگرچہ دیگر علوم سے نا آشنا تھے لیکن فصاحت و بلاغت کلام مین اُنکی مہارت حد تکمیل سے بھی کچھ آگے بڑھ گئی تھی اور اُسوقت تک اُنکی زبان محاورات عجم اور اُنکے لغات کے خلط ملط سے پاک تھی اُن لوگون کو اسلام کے ساتھ اس طرح کا تعصب پیدا ہوگیا تھا کہ اُسکی بیخ کنی کے واسطے جان دینے کی پروا نہ تھی اور اپنے عزیزون کی جان لینے مین کچھ بھی دریغ نہ تھا ایسے دشمنون کو جو شیوہ خود سری مین بھی یکتا تھے خدا کا یہ کلام سنایا گیا۔ اَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ

وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (پارہ ۱۲- سورہ ہود- رکوع ۲)

سورہ ھود[۲] مکہ مین نازل ہوئی تھی اور جب کفار قریش دس سورہ نہ لا سکے تب ایک ہی سورہ کے ساتھ تحدی یعنی مقابلہ کی استدعا کی گئی قال اللہ تعالی قُلْ فَاْتُوْا[۳] بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (پارہ ۱۱- سورہ یونس رکوع ۴)

وَاِنْ[۴] كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ (پارہ ۱- سورۃ البقر رکوع ۳)

باوجود اس سہولت کے جو دی گئی منکرون نے ایک چھوٹی سورہ بھی تالیف کر کے پیش نہین کی پس کیا شک ہے کہ اس کلام مین کچھ ایسے ہی محاسن ہین جنکا مقابلہ اعلی درجہ کی لیاقت بشری نہ کر سکی۔ ہرگاہ ایسی سہولت کا بھی مقابلہ نہ ہو سکا تو پھر وہ لوگ اس تحدی عام کا کیونکر معارضہ کرتے

---

[۱] کیا وہ لوگ کہتے ہین کہ قرآن کو اپنے دل سے بنا لیا ہے تم کہو کہ لاؤ تم بھی مثل اُسکے دس سورتین بنائی ہوئی اور سوائے اللہ کے جس شخص کو بلا سکتے ہو بلا لو اگر سچے ہو ۱۲ [۲] تحدی ساتھ دس سورتون کے تحدی سورۂ واحد سے پہلے ہونی چاہیے لیکن مشکل یہ ہے کہ سورہ یونس کا نزول سورۂ ہود سے پہلے بمقام مکہ معظمہ بیان کیا جاتا ہے ہان بعض روایتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ سورہ یونس مدینہ مین نازل ہوئی یعنے سورۂ ہود کے بعد (اتقان) یہ روایت اگرچہ مشہور نہین ہے لیکن بقرینہ تحدی اُسکو وقعت ترجیح حاصل ہے۔ امام رازی تسلیم کرتے ہین کہ سورہ یونس کہ مین نازل ہوئی لیکن بقرینہ تحدی فرماتے ہین کہ اُسکا نزول سورۂ ہود کے پہلے ہونا چاہیے ۱۲ [۳] کیا کہتے ہین کہ بنا لایا ہے کہو اے پیغمبرؐ کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو تم بھی ایک سورہ مثل قرآن کے بنا لاؤ اور سوائے اللہ کے جسکو بلا سکتے ہو بلا لاؤ ۱۲ [۴] اور اگر تم کو اُس کلام مین شک ہو جسکو ہمنے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو تم بھی ایسی ہی ایک سورہ بنا لاؤ اور سوائے اللہ کے اپنے مددگارون کو بھی بلا لو بشرطیکہ سچے ہو پس اگر ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو اُس آگ سے ڈرو جسکے ایندھن آدمی و پتھر ہین اور منکرون کے لیے مہیا کی گئی ہے ۱۲

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۰)

حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہی کہ ولید بن المغیرہ نبی علیہ السلام کے حضور مین حاضر ہوا آپ نے اُسکو چند قرآنی آیتین سنائین اور اُسپر رقت طاری ہوئی اس خبر کو سُن کے ابو جہل دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ چچا تمھاری قوم چاہتی ہی کہ کچھ مال تمھاری نذر کرے کیونکہ تم محمد کے پاس اسلیے آئے ہو کہ پُرانے طریقہ کو ترک کرو ولید نے جواب دیا کہ قریش کو معلوم ہی کہ مین اُنسے زیادہ مالدار ہون تب ابوجہل نے کہا کہ اچھا کوئی ایسی بات کہو کہ تمھاری قوم جان لے کہ تم تعلیم محمدی کو ناپسند کرتے ہو ولید بولا کیا کہون خدا کی قسم تم لوگون مین مجھسے زیادہ دوسرا کوئی شخص شعر۔ رجز۔ قصیدہ اور اشعار جن کا جاننے والا نہین ہی اور جو کچھ محمد پڑھتے ہین وہ اُنمین کسی سے میل نہین کھاتا خدا کی قسم اُنکے کلام کے اندر اور اوپر حلاوت ہی اُس کلام کا اوپری حصہ روشن اور زیرین حصہ مواج ہی وہ سب سے اونچا ہی اور اُسپر دوسرا بلندی حاصل نہین کرسکتا وہ اپنے نیچے سب کو شکست دیتا ہی۔ ابوجہل نے کہا کہ پھر تمھاری قوم جب تک کچھ نہ کہو راضی نہوگی ولید نے کہا کہ اچھا فکر کرنے دو اور آخر کار فکر کرکے یہ کہا کہ ایک جادو ہی جو چلا آتا ہی اور دوسرون سے حاصل کرلیا ہی۔

لہ اے پیغمبر کہدو کہ اگر آدمی اور جن اسلیے جمع ہون کہ مثل اس قرآن کے لائین تو مثل اُسکا نہ لاسکین گے اگرچہ ایک دوسرے کی مدد کرے ۱۲

سلہ صرف جن و انس کا اسلیے ذکر کیا گیا کہ انھین دونون کی طرف نبی علیہ السلام بھیجے گئے تھے یا یہ کہ فرشتون کا اسطرح کے مقابلہ کے لیے جمع ہونا غیر ممکن تھا اسلیے اُنکا تذکرہ نامناسب سمجھا گیا ۱۲

ثانیاً معمولاً فصحاے عصر کسی ایک مضمون مین اعلی درجہ کی جودت دکھا سکتے ہین لیکن قرآن کا بیان مختلف مضامین پر حاوی ہے اور سب مین اُسکا پایہ ایک ہی طور پر بلند ہے۔

ثالثاً غیر مرئی چیزون کا بیان عذاب و عقاب کا تذکرہ اور پھر اس بیان و تذکرہ مین پڑھنے والون کی غیر معمولی دلچسپی اگر جلوۂ اعجاز نہین ہے تو کیا ہے۔

رابعاً منتشر مضامین کا بیان اور اس بیان مین تکرار موجود ہے بااینہمہ حیرت ہے کہ ذوق سلیم کو وہ بیان موتیون کی لڑی نظر آتا ہے اور بہ لحاظ سیاق و سباق کے ہر ایک تکرار مین اور ہی لذت محسوس ہوتی ہے۔

خامساً صرف الفاظ ہی مین جودت نہین بلکہ اُسکے معانی بھی حکمت و اخلاق مین ڈوبے ہوئے ہین اور اسکے علاوہ اخبار بالغیب کا بھی ایک ذخیرہ موجود ہے جنمین بعضون کا ظہور ہو چکا ہے۔

سادساً بیان مین غیر معمولی شوکت اور غیر معمولی اثر ہے جسکا وجود بشری کلام مین پایا نہین جاتا۔

سابعاً اعلی سے اعلی دلپسند کلام جب بار بار پڑھا جائے تو اسکی لطافت رفتہ رفتہ گھٹتی جاتی ہے لیکن قرآن پاک کا یہ خاصہ ہے کہ وہ جسقدر زیادہ پڑھا جائے اُسی پیمانہ سے پڑھنے والون کو لطف مزید ملتا ہے۔

ثامناً بشری دستور یہی ہے کہ فصحا کی مشاقی جولانگاہ سخن مین جسقدر بڑھتی ہے اُسی پیمانے سے اُنکی فصاحت مین بھی ترقی ہوتی جاتی ہے قرآن کا مجموعۂ مقدس تئیس سن مین

مکمل ہوا لیکن اُسمین بہ لحاظ قوت و ضعف اختلاف پایا نہین جاتا وَھَلْ ھٰذَا اِلَّا الْاِعْجَازُ۔

مسلمانون نے سیکڑون کتابین تفسیر کی تالیف کی ہین جنمین اس مقدس کتاب کے محاسن لفظی اور محاسن معنوی کی تشریح کی گئی ہے اور بایکدگر آیتون کا ربط دکھایا گیا ہے علاوہ تفسیرون کے ایسی مستقل اور بسیط کتابین بھی موجود ہین جنمین حقیقت و مجاز۔ استعارہ۔ تشبیہ۔ تمثیل۔ حقیقت نظم۔ تقدیم و تاخیر۔ ایجاز۔ حذف۔ وغیرہ کی ماہیت اسلیے بیان کی گئی ہے کہ اُنکے علم سے قرآن کے محاسن لفظی کا اندازہ کیا جا سکے۔ اس مختصر رسالہ مین اتنی وسعت کہان ہے کہ اجمالاً بھی محاسن مذکور کا کچھ بیان ہو سکے اسلیے مین نے اُنکے بیان کا ارادہ نہین کیا شایقین کو اگر خدا توفیق دے تو بقدر اپنی ہمت کے مبسوط کتابون سے استفادہ کرین۔

اب ایک نازک مسئلہ زیر بحث آگیا جسکی طرف دیگر مذاہب کے پیرو اشارے کرتے ہین اسلیے خاص ضرورت داعی ہے کہ اس مسئلہ کی نسبت ایسی معقول رائے ظاہر کیجاے جو تقلید محض کے عیب سے پاک مکابرہ سے برطرف عام دانشمندون کے نزدیک بھی پسندیدہ ہوا

مسئلہ

کیا زمانۂ حال مین کوئی ذی علم علوم عربیہ کا ماہر ایک یا چند سورتین قرآن کے مثل پیش کر سکتا ہے؟ اگر پیش کر سکتا ہے تو دعوی یکتائی پر جو قرآن مین کیا گیا ہے اُسکا کیا اثر پڑیگا۔

جواب

اتقان مین نقلاً عن القاضی ابی بکر لکھا ہے کہ بعض کہتے ہین کہ قرآن بمقابلہ کفار قریش کے معجز تھا مگر اب وہ معجز نہین ہے اس رائے پر قاضی نے تعجب ظاہر کیا اور اُسکو محض بے وقعت

قرار دیا ہے انھین قاضی پر منحصر نہین کسی معتمد علیہ عالم نے اس رائے کی وقعت نہین کی ہے جو بت
فنا ہو جانے قوت اعجازی کے ظاہر کی گئی لیکن یہ وہ زمانہ نہین ہے کہ ہم اپنے ہی گروہ کے علما
کی رائے ظاہر کر کے غیرون کے دستبرد سے گلو خلاصی حاصل کر سکین اسلیے اگر ہمارے
اعتقادات کی بنیاد مستحکم ہے تو ہمکو مخالفون کے مجامع مین ایسی حجت پیش کرنی چاہیے جسکی
واجبیت کی عقل سلیم تائید کرے۔ اِن دنون اگر ہمارا کوئی مخالف دینی دس بیس جملے عربی
کے جسکی پرداز نظم قرآنی کے ہمشکل ہو پیش کر کے کہے کہ دونون مین فرق نکالو تو عام طور پر
اُسکے جواب کی دو ہی شکلین دیکھی جائین گی۔

اولاً اگر مجیب کی طبیعت مین جودت ہے تو وہ اپنے سمند خیال کو مہمیز کر کے کچھ نقص
عبارت مین نکال دیگا لیکن فریق مخالف بھی جاہل نہین ہے وہ تردیدی حجتون کے قائم کرنے
مین کب پہلو تہی کرنے لگا الغرض اگر دونون فریق عربیت سے بدرجہ مساوی بہرہ مند ہین
تو نتیجہ آخر یہی ہوگا کہ جلسہ برخاست ہوا اور ہر فریق اپنے کو کامیاب اور دوسرے کو ناکام کہتا ہوا
گھر کی راہ لے۔ اورون کا جو کچھ خیال ہو مگر میری رائے مین تو اسطرح کا معرکہ حجت باہرہ اسلامیہ
کے شایان شان نہین ہے۔

ثانیاً اگر مجیب مین مادہ تقلیدی پختہ ہے تو جواب یہ ہوگا کہ فرق ضرور ہے مگر ہم مین اتنی
قابلیت کہان ہے کہ محاسن قرآنی کے بحر مواج مین غوطہ لگائین اور فرق نکالین لیکن ظاہر
ہے کہ ایسی تقریر مخالفانِ اسلام کو ساکت نہ کریگی بلکہ اندیشہ ہے کہ اس کمزوری کو دیکھ کے
اُنکے حوصلے واسطے گستاخ حملون کے زیادہ بڑھ جائین۔

امام رازی کی دوربین نگاہ اس نازک مسئلہ کی نازکی تک پہونچ گئی تھی چنانچہ سورہ البقرہ کی تفسیر مین جہان تحدی بسورہ واحد کا تذکرہ ہی یہ اعتراض پیدا کیا ہی۔ خدا کا ارشاد فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ سورہ الکوثر والعصر اور قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ کو بھی شامل ہی اور ہم بالبداہہ جانتے ہین کہ ایسی سورتون کا یا اُنکے قریب قریب لانا غیر ممکن نہین ہی اب اگر تم کہو کہ ان سورتون کا مثل لانا طاقت بشری سے باہر ہی تو یہ بیان از قسم مکابرہ ہوگا اور اسطرح کے مکابرے دین کے بدنام کرنے والے ہین۔ پھر جواب اعتراض کا یون دیا ہی کہ اگر ان سورتون کی فصاحت تسلیم کیجائے کہ حد اعجاز کو پہونچ گئی تو ہمارا دعوی ثابت ہو گیا کہ قرآن معجز ہی اور اُسکے مثل قوت بشری نہین لاسکتی اور اگر کہا جاے کہ اُنکی فصاحت حد اعجاز کو نہین پہونچی ہی تو باوجود حرص تو ہین کے منکرون کا معارضہ سے قاصر رہنا داخل اعجاز کے ہی انتہی

اس جواب کی دونون شق مجروح ہین پہلی اسلیے کہ بنیاد اعتراض تو یہی ہی کہ یہ چھوٹی چھوٹی سورتین معجز نہین ہین ایسی صورت مین شق اول کا معرض بیان مین لانا فضول ہی اور دوسری شق کا حاصل صرف اسقدر نکلا کہ زمانہ تنزیل مین جو لوگ منکر تھے وہ معارضہ نہ کرسکے لیکن اس واقعہ سے یہ نتیجہ پیدا نہین ہوتا کہ زمانہ مابعد مین بھی معارضہ غیر ممکن اور طاقت بشری سے باہر ہی بظاہر امام صاحب کی یہ راے معلوم ہوتی ہی کہ تحدی بالسورہ دور تنزیل تک محدود تھی اور اب وہ قائم نہین ہی پس یہ وہی راے ہی جسکو نظام نے ظاہر کی اور جسکی تردید خود امام رازی نے اپنی کتاب نہایۃ الایجاز فی درایۃ الاعجاز مین کی ہی بہرحال اس سوال وجواب سے چند امور مستنبط ہوتے ہین۔

(۱) امام رازی کی رائے اس طرف مائل ہی کہ چھوٹی سورتون کا مقابلہ زمانہ حال و آیندہ مین قوت بشری کر سکتی ہی۔

(۲) تحدی بالسورہ دور تنزیل کے بعد جبکہ طبقہ منکرین اول مرمٹا ختم ہو گئی۔

(۳) فصاحت قرآنی نے معارضہ سے مجبور نہین کیا تھا بلکہ خدائی قدرت نے اورطور پر منکرون کو مقابلہ کرنے سے روک رکھا تھا۔

بغرض حل کرنے مشکلات اس مسئلہ کے مین دو تقریرین حسب ذیل پیش کرتا ہون کیا عجب ہی کہ انصاف پسند حامیان دین اُنکو پسند فرمائین اور معقول پسند دانشمندان عصر بھی اُن کی معقولیت کا اعتراف کرین۔ بجمایت اِن تقریرون کے خلاصہ جواب یہ ہوگا کہ زمانہ حال و آیندہ مین باین ہمہ کان مماثلت ممکن مگر دعوی تحدی پر جو قرآن پاک مین کیا گیا ایسی مماثلت غیر موثر ہی

تقریر اول

ہم کو پہلے مضمون تحدی کی تشریح کرنی اور اُسکے بعد قصد تردید دعوی مقابلہ کرنا چاہیے خدا نے سورہ ہود مین دس سورتون کے ساتھ تحدی کی لیکن جب منکرین معارضہ نہ کر سکے تب سورہ یونس اور سورۃ البقرہ مین اُنکو سہولت مزید دی گئی اور ارشاد ہوا کہ اچھا ایک ہی سورہ مماثل پیش کرو مگر باوجود عطاے ایسی سہولت کے بھی من دُونِ اللہ کی قید مثل پہلی آیت کے پچھلی آیتون مین علیٰ حالہٖ برقرار رکھی گئی جسکا منشا یہ ہی کہ دوسرون سے تم لوگون کو مدد لینے کی اجازت ہی لیکن یہ اجازت نہین ہی کہ خدا سے مدد حاصل کرو۔ ہر انصاف پسند اقرار کریگا

کہ خدا کی استثناے مدد سے مراد الہام ربانی نہ تھا کیونکہ نہ اُسکی توقع خدا کے دشمنون کو تھی اور نہ خدا رسول اللہ کے دشمنون کو ایسی الہامی مدد دے سکتا تھا پس مقصود باریتعالی عزاسمہٗ یہی تھا کہ تم لوگ خود اپنے ایجاد طبع سے کوئی سورہ بنا لاؤ یا بحوالہ انشا پردازی اپنے اسلاف واحباب کے کوئی سورہ مثل قرآن کے پیش کرو لیکن شرط یہ ہی کہ خدا سے یعنے اُسکے کلام پاک سے بذریعہ اقتباس الفاظ و معانی یا نظم و اسلوب کی استمداد نہ کرو۔ اگر اُس زمانے کے منکر قرآن سے مدد لے کے کوئی سورہ پیش کر دیتے تو مضمون تحدی پر ہرگز اثر مضر نہ پڑتا لیکن وہ تو جوش تعصب مین بگوش ہوش قرآن کا سننا گوارا نہین کرتے تھے اقتباس کی طرف کب مائل ہوتے قال اللہ تعالیٰ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ[1]

(پارہ ۲۴ ۔ سورہ حم السجدہ رکوع ۴)

بعد فنا ہو جانے اُس طبقہ کے علوم عربیہ ایجاد ہوئے فنون صنائع و بدائع کی تدوین عمل مین آئی لیکن اِن سب کا ماخذ اعظم خدا کا کلام ہی اور شک نہین کہ زمانہ حال و آیندہ مین بھی مدعیان مقابلہ بلا امداد اِن علوم کے و بغیر استمداد نظم قرآنی کے چند فصیح و بلیغ جملے جو معانی بلند پر شامل ہون پیش نہین کر سکتے خلاصہ تقریر یہ ہوا کہ قرآن ہی سے مدد لیکے معارضہ بالسور شرائط تحدی کے خلاف ہی۔

تقریر ثانی

قرآن محض نظم کا نام نہین ہی بلکہ معنی بلند بھی اُسکے رکن رکین ہین۔ کفار عرب اور اُنکے

[1] کہا کافرون نے کہ قرآن کو نہ سنو اُسکے پڑھنے مین بک بک کرو شاید تم غالب ہو جاؤ ۱۲

اسلاف ہرچند نظم بیان پر قدرت کامل رکھتے تھے لیکن آلٰہیات کے مسائل اور محاسن اخلاق کے
ضوابط سے اُنکو بہرہ مندی نہ تھی۔ تحدی بعشر سُور یا بسورہ واحدہ جیسا کہ ضمائر خطاب سے
واضح ہوتا ہی صرف ساتھ کفار عرب کے تھی اور منشاء احتجاج آلٰہی یہ تھا کہ محمد نے تمھین لوگون
مین نشو و نما پائی اسلیے اُنکی ذاتی لیاقت تمپر فائق نہین بلکہ بوجہ اُمی ہونے کے بعضون سے
گھٹی ہوئی ہی پس جسطرح کا کلام فصیح با معنی بلند وہ پیش کرتے ہین تم بھی پیش کرو اور اگر اُسکی پیشی
سے معذوری لاحق ہو تو سمجھ لو کہ محمد نے اِس کلام کو خود نہین بنایا بلکہ بالہام ربانی اُن تک
پہونچا ہی اب یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ اکثر چھوٹی چھوٹی سورتین کسی مسئلہ دقیق پر آلٰہیات کے
یا کسی انوکھے اخلاقی ضابطہ پر شامل نہین ہین اُنکا مثل کردہ مخالف کیون پیش نہ کرسکا۔ میرے
خیال مین معقول جواب اس سوال کا یہ ہی کہ سورہ ہود مین دس سورتون سے محض چھوٹی
چھوٹی سورتین مراد نہین تھین بلکہ مقصود باری یہ تھا کہ چھوٹی بڑی اور متوسط سورتین جیسی کہ
قرآن مین ہین تم لوگ بھی پیش کرو۔ سورہ یونس اور سورہ بقرہ مین مثل انھین سورتون کا مقصود
تھا جنمین آیہ تحدی واقع ہی اور وہ دونون بالیقین ایسے معانی بلند پر شامل ہین جو ذخیرہ
معلومات عرب مین نہ تھے چنانچہ امام رازی بھی تفسیر مین سورہ یونس کے لکھتے ہین کہ آیہ
تحدی مین مراد سورہ سے یہی سورہ یونس ہی

تذکرہ

دنیا کے عوارض متوارثہ مین خبط عقلی کا بھی ایک عارضہ ہی چنانچہ اسی خبط مین مبتلا ہو کے

کسی گروہ نے مدعیان اسلام کے بحیلۂ محبت اہلبیت مگر خلاف اِس نص قرآنی کے کہ خود خدا قدیر قرآن کا حافظ ہی یہ خیالی مضمون تراش لیا ہی کہ جامع قرآن عثمان ابن عفان نے چند سورتین جنمین علی مرتضے اور اُنکی اولاد امجاد کی فضیلتین بیان کی گئی تھین مجموعۂ قرآنی سے خارج کردی ہین چنانچہ اُن مخروج سورتون مین ایک سورہ دبستان مذاہب مین نقل کی گئی ہی اور مین بھی اُسکو بجنسہا اسلیے تحریر کرتا ہون کہ ناظرین اندازہ کرین کہ دوستون کا روپ بھر کے دشمنان دین کیسی کیسی گہری چال چلے اور قصد کیا کہ قرآن کو جو مایۂ ناز اہل اسلام اور اہلبیت اطہار کا ہی مشتبہ کردین لیکن وہ کامیاب نہو سکے اور اُنکی کوشش سے آفتاب عالمتاب کے چمکیلے دائرہ پر خاک نہ پڑ سکی۔ اس سورہ مین خیرہ چشمی کے ساتھ الفاظ قرآنی کا کھلے خزانہ سرقہ کیا گیا ہی لیکن جہان جہان اپنی طرف سے جوڑ ملایا ہی وہ صاف کھلا ہوا دکھائی دیتا ہی الغرض اس جعلی سورہ کو دیکھ کے ہم مسلمانون کا یہ اعتقاد زیادہ مستحکم ہوجاتا ہی کہ مقابلہ کرنیوالون کی آنکھ پر قدرت پردہ ڈال دیتی ہی اور وہ چور بن کے بھی اپنی تالیف کو نظم قرآنی کے ہمشکل بنا نہین سکتے۔

جعلی سورہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِالنُّوْرَیْنِ اَنْزَلْنَاھُمَا یَتْلُوَانِ عَلَیْکُمْ اٰیَاتِیْ وَیُحَذِّرَانِکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ نُوْرَانِ بَعْضُھُمَا مِنْ بَعْضٍ وَّاَنَا السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فِیْ اٰیَاتٍ لَھُمْ جَنّٰتُ نَعِیْمٍ ۝ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا اٰمَنُوْا

بنقضهم ميثاقهم وما عاهدهم الرسول عليه يقذفون في الجحيم ظلموا
انفسهم وعصوا الوصي الرسول اولئك يسقون من حميم ان الله الذى
نور السموات والارض بما شاء واصطفى من الملائكة والرسل وجعل من
المؤمنين اولئك في خلقه يفعل الله ما يشاء لا اله الا هو الرحمن الرحيم
قد مكر الذين من قبلهم برسلهم فاخذتهم بمكرهم ان اخذى
شديد اليم ان الله قد اهلك عادا وثمود بما كسبوا وجعلهم لكم
تذكرة فلا تتقون وفرعون بما طغى على موسى واخيه هرون اغرقته
ومن تبعه اجمعين ليكون لكم اية وان اكثركم فاسقون ان الله يجمعهم
في يوم الحشر فلا يستطيعون الجواب حين يسئلون ان الجحيم ماوهم
وان الله عليم حكيم يايها الرسول بلغ انذاري فسوف يعلمون قد خسر
الذين كانوا عن اياتي وحكمي معرضون مثل الذين يوفون بعهدك اني
جزيتهم جنت النعيم ان الله لذو مغفرة واجر عظيم وان عليا
من المتقين وانا لنوفيه حقه يوم الدين ما نحن عن ظلمه بغافلين
وكرمناه على اهلك اجمعين فانه وذريته لصابرون وان
عدوهم امام المجرمين قل للذين كفروا بعد ما امنوا اطلبتم زينة
الحيوة الدنيا واستعجلتم بها ونسيتم ما وعدكم الله ورسوله ونقضتم
العهود من بعد توكيدها وقد ضربنا لكم الامثال لعلكم تهتدون

يا ايها الرسول قد انزلنا اليك ايات بينات فيها من يتوفه مؤمنا
ومن يتولـه من بعدك يظهرون + فاعرض عنهم انهم معرضون + انا
لهم محضرون في يوم لا يغني عنهم شيء ولا هم يرحمون + ان لهم في
جهنم مقاما عنه لا يعدلون + فسبح باسم ربك وكن من السجدين +
ولقد ارسلنا موسى وهرون بما استخلفا فبغوا هرون فصبر جميل
فجعلنا منهم القردة والخنازير ولعنهم الى يوم يبعثون + فاصبر
فسوف يبصرون + ولقد اتيناك الحكم كالذين من قبلك من المرسلين +
وجعلنا لك منهم وصيا لعلهم يرجعون + ومن يتول عن امري فاني
مرجعه فليتمتعوا بكفرهم قليلا فلا تسأل عن الناكثين + يا ايها
الرسول قد جعلنا لك في اعناق الذين امنوا عهدا فخذه وكن
من الشكرين ان عليا قانتا بالليل ساجدا يحذر الاخرة ويرجوا ثواب
ربه قل هل يستوي الذين ظلموا وهم بعذابي يعلمون + سيجعل
الاغلال في اعناقهم وهم على اعمالهم يندمون + انا بشرناك بذرية
الصلحين وانهم لامرنا لا يخلفون + فعليهم مني صلوات ورحمة
احياء وامواتا يوم يبعثون + وعلى الذين يبغون عليهم من بعدك
غضبي انهم قوم سوء خاسرين وعلى الذين سلكوا مسلكهم
مني رحمة وهم في الغرفات امنون + والحمد لله رب العلمين +

تبصرہ

ابی بن کعب نے جیسا کہ حدیقہ چار مین لکھا گیا دعاے قنوت کی دو سورتین قرار دی تھین اور اُنکو اپنے مصحف مین لکھ لیا تھا ہر چند وہ دونون سورتین باتفاق جمہور صحابہ داخل قرآن نہین سمجھین گئین لیکن روایتون سے ظاہر نہین ہوتا کہ کسی نے واسطے تردید قرآنیت کے یہ حجت پیش کی تھی کہ اُنمین قرآن کی اعجازی فصاحت و بلاغت پائی نہین جاتی اسلیے یہ شبہہ پیدا ہوتا ہی کہ اگر قرآن معجز ہی تو دعاے قنوت کی ایسی مشابہت اُسکے ساتھ کیون پیدا ہوئی کہ بعض صحابہ نے اُسکو بھی جزو قرآن سمجھ لیا تھا۔ یہ شبہہ اس طور پر رفع ہوجاتا ہی کہ مقصود تحدی صرف یہ ہی کہ قوت جنیہ وانسیہ قرآن کا مماثل نہین لاسکتی لیکن یہ دعا تو خدا ہی کی طرف سے نازل ہوئی تھی اگرچہ اُسکا نزول لطور جزو قرآن کے نہین ہوا تھا۔ یہی حالت جملہ ادعیہ ماثورہ کی ہی بلکہ وہ سب دعائین جو بزرگان دین سے منقول ہین وہ بھی دعاے ماثورہ کی تابع ہین اور اُنکا القا ان بزرگون کے نورانی قلب پر منجانب اللہ ہوا تھا۔

حدیقہ (۱۴)

بیان مین قرأت اور تذکرہ مین قاریون کے

حدیقہ (۹) مین لکھا گیا کہ لفظ سبع احرف جو حدیث مین وارد ہوا ہی اُس سے مختلف قبایل کے لغت مراد ہین جنمین بضرورت وقت پڑھنا قرآن کا جائز رکھا گیا تھا لیکن بعد رفع ضرورت صرف لغت قریش پر قرأت قرآن کی محدود ہوگئی اُس حدبندی سے یہ سمجھنا نہین چاہیے کہ مختلف

قرأتون کے جواز مین بھی جو لغت قریش سے تعلق رکھتی تھین کوئی اثر مضر پڑا - بعض کم فہمون نے سبع احرف کی تعبیر ساتھ ہفتگانہ قرأت کے کی ہو اور اُنکے خیال مین جواز قرأت سبعہ اُنھین حدیثون سے مستنبط ہوتا ہی جنکا حوالہ حدیقہ مذکور مین دیا گیا ہی لیکن ابو شامہ نے کہا ہی کہ یہ راے باجماع اہل علم کے غلط ہی اور محض چند جاہل اُسکا اعتقاد کرتے ہین اور مکّی نے بھی اس تعبیر کا تخطیہ کیا ہی خاص بنیاد اِس تخطیہ کی یہ ہی کہ نبی علیہ السلام کے عہد مین قرأت سبعہ کا تعین ہوا تھا اور نہ اُسکا نام کسی نے سُنا تھا -

نبی علیہ السلام کے زمانے مین بعض لغت قریش بھی مختلف حرف یا مختلف ہیئت خواہ مختلف لہجے مین پڑھے جاتے تھے وقت ترتیب عثمانی نہ ایسا اختلاف زیر بحث آیا اور نہ اُسکے جواز سے کسی قسم کا تعرض ہوا چنانچہ ابتک اُسطرح کے اختلافات بوساطت ائمہ قرأت ماثور چلے آتے ہین - فاضل سیوطی کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہی کہ اگلے زمانے مین اختلاف قرأت کا دائرہ زیادہ وسیع تھا لیکن جب ہمتین قاصر ہو چلین تو اُسوقت اسی آسان طریقے پر مدار کار کر لیا گیا کہ قرآن پاک اُنھین حرفون اور ہیئتون مین پڑھا جائے جو مصحف عثمانی کے رسم خط کے خلاف نہون - اُن دنون قاریان قرآن کی کمی نہ تھی لیکن بغرض انضباط مشہور اور مستند قرأتون کے دانشمندون نے اسلامی دنیا کے بڑے بڑے خطے سے ایسے کسی شخص کو منتخب کر لیا جو بلحاظ اپنے فضل و کمال کے لائق انتخاب کے پایا گیا چنانچہ اس طور پر قرأتین محدود ہوئین اور اُن سات قرأتون کی بنیا دپڑی جو ہم لوگون تک بتواتر پہونچی ہین -

فاضل سیوطی فرماتے ہین کہ اِن سات قرأتون کے ہمرتبہ اور قرأتون کا بھی وجود ہی اور علماے اسلام

اُنکی وقعت کا اعتراف کیا ہی لیکن بات یہ ہی کہ قبولیت عام خدا کی بہت بڑی نعمت ہی اور سچ یون ہی کہ وہ نعمت اُنھین سات قاریون کے حصے مین آگئی جنکا مفصل تذکرہ ہم کرین گے اور جنکی قرائتین مدتون سے جماعت مومنین کی مقبول ہین۔

صحیح اور معتمد ضابطہ شرعی یہ ہی کہ علاوہ قرأت سبعہ جب کسی دوسری قرأت کی سند کافی موجود ہو اور وہ عربیت کے قاعدہ اور مصحف عثمانی کے رسم خط کے خلاف نہو تو ایسی قرأت پر نماز مین خواہ نماز کے باہر قرآن کا پڑھنا جائز ہی اور اگر ان شرطون مین ایک رکن بھی مفقود ہو تو وہ قرأت شاذ سمجھی جائے گی اور اُسکے موافق قرآن کا پڑھنا جائز نہوگا۔

جو لوگ دور اندیشی سے بے بہرہ ہین یا بیجا نکتہ چینی کو ذریعہ اپنی نمود کا سمجھتے ہین اُنکو اختیار ہی کہ سلسلۂ سخن کو جتنا چاہین دراز کرین لیکن دانشمند ہوا خواہان اسلام باور کرتے ہین کہ بزرگان سلف نے بعض جائز اختلاف کے دائرون کو اسلیے چھوٹا کر دیا ہی کہ دامن اسلام کو خودغرضون کے ہاتھ سے ضرر نہ پہونچے اور جہانتک ممکن ہی نفاق کی دست بُرد سے امت مرحومہ کا شیرازۂ اتفاق محفوظ رکھا جاے۔ الفاظ قرآنی کا لغت قریش پر محدود کرنا سات قرأتون کا باغراض تلاوت منتخب کر دینا واسطے تقلید عام کے چار نامور مجتہدون کا تعین سچ پوچھیے تو یہ سب اُنھین تدبیرون کے شعبے ہین جو بلحاظ ضرورت وقت اختیار کی گئین اور اسلامی دنیا نے اُنسے بڑے بڑے فائدے اُٹھائے۔

اب نتیجہ اختلاف قرأت کو ملاحظہ کیجیے اُسکی اکثریہ حالت تو یہی ہی کہ اُس سے ہرچند معنی مین کم وبیش تغیر پیدا ہوتا ہی لیکن اصل مقصود نہین بدلتا اور بعض شکلون مین تو معنی بھی علی حالہ برقرار

ہتے ہین۔ کمتر صورتین ایسی پیش آتی ہین کہ معنی مین اسطرح کا تغیر پیدا ہوجاتا ہی جس سے استخراج
حکام پر مختلف اثر پڑتا ہی۔ ہرگاہ ناظرین کے روبرو کسی نظیر کا پیش کرنا مناسب ہی اسلیے واسطے
ثیل حالت اول کے مین لفظ ملك کو منتخب کرتا ہون جسمین حسب روایت مصنف اعراب القرآن
یل کے اختلاف قاریون نے کیے ہین۔

	حلیہ	ترکیب نحوی
مَلِكِ	بکسرۂ لام و کاف	دونون صورتون مین لفظ اللہ کی صفت ہی یا اُسکا بدل۔
مَلْكِ	بسکون لام و کسرۂ کاف	
مَالِكِ	باضافۂ الف و کسرۂ کاف	بدل لفظ اللہ کا ہی مگر اُسکو صفت اسلیے قرار نہین دیسکتے کہ اسم فاعل اضافت سے استفادۂ تعریف نہین کرتا اور نکرہ مین یہ لیاقت نہین ہی کہ معرفہ کی صفت ہوسکے۔
مَالِكَ	باضافۂ الف و فتحہ کاف	مفعول اعنی محذوف کا ہی یا لفظ اللہ کا حال اور بعض کے خیال مین منادیٰ ہی۔
مَالِكُ	باضافۂ الف و ضمہ کاف	خبر مبتدا ے محذوف یعنی ھو کا ہی۔
مَلِيك	بمد کسرۂ لام جس سے حرف ی کی آواز پیدا ہو اور کسرہ یا فتحہ یا ضمہ کاف کے	ہر سہ صورتون مین ترکیب نحوی وہی ہی جو لفظ مالك کے لیے بیان کی گئی۔
مَلَكَ	بفتحہ لام و کاف۔	فعل ہی اور یوم اُسکا مفعول بہ ہی یا مفعول فیہ اور اللہ اُسکا فاعل۔

اگلے زمانے مین حروف پر اسطرح حرکتین نہین دیجاتی تھین جیسی کہ اب دیجاتی ہین اور مصحف عثمانی بھی موافق دستور زمانے کے حرکات سے معرا تھا اسلیے جیسے اختلافات کا ہمنے نشان دیا ہی اُن سبکی استناد صرف لفظ کی ایک ہی شکل پر ممکن تھی چنانچہ اسطرح کے اختلاف کرنے والے بحوالہ اپنی مروی سندون کے مصحف امام پر بسہولت استدلال کرتے تھے اور اُنکے مخالفون کو کوئی ذریعہ تردید کا باستدلال رسم خط کے حاصل نہین ہوسکتا تھا۔

ایسی صورت کی مثال کہ اختلاف قرأت سے استخراج احکام پر اثر پڑے یہ ہی قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ (سورہ البقرہ رکوع ۲۸) طاے یطہرن کو حمزہ و کسائی اور ایک عاصم کے راوی نے ساتھ تشدید کے اور باقی جملہ قاریان سبعہ نے ساتھ سکون کے پڑھا ہی،

موافق استعمال اہل عرب[1] کے بحالت تشدید ترجمہ یہ ہوگا تا آنکہ غسل کرلین اور بحالت سکون یہ معنے ہونگے کہ تا آنکہ خون حیض کا آنا بند ہو اسی اختلاف قرأت کی بنیاد پر امام شافعی فرماتے ہین کہ حائضہ عورتین جب تک کہ بعد انقطاع حیض غسل نہ کرلین اُنکے ساتھ مرد کو مقاربت کرنا جائز نہین اور اُنکی راے کی تائید لفظ تَطَهَّرْنَ سے بھی ہوتی ہی جو اسی آیہ مین واقع ہوا ہی اور جس سے معنے اغتسلن کے پیدا ہوتے ہین۔ کچھ شک نہین کہ عمل مقاربت کے لیے شرط غسل ہرحال مین مقتضاے احتیاط ہی اسلیے امام ابوحنیفہ غسل کو قبل عمل مقاربت کے مستحب قرار دیتے ہین لیکن اُنکی یہ راے بھی بڑی وقعت رکھتی ہی کہ جو قرأت اکثر قاریون کی روایت سے درجہ ثبوت کو پہونچی ہی معطل چھوڑی نہین جا سکتی لہذا

---

[1] قاموس مین لکھا ہی المرأۃ طہرت وطہرت انقطع دمہا واغتسلت من الحیض وغیرہ کتطہرت اور صراح مین طہارت اور تطہر دونون کے معنے لکھے ہین پاک شدن پس درمیان یَطْهُرْنَ و یَطَّهَّرْنَ کے کوئی فرق معنوی پیدا نہین ہوتا لیکن تفسیرون مین دو معنے مختلف تسلیم کیے گئے ہین ۱۲

قرأت بالتشدید کے مطلب یہ ہین کہ جب انقطاع حیض اقل مدت مین ہو تو ایسی حالت مین قبل مقاربت غسل کا ہونا لازم ہی اور جب اکثر ایام حیض یعنی دس دن پر خون کا آنا بند ہو جائے تو ایسی حالت مین جواز مقاربت کے لیے صرف خون کا انقطاع کافی ہی اور موافق اس تفرقہ کے دونون قرأتون پر عمل ہو جاتا ہی۔ بتائید رائے امام ابوحنیفہ یہ دار تقریر یون بھی اختیار کیا جا سکتا ہی کہ جواز مقاربت مشروط بانقطاع خون ہی مگر اُسکے لیے انقطاع بعد العشرہ کی قید باقتضاے احتیاط لگائی گئی ہی اور بغرض اسی احتیاط کے جب انقطاع خون اندر دس دن کے ہو تو غسل قبل مقاربت کے واجب ہو جاتا ہی صورت اول مین بھی وجوباً نہین تو استحباباً قبل از مقاربت غسل کر لینا مناسب ہی جیسا کہ لفظ تطہرن سے اُسکی طرف اشارہ کیا گیا ہی اور یطھرن بالتشدید کی قرأت سے اُسکی تائید ہوتی ہی

مجتہدان شیعہ اثناعشریہ کے نزدیک اظہر یہ ہی کہ بعد انقطاع حیض و قبل از غسل وطی فی القبل صرف مکروہ ہی لیکن صدوق نے حرام لکھا ہی اور وطی فی غیرہ ایام حیض مین بھی جائز ہی مگر مکروہ۔ (اللمعہ)

مجاہد و عطا و طاؤس کی یہ رائے ہی کہ بعد انقطاع حیض صرف غسل فرج واسطے جواز مقاربت کے کافی ہی۔

فاضل سیوطی نے بصورت اختلاف قرأتون کے اقوال ذیل دربارہ اُنکی تنزیل کے بستان ابواللیث سمرقندی سے نقل کیے ہین۔

(۱) خداوند عالم نے اُن مختلف ہیئتون مین اپنے کلام پاک کو ارشاد کیا۔

(۲) ارشاد کسی ایک قرأت مین ہوا مگر دوسری قرأت پر بھی پڑھنے کی اجازت دیگئی۔

(۳) اگر ایک قرأت کی تفسیر دوسری قرأت کے خلاف ہو تو خدا نے دونون طرح پر ارشاد کیا ہی اسلیے دو قرأتین بمنزلہ دو مختلف آیتون کے ہین اور اگر تفسیر مین اختلاف نہو تو ارشاد ایک قرأت کے

موافق ہوا اور دوسری قرأت پر تلاوت کی اجازت دی گئی ہین کہتا ہون کہ پہلے اور دوسرے قول
کے موافق نتیجہ واحد پیدا ہوتا ہی یعنی یہ کہ دونون قرأتون پر بحکم الٰہی تلاوت قرآن کی جائز ہی لیکن
تیسرے قول پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ اگر دونون قرأتین دو مختلف آیتون کا رتبہ رکھتی ہین تو
اولًا کہا جاسکتا ہی کہ ہر ایک قاری کا قرآن ناقص ہی کیونکہ ایک آیہ منزل اُسمین متروک ہی ثانیًا
لفظ یطھرن کے اختلاف پر نظر کیجیے کہ خدا کا مقصود اغتسال سے ہوگا یا انقطاع خون سے
پس دو مختلف الحکم کلام کا ایک ہی جملہ مین ارشاد فرمانا خدا کی حکیمانہ شان کے خلاف ہی اسلیے
میرے خیال مین واضح طریقہ بیان کا یہ ہی کہ تنزیل دونون قرأتون پر ہوئی ہو یا یہ کہ تنزیل ایک ہی
قرأت مین ہوئی ہو اور دوسری قرأت کی اجازت دی گئی ہو لیکن بندگان خدا دونون قرأتون پر
تلاوت کے مجاز ہین اور بصورت اختلاف تفسیر کے بھی کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا کیونکہ اختلاف
قرأت مشہورہ سے ایسے نتائج جو ایک دوسرے کے متناقض ہون پیدا نہین ہوتے زیادہ سے
زیادہ اُنکے اختلاف کا اسی قدر اثر پایا جاتا ہی کہ کسی قرأت کے منشأ مین عمل کے لیے زیادہ سہولت
ہی اور دوسری قرأت مین اُس سے کچھ کم پس دائرہ حکم کی وسعت حد جواز کو ظاہر کرتی ہی اور اُسکی
تنگی شیوۂ احتیاط کی ہدایت کرتی ہی چنانچہ خدا نے یطھرن کا بہ تشدید طا اور بسکون طا دونون
طور پر استعمال فرمایا یا یہ کہ ایک کا استعمال کیا اور دوسری طور پر پڑھنے اور عمل کرنے کی اجازت
دی لیکن سکون طا کی قرأت مین حد جواز اور تشدید طا کی قرأت مین احتیاط کی حد بتائی گئی ہی پس
درحقیقت احکام الٰہی مین واقعی تضاد نہین ہی بلکہ ایسی پرداز تقریر سے بلاغت قرآنی کی ایک عمدہ سند ملتی ہی

لہ اس اعتراض کا جواب یہ دیا جاسکتا ہی کہ دونون قرأتین دو واقعی دو آیت نہین ہین بلکہ واسطے عمل کے دو آیتون کا رتبہ رکھتی ہین ۱۲

قرأت سبعہ کے بعض اختلاف ایسے بھی ہین جن کا حوالا ایک ہی رسم خط پر نہین دیا جاسکتا اور ایسے اختلاف کی بنیاد یہ ہی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سات مصحف ایک ہی زمانے مین تیار کرائے لیکن اُن سب کی تحریر ایک ہی قرأت پر محدود نہ تھی بلکہ مختلف قرأتون کا اظہار مختلف مصاحف مین کیا گیا تھا پس یہ سات منتخب قرأتین کسی نہ کسی مصحف کے رسم خط سے موافق ہین اور روایتون سے اُن سب قرأتون کی سند ملتی ہی چنانچہ ابن الجزری نے لکھا ہی کہ ابن عامر سورہ البقرہ مین قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ بغیر واو کے اور بِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ کو ساتھ دو باے جار کے پڑھتے ہین اور یہ قرأت موافق مصحف شامی کے ہی۔ ابن کثیر آخر مین سورہ براۃ کے من تحتها الانهار باضافہ من پڑھتے ہین اور یہ قرأت موافق مصحف مکی کے ہی،

تذکرہ قاریان

قرأ سبعہ کو بوجہ اُن کی شہرت کے **شموس** کے لقب کے ساتھ یاد کرتے ہین اور اُن کے علاوہ قاریان دیگر **بدور** کہے جاتے ہین۔ بدور کی جماعت مین قاریان ذیل کا نام لیا گیا ہی اور وہ بھی شمار مین سات ہین،

ابو جعفر مدنی۔ ابن محیص مکی۔ یعقوب بصری۔ حسن بصری۔ سلیمان اعمش کوفی۔ خلف کوفی۔ یحیی ترمذی۔

لیکن ہم لوگون کا خاص تعلق فرقہ شموس سے ہی اسلیے مین اُن کے حالات کو تفصیل وار

ل اتقان فی علوم القرآن مین تحریر ہی کہ ابن مجاہد وغیرہ نے براعات شمار مصاحف عثمانی کے سات قاریون کا انتخاب کیا ہی ۱۲

بیان کرتا ہون۔

نافع امام اہل مدینہ

بن عبدالرحمن بن ابی نعیم مولی بنی لیث کبھی اُن کی نسبت اُن کے دادا کی طرف کی جاتی ہے اور ابن ابی نعیم کہے جاتے ہین بروایت غالب اُنکی کنیت ابورویم تھی اور بعض نے ابوعبداللہ ابوعبدالرحمن یا ابوالحسن بھی کہا ہے ابن حجر نے تقریب التہذیب مین انکو صدوق ثبت فی القراءۃ لکھا اور طبقہ سابعہ یعنی کبار اتباع تابعین مین شمار کیا ہے اصل اُنکی اصفہان سے ہے لیکن مدینہ مین رہتے تھے اسلیے مدنی کہے جاتے تھے۔ اور اُسی بلدۂ طیبہ کے اندر بزمانہ خلافت ہادی عباسی ۱۶۷ھ ہجری یا ۱۶۹ھ ہجری مین وفات کی۔ اُنکی قرأت کے دو راوی بلا واسطت شخص دیگر کے ہین ایک ابوعیسے معروف بہ قالون[۱] جو ۲۲۰ھ ہجری مین پیوند خاک مدینہ ہوئے اور دوسرے عثمان بن سعید معروف بہ ورش[۲] جنھون نے بملک مصر ۱۹۷ھ ہجری مین وفات پائی بحوالہ قول کی فاضل سیوطی فرماتے ہین کہ از روے سند کے قرأت نافع اور عاصم کی اصح ہے اور یہ کیا کم فخر کی بات ہے کہ مدینہ رسول اللہ کے اکابر فن قرأت مین اُنکو اپنا پیشوا تسلیم کرتے تھے۔

نافع نے پانچ قاریون سے جنکے نام ذیل مین تحریر ہین اخذ قرأت کیا تھا۔

---

[۱] قالون رومی زبان کا لفظ ہے اور اُسکا ترجمہ (خوب) ہے یہ لقب بوجہ جودت اُنکی قرأت کے خود اُنکے اُستاد نافع نے دیا تھا ۱۲

[۲] فاضل دمیری نے حیات الحیوان مین لکھا ہے کہ عثمان بن سعید پستہ قد سرخ رنگ فربہ اندام تھے اور آنکھین کرنجی تھین وہ چونکہ بڑے خوش آواز تھے اسلیے اُنکے اُستاد اُنھین ورشان (قمری نر) کہا کرتے تھے جو اُنکا لقب ہو گیا زمانۂ مابعد مین کثرت استعمال نے الف اور نون کو ساقط کر دیا اور صرف لفظ ورش باقی رہگیا ۱۲

ابو جعفر یزید بن قعقاع مدنی مخزومی ۔ ابو داؤد عبد الرحمن بن ہرمز الاعرج ۔ شیبہ بن نصاح
مدنی ۔ ابو عبد اللہ مسلم ۔ یزید بن دربان ۔

اور ان پانچون نے ابن عباس اور ابن ابی ربیعہ سے اور اُن دونون نے اُبی بن کعب سے
اور اُنھون نے خود رسول علیہ السلام سے اخذ قرأت کیا تھا ۔ فاضل سیوطی لکھتے ہین کہ نافع
کو ستر تابعین سے اخذ قرأت کی عزت حاصل تھی ۔

عبد اللہ امام اہل مکہ

بن کثیر الداری مولی عمر بن علقمہ الکنانی یہ بزرگ مکہ معظمہ کے رہنے والے تھے ابن حجر نے انکو صدوق
لکھا ہے اور طبقہ سادسہ یعنے ایسے تابعین مین شمار کیا ہے جنکی ملاقات کسی صحابی رسول اللہ سے
درجۂ ثبوت کو نہین پہونچی ۔ وہ خود مکی تھے اور مقدس سرزمین پر مکہ کے بعہد سلطنت ہشام بن
عبد الملک سنہ ۱۲۰ ہجری مین انتقال فرمایا ۔ انکی قرأت کے بھی دو راوی ہین ایک ابو عمرو محمد بن
عبد الرحمن مکی مخزومی مشہور بہ قُنبل[1] جنکا انتقال سنہ ۲۸۰ ہجری مین ہوا اور دوسرے احمد بن محمد مکی
مشہور بہ بزّی[2] درمیان قُنبل اور ابن کثیر کے چار واسطے اور درمیان بزّی اور ابن کثیر کے بھی دو
واسطے درمیانی ہین با این ہمہ ان دو راویان بالواسطہ کی شہرت اسلیے ہوگئی کہ اُنکے ذریعہ سے ابن کثیر
کی قرأت اسلامی دنیا مین زیادہ شائع ہوئی تھی ۔ ابن کثیر نے تین قاریون سے اخذ قرأت کیا تھا

[1] القنبل الرجل الغلیظ کقنبل بالضم ولقب محمد بن عبد الرحمن القاری کذا فی القاموس شاید تعلیم قرأت مین اپنے
شاگردون کے ساتھ درشتی کرتے تھے اسلیے ساتھ اس لقب کے ملقب ہوئے ۱۲

[2] منسوب بہ بزہ جو جد پنجم احمد بن محمد کے تھے ۱۲

عبداللہ بن السائب المخزومی صحابی رسول اللہ مجاہد بن زیرک جسنے اُبی بن کعب سے فن قرأت
حاصل کیا تھا ریاس مولی ابن عباس جسنے خود ابن عباس سے قرأت اخذ کی،

ابو عمرو[3] امام اہل بصرہ

ابن العلاء بن عمار بن العریان المازنی انکے نام مین بہت اختلاف ہی مگر زیادہ مشہور زبان ہی
اور اصمعی سے منقول ہی کہ اُنکو خود ابو عمرو نے اپنا یہی نام بتایا تھا لیکن ابن حجر نے لکھا ہی کہ صولی کے
نزدیک زیادہ صحیح یہ روایت ہی کہ اُنکا نام جزء بفتح جیم کے تھا۔ وہ بصرہ کے رہنے والے تھے اور
چوراسی برس اور بروایتے چھیاسی برس کی عمر کو پہونچ کے ۱۵۴ھ ہجری یا ۱۵۵ھ ہجری مین بزمانہ
خلافت منصور عباسی بمقام کوفہ انتقال کیا۔ وہ علاوہ فن قرأت کے علم نحو کے بڑے ماہر تھے
اصمعی سے اور اُن سے صحبتین رہین چنانچہ اصمعی کا بیان ہی کہ میری آنکھون نے ابو عمرو بن العلاء
کا مثل نہین دیکھا مین جب اُنکے پاس بیٹھا کرتا تو یہ خیال پیدا ہوتا کہ دریاے ناپیدا کنار کے نزدیک
بیٹھا ہوا ہون ابن حجر نے اُنکو ثقة من علماء العربیة لکھا اور طبقہ خامسہ یعنی طبقہ صغرے
مین تابعین کے شمار کیا ہی۔ اُنکی قرأت کے دو راوی ہین ایک ابو عمرو حفص بن عمر بن عبد العزیز ازدی
مشہور بہ دوری[1] جو چھیانوے برس زندہ رہے اور ۲۴۶ھ ہجری مین مرے ابن حجر نے اُنکی نسبت
لکھا ہی کہ لا باس بہ یعنی اُنکی حدیث قبول کرنیمین مضائقہ نہین ہی۔ دوسرے ابو شعیب صالح بن زیاد
ابن عبد اللہ مشہور بہ سوسی[2] جنکا ۲۶۱ھ ہجری مین انتقال ہوا ابن حجر نے اُنکو ثقہ لکھا ہی یہ دونون

۱ منسوب بہ دور جو بغداد سے پورب ایک جگہ ہی ۱۲ ۲ سوس ایک شہر اہواز مین دوسرا مغرب مین تیسرا روم مین ہی ۱۲

۳ اور ایک گانوں کا بھی نام ہی انھین جگھون مین سے کہین کے رہنے والے تھے ۱۲

بوساطت ابو محمد یحیی بن المبارک العدوی ابوعمرو کی قرأت کے راوی ہین اور خود ابوعمرو نے اہل مکہ و مدینہ و بصرہ کی بڑی جماعت سے جن مین سعید بن جبیر اور حسن بصری بھی شامل ہین اخذ قرأت کی تھی۔ اُن لوگون نے صحابہ متذکرۂ صدر و دیگر صحابیون سے تعلیم قرأت پائی تھی۔

عبداللہ امام اہل شام

ابن عامر بن یزید بن تمیم الیحصبی حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین پیدا ہوے دمشق کے رہنے والے تھے ستانوے برس عمر پائی اور ۱۱۸ھ ہجری مین وفات کی اُنکی کنیت بروایت غالب ابوعمران تھی اور ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت مین دمشق کے قاضی بھی مقرر ہوگئے تھے ابن حجر نے اُنکو ثقہ لکھا اور طبقہ سادسہ یعنے ایسے تابعین مین شمار کیا ہی جنکی ملاقات ساتھ صحابہ کے ثابت نہین انکی قرأت کے بھی دو راوی ہین ایک ہشام بن عمارہ بن نصیر السلمی کہ وہ بھی دمشق کے قاضی تھے اور ۲۴۵ھ ہجری مین بعمر بانوے برس انتقال کیا ابن حجر نے انکو صدوق لکھا ہی دوسرے ابن ذکوان القریشی الدمشقی جنکا انتقال بعہد سلطنت متوکل عباسی ۲۴۲ھ ہجری مین ہوا یہ دونون بذریعہ دو واسطۂ درمیانی کے قرأت کی روایت ابن عامر سے کرتے ہین اور خود ابن عامر نے ابودردا و معاذ بن جبل وغیرہ سے قرأت سیکھی تھی۔

عاصمؒ امام اہل کوفہ

ابوبکر اُنکی کنیت تھی بہدلہ[۱] مان کا اور ابوالنجود باپ کا نام تھا ابن حجر اُنکی نسبت تحریر

---

[۱] بعضے بہدلہ نام ابوالنجود پدر عاصم کا کہتے ہین جو بنو حذیفہ کے مولا تھے (ابن خلکان) ۱۲

تحریر فرماتے ہین صدوق له اوهام حجة فی القراءة وحدیثه فی الصحیحین مقرون من السادسة[1]
انھون نے بمقام کوفہ ۱۲۸ھ ہجری یا ۱۲۷ھ ہجری مین اُس وقت انتقال کیا کہ دولت بنی امیہ
کا چراغ حکومت جھلملا رہا تھا انکے لیے بڑے فخر کی بات یہ ہی کہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی انھین کی قرأت
پر قرآن پڑھا کرتے تھے چونکہ ہندوستان کے عام اہل سنت حنفی ہین اسلیے اس ملک مین
انھین کی قرأت بروایت حفص مروج ہو گئی ہی عاصم نے اخذ قرأت ابو عبد الرحمن بن حبیب سلمی
سے و نیز ابو رویم سے کیا تھا ابو عبد الرحمن نے علی و زید بن ثابت و ابی بن کعب و عبد اللہ بن
مسعود سے اور رویم نے علی و عثمانؓ و ابن مسعود سے اخذ قرأت کی تھی اسلیے عاصم کی
قرأت سند اً بہت صحیح تسلیم کی جاتی ہی۔ اِن کے بھی دو راوی ہین ایک ابو بکر بن سالم جسکے
نام مین بہت اختلاف ہی کوئی شعبہ کہتا ہی کوئی مطرف کوئی عبد اللہ کہتا ہی کوئی سالم انھون نے
تنانوے برس کی عمر پائی اور بمقام کوفہ ۱۹۳ھ ہجری مین بعہد خلافت مامون الرشید انتقال کیا
دوسرے حفص بن سلیمان بن مغیرہ کہ وہ بھی نوّے برس زندہ رہے اور ۱۸۰ھ ہجری مین انتقال
کیا عاصم کو اسلیے اسدی کہتے ہین کہ وہ بنی اسد کے موالی سے تھے اور اُنکے دونون راویون
کا شمار بھی اسی قبیلہ کے موالی مین کیا جاتا ہی۔

حمزہؒ امام اہل کوفہ

ابو عمارہ بن حبیب الزیات موالے لبنی تیم۔ ابن حجر ان کی نسبت لکھتے ہین

[1] سچے تھے مگر انکو شبہے پڑتے تھے فن قرأت مین انکی سند ہی صحیحین مین انکی روایت کی ہوئی حدیث موجود ہی طبقہ سادسہ کے نزدیک تھے ۱۲

صدوق[۱] زاہد ربما وہم من السابعۃ وہ ۸۰ھ ہجری مین پیدا ہوے اور ۱۵۶ھ ہجری یا ۱۵۸ھ
مین بمقام حلوان بزمانہ خلافت منصور عباسی انتقال کیا انکا معمول تھا کہ ہر مہینے مین قرآن کے
پچیس ختم کرتے تھے اور کہا جاتا ہی واللہ اعلم بالصواب کہ فرقہ جن کے افراد بھی انکی صحبت
سے مستفید ہوتے اور ان سے قرآن پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ ان بزرگ نے نبی علیہ السلام
کو خواب مین دیکھا اور قرآن پڑھا حضورؐ نے ارشاد کیا ھکذا انزل علی ایسا ہی مجھپر اترا ہی حمزہؒ
نے امام جعفر صادقؑ سے قرأت سیکھی تھی جسکی سند بذریعہ انکے آبائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
جناب رسالت مآب تک پہنچتی ہی اور پھر بذریعہ ابن اعین کے بھی وہ اپنی سند بوساطت اہل
اہل بیت علی بن ابی طالب تک اور بذریعہ دوسرون کے ابن مسعود تک پہونچاتے ہین انکی
قرأت کے دو راوی ہین ایک ابو عیسی خلاد بن خالد الکوفی الصیرفی جنھون نے بلا واسطہ حمزہ
سے اخذ قرأت کی تھی اور بمقام کوفہ ۲۲۰ھ ہجری مین انتقال کیا دوسرے محمد خلف معروف بزار
جو بیک واسطہ حمزہ کے شاگرد ہین اور انکا انتقال بمقام بغداد ۲۲۹ھ ہجری مین ہوا۔

کسائی امام اہل کوفہ

ابو الحسن علی بن حمزہ بن عبد اللہ بن بہمن۔ انکو کسائی اسواسطے کہتے ہین کہ احرام مین

---

[۱] سچے اور زاہد تھے کبھی کبھی انکو وہم بھی ہوا۔ طبقہ سابعہ یعنی کبار اتباع تابعین مین تھے ۱۲ [۲] فاضل سیوطی لکھتے ہین کہ حمزہ نے عاصم و اعمش و ابو اسحٰق السبیعی و منصور بن المعتمر وغیرہ سے استفادۂ قرأت کیا تھا ۱۲ ابن خلکان نے انکو علی بن حمزہ بن عبد اللہ بن فیروز اسدی بالولاء لکھا ہی۔ اتقان مین تحریر ہی کہ دوسری صدی کے آخر تک یعقوب بصری قاری ہفتم تسلیم کیے جاتے تھے لیکن شروع مین تیسری صدی کے ابن مجاہد نے انکو ساقط کر کے کسائی کو شمار سبعہ مین داخل کر دیا ۱۲

کسا کا استعمال کرتے تھے ہارون الرشید کی خدمت مین انکو رسوخ تھا انکے ساتھ خراسان جاتے تھے
باثناے سفر ۱۸۹ھ ہجری مین انتقال کیا۔ حمزہ مسبوق الذکر اور دوسرون سے بھی انھون نے
اخذ قرأت کی تھی لیکن خاص مدار اُنکی قرأت کا حمزہ کی شاگردی پر ہی۔ فاضل سیوطی نے بحوالۂ قول
مکی کے لکھا ہی کہ ابو عمرو اور کسائی کی قرأت سب قرأتون مین زیادہ فصیح ہی۔ کسائی کے دو راوی
بلا واسطہ ہین ایک وہی ابو عمر وحفص معروف بہ دوری جو ابو عمرو امام اہل بصرہ کے بھی راوی
ہین اور دوسرے ابو الحارث بن خالد البغدادی۔

اس موقع مین چند باتین لائق انتخاب اور قابل تذکرہ کے ہین۔

اولاً منجملہ سات قاریون کے جنکا انتخاب ہوا صرف خطہ کوفہ مین تین کی قرأتین مروج
تھین اور باقی چار کی قرأتین مکہ معظمہ ومدینہ منورہ ودیار شام وملک مصر مین رواج پذیر تھین اسلیے ظاہر
ہوتا ہی کہ کوفہ مین قرأت کا زیادہ چرچا تھا اور اس فن کے کامل بمقابلہ دوسرے خطون کے وہان
زیادہ پائے جاتے تھے۔

ثانیاً متذکرہ بالا تذکرون سے ظاہر ہوتا ہی کہ قراء سبعہ کی سندین خاص کر بذریعہ صحابۂ
ذیل رسول علیہ السلام تک پہونچتی ہین۔ علی۔ عثمان۔ زید بن ثابت۔ عبد اللہ بن مسعود۔ ابی بن کعب
معاذ بن جبل۔ ابو الدرداء۔ عبد اللہ بن السائب۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

ثالثاً صرف حمزہ کو یہ فخر حاصل ہی کہ اُنکی سند بسلسلۂ ایمۂ اہل بیت رسول خدا تک منتہی ہوئی ہی
باایںہمہ فرقۂ شیعہ مین بھی کوئی خاص دلچسپی اُنکی قرأت کے ساتھ پائی نہین جاتی۔

رابعاً فقہاے مجتہد ایمۂ حدیث یہانتک کہ خلفاے راشدین کی نسبت بھی بڑے بڑے

اسلامی گروہ کو کلام ہی مگر یہ قرآن ہی کی برکت اور اُسکی کرامت ہی کہ قراء سبعہ نکتہ چینی سے محفوظ[1] ہین۔ سُنّی۔ شیعہ۔ معتزلی۔ خارجی۔ یکسان طور پر اُن سب کی عزت کرتے اور اُنکی قراتونکی سند لاتے ہین۔

حدیقہ (۱۵)

اس بیان مین کہ قرآن پاک دست درازی تحریف سے محفوظ ہی

قبل اسکے کہ اصل مدعا پر حجت لائی جاے مقدمات ذیل کا تحریر کرنا مناسب ہی۔

مقدمہ (۱)

بعض کی یہ رائے ہی کہ جب سات عادل کسی خبر کی روایت کرین تو وہ خبر متواتر کہی جا سکتی ہی اور بعض نے چالیس راویون کی اور بعض نے ستر کی شرط واسطے ثبوت تواتر کے لگائی ہی لیکن حق یہ ہی کہ اس خصوص مین کوئی تعداد معین مشروط نہین ہی بلکہ جب راویون کی کثرت اُس حد تک پہونچ جاے کہ اُتنے آدمیون کا اوپر کذب کے متفق ہونا عادتاً غیر ممکن سمجھا جاے تو اُس خبر کو متواتر کہین گے۔ دنیا مین متواتر خبرین ذریعہ حصول اطمینان قلبی ہوا کرتی ہین اور کوئی دانشمند آدمی بحوالہ امکان عقلی اُنکی صداقت مین شبہہ نہین کرتا مگر یہ کثرت جسکا تذکرہ کیا گیا ہر زمانے مین درکار ہی ورنہ اگر کسی حصہ مین ازمنہ گذشتہ کے ایسی کثرت مفقود ہو تو پھر خبر کو متواتر نہ کہین گے اور یقین کے درجے سے اُس خبر کی صداقت کچھ نہ کچھ نیچے کھسک آئیگی۔

---

[1] بعض گمراہ جو قرآن موجودہ کی قرآنیت سے منکر ہین وہ اقل قلیل اور درحقیقت اسلامی گروہ سے خارج ہین ۱۲

مقدمہ (۲)

بحوالہ آیہ کریمہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ط اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (پارہ ۱-سورۃ البقرہ رکوع ۱۳)

جمہور مفسرین کہتے ہین کہ بعہد نبی علیہ السلام قرآن کی بعض آیتین منسوخ التلاوت ہوگئین اور کچھ آیتین بقدرت الٰہی انسانی حافظہ سے محو بھی ہوئین مگر ابومسلم ایک محقق مفسر نے جمہور کی رائے سے اختلاف کیا اور اپنی رائے یہ ظاہر کی ہو کہ جس نسخ ونسیان کا ذکر اس آیہ مین آیا ہو اُس سے نسخ ونسیان شرائع سابق کا مراد ہو۔ اس رائے کی تائید قوی بالخصوص دربارۂ نسیان کے اس آیہ کریمہ سے ہوتی ہو اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (پارہ ۱۴ سورۃ الحجر رکوع ۱)

جمہور کی طرف سے اس دلیل کا یہ جواب دیا جاسکتا ہو کہ خدا نے ایسی دست برد سے جسمین ارادہ مخلوقات کی مداخلت ہو قرآن کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہو مگر اُسکا یہ مطلب نہین ہو کہ اُسنے اپنے قادرانہ اختیارات کو بھی ساقط کردیا ہو۔ ہم کہتے ہین کہ شاہ وقت اپنے خزانہ کا محافظ ہو مگر اُس سے کوئی ذی شعور یہ نتیجہ اخذ نہین کرتا کہ وہ خود بھی اُس خزانہ مین تصرف کا مجاز نہین ہو بہرحال اگر تسلیم کرلیا جائے کہ جمہور کی رائے صحیح ہو تو بھی ہمارے مدعا پر اُسکا مضر اثر نہین پڑتا کیونکہ مسلمانون کے عرف مین قرآن خدا کے اُسی کلام کو کہتے ہین جو سیدنا محمد مصطفےٰ صلوۃ اللہ علیہ پر نازل ہوا

لہ جو آیہ ہم منسوخ کرتے ہین یا بھُلا دیتے ہین پہونچاتے ہین اُس سے بہتر یا اُسکے برابر کیا تمکو معلوم نہین کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہو ۱۲

لہ ہمنے آپ اُتاری ہو یہ نصیحت اور ہم اُسکے حافظ ہین ۱۲

اور آپ نے آخر عمر تک اُسکی تلاوت کے احکام کو برقرار رکھا پس جو آیتین قلوب سے بقدرت آلہی محو کردی گئین اُنکا تو وجود ہی باقی نہین رہا اور جنکی تلاوت حکماً روک دی گئی وہ بھی تعریف سے قرآن کے خارج ہین۔ ہمارا دعوی تو صرف یہ ہی کہ نبی علیہ السلام نے جو کلام منزل ہمارے لیے واسطے تلاوت کے چھوڑا اُسمین کسی قسم کا تصرف ناجائز زمانۂ مابعد مین انسانی دستکاریون سے نہین ہوا ہی۔ کہنے والے کہ سکتے ہین کہ انسانی دستکاری سے نہ سہی لیکن ممکن ہی کہ خود خدا ہی نے بعد وفات نبی علیہ السلام کے کوئی جزو قرآن کو مسلمانون کے حافظہ سے سلب کرلیا ہو اِس شبہہ کا جواب یہ ہی کہ اولاً ایسی صورت مین تفصیلاً نہ سہی تو اجمالاً ایسے حادثہ کی روایت کی جاتی جیسا کہ اس حادثہ کی روایت کی جاتی ہی جو عہد نبوی مین پیش آیا تھا ثانیاً جیسا کہ الفاظ دعوے[1] سے ظاہر ہی یہ شک ہمارے حلقہ بحث سے خارج ہی اسلیے کوئی ضرورت نہین ہی کہ ہم سلسلۂ گفتگو کو اس خصوص مین زیادہ دراز کرین۔ مین قرآن کی عمر کو دو حصون مین تقسیم کرتا ہون ایک حصہ اُس زمانے پر شامل ہی جو بعد وفات نبی علیہ السلام اور قبل ترتیب عثمانی کے گذر گیا اور دوسرا حصہ وہ ہی جو اُس ترتیب کے بعد گذرا اور اب گذر رہا ہی۔ بروایت غالب رسول اللہؐ نے بتاریخ ۱۲۔ ربیع الاول سالہ ہجری دنیا سے رحلت فرمائی ابن الاثیر لکھتے ہین کہ اُسی سنہ مین بعد فتح یمامہ کے ابوبکرؓ نے ترتیب اول کا حکم دیا لیکن حسین بن محمد تاریخ خمیس مین فرماتے ہین کہ ربیع الاول ۱۲ سنہ ہجری مین یمامہ کی لڑائی ہوئی اسلیے ظاہر ہی کہ موافق اُنکی تحقیق کے ایکسال بعد وفات نبوی ترتیب اول کی نوبت

[1] کیونکہ دعوی تو یہ ہی کہ انسانی دستکاریون نے بعد رحلت سرور کائنات کے قرآن مین کوئی تصرف ناجائز نہین کیا ہی پس محض قدرت آلہی نے بالفرض اگر کوئی تصرف کیا ہو تو وہ دعوی مذکور کے حلقہ سے باہر ہی ۱۲

آئی تھی الحاصل کم از ایک سال یا ایک سال سے کچھ دن زیادہ رحلت کو سرور کائنات کے گذرے تھے
کہ قرآن پاک اعلی درجہ کی تحقیق کے ساتھ موافق اُس تصریح کے جو حدیقہ (۹) مین کی گئی ہے یکجا کر لیا گیا
تاریخ کے پڑھنے والے اقرار کرین گے کہ اُسوقت تک مسلمانون مین دینی حمیت کا ایسا جوش تھا
جسکی نظیر دنیا مین نہین ملتی مال کی تو کوئی حقیقت نہ تھی وہ لوگ اعلاے کلمۃ اللہ کے مساعی مین
اپنی جان کی بھی تو خس برابر قدر نہین کرتے تھے پس بموجودگی ایسے جوش کے اتنے قلیل زمانے
کے اندر کوئی ذی شعور قیاس نہین کرسکتا کہ ان فدائیان اسلام نے کسی کو یہ موقع دیا ہوگا کہ وہ بالقصد
یا بے پروائی سے کسی آیہ کو قرآن سے خارج کرے خواہ کوئی آیہ بڑھا دے یا یہ کہ ترتیب آیات
کو جو عہد مین نبی علیہ السلام کے تھی کسی دوسری ترتیب سے بدل سکے اب ترتیب ثانی پر نظر کیجیے
تو اُسکی اصل بنیاد ترتیب اول پر تھی یعنی اسمین کوئی جدت سوا اسکے نہین تھی کہ قرآن کی
سورتین ترتیب وار لکھی گئین اور محدود بہ لغت قریش مصاحف کی اشاعت عمل مین آئی۔ یہ
ترتیب ثانی ہرچند کچھ عرصے کے بعد عمل مین آئی لیکن اُسوقت تک جو شیلے عقیدتمند صحابہ رسول
کی جماعت قائم تھی شیر خدا علی مرتضی زندہ تھے معمولی الزام لگا کے تو چند مصری انفار کو یہ موقع ملا
کہ خلیفہ وقت کو مار ڈالین عقل سلیم تسلیم نہین کرسکتی کہ انصار و مہاجر کی جماعت نے دیکھا کہ قرآن کی
ترتیب بگاڑی جاتی ہے پھر بھی بند نیام توڑ کے اُنکی خون آشام تلوارین اُگل نہین پڑین۔ بعد
شہادت خلیفۂ ثالث کے زمام حکومت حضرت علی کے ہاتھ مین آئی دنیا وہی پالیسی مقتضی تھی کہ چند روز

[1] ابن الاثیر لکھتے ہین کہ سنہ ۳۰ ہجری مین حذیفہ جنگ آذربیجان سے لوٹے اور ضرورت ترتیب پر توجہ دلائی چنانچہ اُسی سنہ مین قرآن بشکل موجودہ مرتب کیا گیا لیکن فاضل قسطلانی صراحت کے ساتھ لکھتے ہین کہ آذربیجان کی لڑائی بسرداری ولید بن عتبہ سنہ ۲۵ ہجری مین ہوئی تھی اور ابن حجر عسقلانی نے جنکی تحقیق بمقابلہ ابن الاثیر بہت زیادہ باوقعت ہے تحریر کیا ہے کہ ترتیب مصحف سنہ ۲۵ ہجری مین ہوئی تھی ۱۲

امراے بنی امیہ اور بالخصوص حاکم شام سے تعرض نہ کیا جاے لیکن خلیفہ برحق نے ایسے نازک معاملہ مین بھی گوارا نہین کیا کہ کسی قدر مسامحت کرین اور اُن لوگون کو جنھین ناقابل حکومت خیال کرتے تھے چند دن اپنی حالت پر چھوڑ دین پس ہم ایک لمحہ کے لیے فرض کر لین کہ جمع قرآن مین کچھ بے ترتیبی ہوئی اور بخوف خلیفہ وقت کے کوئی شخص اعتراض کر سکا تو بھی حیرت اور سخت حیرت ہوگی کہ خلیفہ چہارم نے معرکہ صفین سے پہلے اصلاح قرآنی کی ضرورت کو محسوس نہین فرمایا ہم یہ بھی تسلیم کر لین کہ صفین کی لڑائی زیادہ ضروری تھی لیکن تاریخ سے ثابت ہے کہ بعد اُس جنگ کے عرصہ تک امیر علیہ السلام معسکر کوفہ مین مقیم رہے اُسوقت کیون نہین مصحف کو بطرز جدید ترتیب دیا اور اگر اُنکے پاس کوئی دوسرا مرتب مصحف موجود تھا تو اُسکی اشاعت مین کیون تامل فرمایا۔ نہج البلاغت مین بڑے بڑے خطبے فصیح و بلیغ موجود ہین اور اُس کتاب کے مؤلف نے خطبہ شقشقیہ کی نسبت بھی آنجناب کی طرف کی ہی مگر اُسمین بھی کوئی تذکرہ متعلق باختلال نظام قرآنی موجود نہین ہی پس جو فرقہ ساتھ تسلیم تقدس علوی کے نظم قرآنی پر معترض ہو یا یہ کہتا ہو کہ جزو خواہ کل قرآن بدل دیا گیا اُسکو چند ساعت سر بجیب گریبان ہو کے غور کرنا چاہیے کہ ایسے ہفوات کا کیا اثر اسلام پر پڑتا ہی خلیفہ ثالث کو چھوڑ دیجیے خلیفہ چہارم کا بھی تو دامن سخت الزامات سے ملوث ہوا جاتا ہی حالانکہ ان معترضون کو محض اُنکے تقدس کا اعتراف ہی نہین بلکہ نصیری تو اُنکو خدائی کے درجہ پر پہونچا دیتے ہین۔ ترتیب اول اور ترتیب ثانی کے وقت پورے قرآن کے حافظون کا وجود تھا اور مختلف سورتون کے حافظ جنکے اجتماع سے کامل مجموعہ قرآنی کی سند حاصل ہو سکے ہزارون موجود تھے اسلیے کسی دانشمند

مخالف وموافق کو موقع باقی نہین ہی کہ دور اول کے تواتر روایت مین شبہہ ظاہر کرے سچے
مسلمانون کو تو یہ اعتقاد ہی کہ بمقتضاے آیت کریمہ جو مقدمہ (۲) مین بمعرض بیان آئی خدا خود
قرآن کا حافظ ہی اسیلیے اُسکی تحریف لفظی قوت بشری سے باہر ہی اور دوسری قوم کے عقلا بھی
اُسکے مستند ہونے کے معترف ہین چنانچہ ایک بہت بڑے عیسائی عالم سر ولیم میور صاحب نے
اپنی کتاب لایف آف محمد مین یون تحریر کیا ہی "نہایت قوی قیاس سے ہم کہتے ہین کہ
ہر ایک آیت قرآن کی محمد کے غیر محرف اور صحیح الفاظ مین ہی"

یہ سچ ہی کہ زید بن ثابت کو وقت ترتیب اول چند آیتین سورۃ التوبہ کی صرف ابو خزیمہ
کے پاس مکتوب ملین اور وقت ترتیب ثانی ایک آیت سورۃ الاحزاب کی صرف خزیمہ بن ثابت
کے پاس لکھی ہوئی پائی گئی لیکن محقق راویون نے لکھا ہی کہ زید وقت ترتیب قرآن ایسی کتابت
کی جستجو کرتے تھے جسکا لکھنا حضور مین نبی علیہ السلام کے ہوا ہو اسیلیے روایت مذکورہ سے یہ ثبوت
حاصل نہین ہوتا کہ ایسی تحریرین بھی مفقود تھین جو بغیبت نبی علیہ السلام مگر اُنھین کے عہد مین
حوالہ قلم ہوئی ہون یہ بھی نہ سہی تو تواتر کے لیے زبانی روایتین کافی ہین اور وہ بزمانہ ترتیب
کثرت کے ساتھ موجود تھین - ابن مسعود یا ابی بن کعب نے جو اختلاف وقت ترتیب ثانی ظاہر کیا
اُسکی معقول تردید ہمنے حدیقہ (۹) مین کردی ہی اور ہر انصاف پسند سمجھ سکتا ہی کہ بمقابلہ ہزارون
راویون کے دو چار کا اختلاف جسکی بنیاد سمجھ کی غلطی پر تھی مخل تواتر نہین ہو سکتا اب بھی شاذ قراٰتون
کا تحریری وجود پایا جاتا ہی لیکن ہم لوگ اُسکی قرآنی وقعت نہین کرتے جسکی خاص وجہ یہ ہی کہ قرآن
کی روایت کو متواتر ہونا چاہیے اسیلیے احاد خبرین اگرچہ اُسکے راوی کتنے ہی بڑے متقی اور فاضل ہون

کھونٹی اور اس ٹکسال سے باہر ہین۔

ترتیب ثانی کے بعد جسکو ہمنے دوسرا حصہ عمر قرآنی کا قرار دیا ہی اطمینانی حالت نے زیادہ گاڑھا رنگ پکڑا مختلف خطون مین مجموعہ مرتب پہونچ گیا نقل اور نقل در نقل کی کارروائی زور وشور کے ساتھ جاری ہوئی سیکڑون ہزارون لاکھون سے تجاوز کر کے اب مجموعۂ قرآنی کا شمار کرورون کی تعداد سے تجاوز کر گیا اور صحت نقل مین جو کچھ اہتمام کیا جاتا ہی اُسکو دیکھ کے ہر شخص یقین کے ساتھ اقرار کریگا کہ اس سے زیادہ دنیا مین کسی تحریر کی تصحیح کا اہتمام نہین کیا جاتا۔

کتابت سے قطع نظر کیجائے تو بعد ترتیب ثانی لاکھون مسلمان پورا قرآن صندوق سینہ مین محفوظ رکھتے آئے ہین جسکو وہ اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے اور اب تک سمجھ رہے ہین اور حیرت تو یہ ہی کہ ہر چند دیگر معاملات مین مسلمانون کی ہمتین پست ہو گئی ہین مگر قرآن کے ساتھ اس قوم کو ایسی دلچسپی ہی کہ حفظ کا شوق روز بروز ترقی کرتا جاتا ہی جسکا محرک درحقیقت مسبب الاسباب کا وہی وعدہ ہی جو دربارۂ حفاظت قرآن کے اُسنے اپنی کتاب پاک مین فرمایا ہی۔

معقولیت کے ساتھ اب یہ بحث پیش آتی ہی کہ حسب بیانات حدیقہ (۱۶) کے اہل سنت کا ایک گروہ تسمیہ کو جزو قرآن کہتا ہی اور دوسرا گروہ اُس سے منکر ہی پس اگر تواتر کا وجود ہی تو گروہ منکر پر انکار جزو قرآن کا الزام عائد ہوتا ہی اور بصورت دیگر گروہ اول پر یہ الزام قائم ہوتا ہی کہ وہ غیر متواتر کو شامل قرآن کرتا ہی۔ یہ بحث اِس طور پر طی ہو جاتی ہی کہ فرقۂ مالکیہ کے نزدیک اس خبر کا تواتر کہ تسمیہ جزو قرآن ہی درجہ ثبوت کو نہین پہونچا اور خلاصہ اُنکی رائے کا یہ معلوم ہوتا ہی کہ نبی علیہ السلام ہر عمل کے شروع کرنے سے پہلے تسمیہ کا استعمال فرماتے تھے

اور ہر گاہ قرأت قرآن بھی افضل اعمال مین ہو اسیلیے اُسکے پہلے عام ازین کہ پوری سورہ پڑھتے
یا چند آیتین بہرحال تسمیہ کا استعمال فرمایا کرتے تھے اور محض ایسے استعمال سے تسمیہ کا جزو
قرآن ہونا ثابت نہین ہوجاتا لیکن حق یہ ہو کہ تسمیہ کا منزل من اللہ ہونا بتواتر ثابت ہو البتہ
بذریعہ خبر متواتر یہ امر درجہ ثبوت کو نہین پہونچتا کہ وہ صرف سورہ فاتحہ کا جزو ہو یا تمامی سورتون
کا یا یہ کہ جملہ سورتون سے علیحدہ وہ ایک آیہ منزل من اللہ محض اس غرض سے ہو کہ اُس سے
سورتون کی جدائی پہچانی جائے الغرض مالکیہ پر سوائے اجتہادی غلطی کے دوسرا کوئی سخت
الزام عائد نہین ہوتا۔

بعد اقرار تواتر قران کے زرکشی نے اپنی رائے یہ ظاہر کی ہو کہ زمانۂ قراء سبعہ سے اُنکی
قرأتین بھی متواتر ہین لیکن خود اُنکی سندین جو کتب قرأت مین تحریر ہین درجہ احاد سے زیادہ بلند
درجہ پر نہین پہونچی ہین اسیلیے نبی علیہ السلام سے بتواتر کسی قرأت کا مروی ہونا غیر ثابت پایا جاتا
ہو خلاصہ یہ کہ الفاظ قرآن متواتر اور قرأتین غیر متواتر ہین۔ فاضل سیوطی نے نقلاً عن
ابن الجزری زرکشی کی تحقیق پر یون اعتراض کیا ہو کہ الفاظ بے ہیئت متواتر نہین
ہوسکتے اسیلیے جب لفظین متواتر ہین تو ہیئتون کو بھی جو بنیاد قرأت ہین متواتر سمجھنا لازم ہو
مگر مین کہتا ہون کہ الفاظ کے متواتر ہونے سے کسی خاص ہیئت کا متواتر ہونا ثابت نہین
ہوسکتا زیادہ سے زیادہ کسی نہ کسی ہیئت کا لا علی التعیین متواتر ہونا ظاہر ہوتا ہو جو واسطے
ثبوت تواتر کسی قرأت کے غیر کافی ہو اسیلیے میرے خیال مین رائے زرکشی کی تردید یون کرنی چاہیے
کہ ہرچند قراء سبعہ کی مروی سندین احاد ہین لیکن اُنکے زمانے مین اور اُنسے پہلے بھی وہ قرأتین

فی نفسها متواتر تھین اور ابتک متواتر چلی آئین ہین ان قاریون نے اپنے لیے اُنھین اُستادون کو منتخب کیا تھا جو کسی قرأت متواتر کے ماہر تھے اگر یہ لوگ شاذ قرأتون کے پڑھنے والے ہوتے تو انکی قرأتون کو باتفاق علماے امت عزت انتخاب کی کیون حاصل ہوتی اور جیسا کہ مین نے قبل اسکے تحریر کیا ہی بڑے بڑے اسلامی فرقے انکو کب مستند تسلیم کرتے اس زمانے مین بھی معمولاً ایک ہی اُستاد سے قرأت اخذ کیجاتی ہی لیکن بوجہ وحدت استاد کے وہ قرأت درجۂ تواتر سے ساقط نہین ہوتی کیونکہ فی نفسہ وہ متواتر ہی پس یہی حالت بجنسہ قرأ سبعہ اور اُنکی قرأت کی بھی تھی خلاصہ یہ کہ مثل الفاظ قرآنی کے یہ سبعہ قرأتین بھی بقرائن متذکرۂ بالا متواتر ہین اور زرکشی کی رائے اس خصوص مین غلط ہی۔

حدیقہ (۱۶)

اس بیان مین کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن کی مستقل آیت ہی یا نہین اور نماز مین اُسکو کسطرح پڑھنا چاہیے

سورۃ النمل مین ارشاد ہوا ہی انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس موقع مین تسمیہ پوری آیت کا ایک ٹکڑا ہی اور اس طور پر اُسکے جزو قرآن ہونے سے کوئی صادق الایمان انکار نہین کرسکتا لیکن اُسکے سوا ایک سو تیرہ سورتون کے شروع مین بھی تسمیہ بشکل مستقل آیہ کے لکھا گیا ہی جسکے جزو قرآن ہونے مین کلام ہی۔

امام مالک رحمہ اللہ کی یہ رائے ہی کہ جو تسمیہ سورتون کے شروع مین لکھا جاتا ہی وہ جزو

قرآن نہین ہی اسلیے نماز[1] فرض مین بالسّر خواہ بالجہر کسی طرح اُسکا پڑھنا جائز نہین ہی امام شافعی سے دو روایتین کی گئی ہین۔

(۱) تسمیہ صرف سورۂ فاتحہ کا جزو ہی۔

(۲) وہ باستثناے سورہ التوبہ جملہ سُوَر قرآنی کا جزو ہی۔ محققین شافعیہ اسی دوسری روایت کو ترجیح دیتے ہین اور اس گروہ کے عالمون کے نزدیک جسطرح سورہ پڑھی جاے اسیطرح اُسکے جزو یعنی تسمیہ کو بالسّر یا بالجہر پڑھنا چاہیے۔

امام احمد حنبل کی یہ راے ہی کہ تسمیہ ایک آیت سورہ فاتحہ کی ہی لیکن نماز مین اس آیہ کو بالسّر پڑھنا چاہیے۔

امام ابو حنیفہ سے بھی دو قول مروی ہین۔

(۱) تسمیہ ایک آیہ منزل من اللہ ہی جسکا نزول بغرض ظاہر کرنے فصل سورتون کے ہوا ہی لیکن وہ سورہ فاتحہ کا خواہ باستثناے سورہ النمل کسی دوسری سورہ قرآنی کا جزو نہین ہی صاحب دُرِّ مختار نے اسی روایت کو صحیح تسلیم کیا ہی۔

(۲) تسمیہ جزو سورہ فاتحہ کا ہی یعنی امام ابو حنیفہ اور شافعی دونون ایک ہی راے کی حمایت فرماتے ہین۔ جو علما اس راے کے پیرو ہین وہ مثل سورہ فاتحہ کے تسمیہ کی قرأت کو واجب قرار دیتے ہین اور پہلی روایت کے پیرو اُسکی قرأت کو قبل از فاتحہ صرف مسنون کہتے ہین شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک تسمیہ ہر سورۂ قرآنی کا جزو ہی نماز سرّیہ و جہریہ دونون مین امام اور منفرد کو چاہیے

[1] نوافل مین امام مالک مصلیون کو اجازت دیتے ہین کہ اگر چاہین تسمیہ کو پڑھین اور اگر چاہین تو ترک کرین ۱۲ (تفسیر کبیر)

کہ اُسے بالجہر پڑھے - نماز سریہ مین کیون صرف ایک آیت قرآن کی بالجہر پڑھی جاتی ہے اُسکا جواب یہ ہے
کہ احادیث سے ایسا ہی ثابت ہوا ہے - بسم اللہ کی قرأت ہر رکعت کے شروع مین قبل از فاتحہ کرنی
چاہیے یا صرف رکعت اولیٰ مین علماے حنفیہ کا اختلاف ہے مگر یہ روایت صاحب ہدایہ کی زیادہ تر
لائق قبول ہے کہ باقتضاے احتیاط امام ابوحنیفہ ہر رکعت مین سورہٗ فاتحہ کے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم
پڑھ لیتے تھے - جو گروہ تسمیہ کو صرف رکعت اولیٰ پر محدود کرتا ہے اُسکی حجت یہ ہے کہ جملہ رکعات کی
قرأتین مجموعہ واحد مین شامل ہین اسلیے مثل تعوذ کے ہر رکعت مین تسمیہ کی تکرار بھی غیر ضروری
ہے اور دوسرا گروہ قرأت تسمیہ کو ہر رکعت مین اسلیے مقتضاے احتیاط کہتا ہے کہ بعض علما کے
نزدیک تسمیہ جزو فاتحہ ہے اسلیے بذریعہ تکرار کے اُن لوگون کی رائے کا پہلو محفوظ رہجاتا ہے - نماز
جہری ہو خواہ سری علماے حنفیہ صرف سورہ فاتحہ کے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا پڑھنا مسنون
قرار دیتے ہین مگر امام محمد کو اس رائے سے اختلاف ہے اور اُنکے نزدیک ہر سورہ کے پہلے
تسمیہ کو پڑھنا چاہیے اور یہ بھی روایت کی جاتی ہے کہ وہ صرف صلوٰۃ سریہ مین تسمیہ کو مسنون
کہتے ہین - صاحب دُرِ مختار فرماتے ہین کہ ہرچند خلاف سنت ہے لیکن اگر درمیان سورہ اور فاتحہ
کے بسم اللہ کی قرأت کیجاے تو بالاتفاق غیر مکروہ ہے اور مصنفِ ردالمحتار بحوالہ اسناد کے لکھتے ہین
کہ نزدیک ابوحنیفہ کے بہتر طریقہ یہی ہے کہ ہر سورہ کے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ لیجاے
جسکی وجہ یہ ہے کہ بعض علما تسمیہ کو باستثناے سورہ التوبہ ہر سورہ کا جزو قرار دیتے ہین پس
اگر ہر سورہ کے شروع مین بسم اللہ پڑھ لی جاے تو اُن لوگون کی رائے کی طبیعت بھی بلا اندیشہ
کراہت ہو جاتی ہے -

فقہاے حنفیہ کے درمیان مین جیسے اختلافات کا نشان دیا گیا ہی اُسطرح کے اختلاف
بکثرت اجتہادی مسائل مین دیکھے جاتے ہین پھر اُنکے امام ہمام کی طرف مختلف روایتون کا
منسوب ہونا بھی محل اعتراض نہین ہی بلکہ یہ تو انصاف پسندی کی نشانی ہی کہ اُنکو اپنی رائے
پر جو ایک مرتبہ قائم ہو گئی اصرار نہ تھا اور حق بینی کے ساتھ مستحکم دلیلون کی تبعیت کے لیے
آمادہ رہتے تھے چنانچہ اختلاف روایات کی صحیح بنیاد یہی ہی کہ اُنکو بھی عمر کے ممتد زمانے مین
مثل دیگر ائمہ کے ایسے اتفاقات پیش آئے کہ بعد ظاہر کرنے ایک رائے کے قوی تر کچھ مخالف سندین
مل گئین جنھون نے پہلی رائے کو بدل دیا لیکن جو روایت مشتہر ہو چکی تھی اُسکا واپس لینا غیر ممکن
تھا۔ یہ واقعہ کہ کون رائے پہلے ظاہر کی گئی کون رائے پیچھے قائم ہوئی ہم مقلدون کے لیے
بہت کار آمد تھا لیکن افسوس ہی کہ کتب فقہ مین عام طور پر اسطرح کی تفصیل موجود نہین پائی جاتی۔
امام ابو حنیفہ کے نزدیک عام ازین کہ نماز کی قرأت بالسر ہو خواہ بالجہر تسمیہ کو بالسِّر
پڑھنا چاہیے اور ہم دیکھتے ہین کہ فقہاے حنفیہ مین کسی نے اسکے خلاف اپنی رائے ظاہر
نہین کی ہی۔ یہ رائے عقلاً اسلیے معقول ہی کہ تسمیہ کے جزو قرآن ہونے مین بعض اکابر علمانے
اختلاف ظاہر کیا ہی پس اُسکا بجہر پڑھنا سامعین کو شبہہ دلا سکتا ہی کہ وہ بھی مسلماً قرآن کا جزو ہی
قرآن کے معاملہ مین ہر شخص کو احتیاط کرنی لازم ہی اسلیے بہت بڑے محتاط مجتہد نے جو
طریقہ احتیاط کا اختیار کیا وہ یقیناً معقول اور پسندیدہ ارباب عقول ہی۔ حدیث خوان بزرگ
ہرگز ایسا خیال نہ فرمائین کہ تسمیہ کا اخفا محض ایک خیالی بنیاد پر گوارا کیا گیا ہی بلکہ باور کرین
کہ ہمارے علما کے قبضہ مین بہت بڑا ذخیرہ اسناد کا موجود ہی جسکو ہم بالاختصار بیان کرتے ہین

امام مسلم نے اپنی صحیح مین ایک باب اُن لوگون کی حجت کا قائم کیا ہی جو کہتے ہین کہ بسم اللہ
کو بالجہر پڑھنا نہین چاہیے اور عبد اللہ بن عمرو نیز انس بن مالک سے باسناد مختلف روایت کی ہی
کہ نبی علیہ السلام اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ نمازون مین بسم اللہ کو بالجہر نہین پڑھتے تھے۔ ابن ماجہ نے
بھی باب افتتاح القراءت مین متعدد روایتین اسی مضمون کی لکھی ہین جنمین ایک کو مین بلفظہ
نقل کرنا مناسب خیال کرتا ہون۔

حدیث

عن عبد الله بن المُغَفَّل عن ابیه قال وقلّ
ما رایتُ رجلا اشد علیه فی الاسلام حدثا منه
فسمعنی وانا اقرأ بسم الله الرّحمٰن الرحیم فقال
ای بُنیّ ایاك والحدث فانی صلیت مع رسُول الله
صلے الله علیه وسلم ومع ابو بکر ومع عمر ومع
عثمان فلم اسمع رجلا منهم یقوله فاذا قرأت
فقل الحمد لله رب العلمین

عبد اللہ بن المغفل نے اپنے باپ سے روایت کی ہی اور کہا ہی
کہ مین نے نئے ایجادون سے مخالفت کرنے والا کسی مرد کو
اپنے باپ سے کم دیکھا ہی انھون نے سُنا کہ مین بسم اللہ الرحمن الرحیم
پڑھتا ہون پس کہا اے بیٹے نئے ایجادون سے پرہیز کر مین نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ نماز پڑھی اور
کسی کو اُنمین سے بسم اللہ پڑھتے نہین سُنا پس جب تم قرارت کرو تو الحمد للہ
رب العالمین کہو۔

سنن النسائی مین ترک الجہر ببسم اللہ الرحمن الرحیم کا ایک مستقل باب موجود ہی جسمین متعدد حدیثین
تائید رائے امام ابوحنیفہ کے تحریر ہین۔

بلوغ المرام ایک منتخب کتاب حدیث کی ہی اور کہا جاتا ہی کہ اُسکے مصنف نے جو فتح الباری شرح

صحیح بخاری کے بھی مصنف ہین اپنی اس کتاب مین صرف اُنھین حدیثون کو منتخب کیا ہی جو اپنے باب مین اصح اور اثبت ہین چنانچہ مصنف مذکور نے ایک روایت بھی جہر بسم اللہ کی تائید مین نقل نہین کی اور بعد تحریر حدیث انس کے جسکی روایت امام مسلم نے کی ہی تحریر کرتے ہین،

وفی روایۃ لاحمد و النسائی و ابن خزیمۃ لایجھرون ببسم اللہ الرحمن الرحیم وفی اخری لابن خزیمۃ کانوا یسرون	اور ایک روایت احمد ونسائی وابن خزیمہ کی یہ ہی کہ جہر کے ساتھ (نبی علیہ السلام اور ابوبکر وعمر وعثمان) بسم اللہ الرحمن الرحیم نہین پڑھتے تھے اور دوسری روایت ابن خزیمہ سے یہ ہی کہ آہستہ پڑھتے تھے

ان حدیثون مین حضرت علی کا نام نہین لیا گیا ہی لیکن طبرانی نے انس سے جو روایت کی ہی اُسمین نبی علیہ السلام اور چارون خلفاے راشدین کا نام موجود ہی اور یہ بھی تحریر کیا ہی کہ سفیان ثوری کا یہ مذہب ہی کہ تسمیہ کو بالسر پڑھنا چاہیے۔

عالی قدر مصنف فتح القدیر نے دونون فریق کی سندون کو بیان کر کے نتیجہ موافق مذہب حنفی کے اخذ کیا ہی اور وہ ساتھ سند ابن عباس کے تحریر کرتے ہین کہ بسم اللہ کا جہر اعراب (عرب کے گنوارون) کی قرأت ہی اور یہ کہ جو حدیثین بسند جہر کے پیش کی گئین اُن کی اسناد مین کچھ نہ کچھ گفتگو ہی بہت بڑی سند جہر کی تائید مین ایک وہی حدیث ہی جو ابن عباس سے روایت کی گئی ہی اور حاکم و دارقطنی نے اُسکی تصحیح کی ہی اس حدیث کا خلاصہ مضمون یہ ہی کہ نبی علیہ السلام بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھتے تھے مگر اُسکا جواب صاحب فتح القدیر نے حسب ذیل دیا ہی۔

اولاً ابن عباس سے ایک دوسری حدیث مشعر آہستہ پڑھنے تسمیہ کے روایت کی گئی ہی اسلیے بوجہ تعارض کے معتقدین جہر ابن عباس کی روایت سے فائدہ نہین اُٹھا سکتے

ثانیاً ممکن ہی کہ بغرض تعلیم کے کبھی کبھی نبی علیہ السلام نے بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھا ہو اور اُسی کا تذکرہ ابن عباس نے اس روایت مین کیا ہو۔

الحاصل بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بالسر پڑھنے کی جتنی سندین موجود ہین اُنکے مساوی اون معتقدین جہر کی اسناد کا وجود پایا نہین جاتا لیکن تعجب ہی کہ شافعیت کے جوش نے امام فخر الدین رازی کو مجبور کر دیا کہ اُنھون نے تفسیر کبیر مین پہلے چھ حجتین اپنے مذہب کی تائید مین تحریر کین اور بعد تذکرہ دلائل حنفیہ کے اُس جوش نے کچھ اور بھی ترقی کیا اور سات دلیلین دوسری اضافہ کر کے تیرہ حجتین پوری کر دین پھر موافق عادت مستمرہ کے امام ابو حنیفہ پر تعریض کرنے مین انکو پس وپیش نہین ہوا اسلیے مین نے بھی مناسب سمجھا کہ اُنکے دلائل پر گہری نگاہ ڈالون اور دیکھون تو سہی کہ اس بہت بڑے شافعی عالم کی دلیلون مین کتنی قوت ہی۔ مین اُنکے دلائل کو تفصیل وار مگر بہت مختصر طور پر نقل کرون گا اور میری تردید مین بھی اختصار کا پورا لحاظ رکھا جائے گا کیونکہ لفاظی کو معرکہ استدلال مین درحقیقت کوئی دخل نہین ہی۔

دلیل	تردید
۱۔ تسمیہ جزو فاتحہ ہی اسلیے اُسکا ایک جزو خلاف دیگر اجزا کے کیون بالسر پڑھا جائے۔	تسمیہ کے جزو فاتحہ ہونے مین خود امام شافعی کے اُستاد کو اختلاف ہی عقلاً واسطے اظہار اختلاف کے تسمیہ کا بالسر پڑھنا مناسب ہی اور قوی منقولی سندون نے اُسکے بالجہر پڑھنے کی قطعی ممانعت کر دی ہی۔

۲۔ خدا فرماتا ہی فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم خدا نے یون بھی ارشاد کیا ہی ادعوا ربکم تضرعاً

دلیل	تردید
او اشد ذکرا موقع افتخار مین باپ دادا کے تذکرے بالجہر کیے جاتے ہین اسلیے اس مدحیہ آیت کو بھی بالجہر پڑھنا چاہیے۔	و خفیہ لیکن بات یہ ہی کہ اعلان و اخفا کے محل ہوا کرتے ہین آپ کی دلیل اگر مدعا کو ثابت کر سکتی ہی تو صلوۃ بالسر مین صرف تسمیہ کو نہین بلکہ جملہ آیتون کو بھی جنمین خدا کا ذکر ہو بالجہر پڑھنا چاہیے و ما قال بہ احد۔
۳ - جہر مین اظہار افتخار کا ساتھ ذکر اللہ کے ہی اور اخفا تو اُس چیز کا کیا جاتا ہی جسمین عیب ہو چنانچہ اسی بنیاد پر حضرت علی کا یہ مسلک تھا کہ تسمیہ کو ہر نماز مین بالجہر پڑھتے تھے،	اگر یہ دلیل واقعی کوئی نتیجہ پیدا کرتی ہی تو شافعیہ کو صلوۃ سری مین بھی تسمیہ کو بالجہر پڑھنا لازم ہی حنفیون نے ثابت کر دیا کہ رسول علیہ السلام تسمیہ کو بالسر کہتے تھے پس با وجود تمامی عظمت کے حضرت علیؓ کے فعل سے سنت نبوی کی تردید نہین ہو سکتی پھر بروایت طبرانی ایسا ثبوت مل گیا کہ جناب ولایت مآب بھی تسمیہ کو بالسر کہتے تھے۔
۴ - معاویہ نے مدینہ مین نماز پڑھائی اور بسم اللہ الرحمن الرحیم بالجہر نہین پڑھا اسلیے جملہ مہاجر و انصار جو شریک جماعت تھے پکار اُٹھے اے معاویہ تم نے نماز مین سرقہ کیا یعنی تسمیہ کو	علماے شافعیہ انصاف کرین کہ اگر اس روایت کی کچھ بھی اصلیت ہوتی تو کیا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو عالم مدینہ کہے جاتے تھے اور امام شافعی کے استاد بھی تھے ایسے اتفاق سے مہاجر و انصار کے

دلیل

اُڑا دیا پس معاویہ نے نماز پھر سے پڑھی۔

تردید

اتنے بیخبر ہوتے کہ بالسر بھی نماز مین اُنکو تسمیہ کا
کہنا ناگوار ہوتا۔ خود امام رازی کے بیان مین
اختلال ہے ایک مقام پر لکھتے ہین کہ حضرت علی
تسمیہ کے بالجہر پڑھنے مین مبالغہ فرماتے تھے
اسیلیے بنی امیہ نے آثار علی کے مٹانے مین
مبالغہ کیا اور شاید انس نے اُنھین کے خوف سے
بالجہر تسمیہ پڑھنے کے خلاف ایک روایت کی ہے
مین کہتا ہون کہ اولاً یہ تہمت بحق ایک صحابی
خادم رسول اللہ کے بہت سخت ہے ثانیاً جب
مہاجر و انصار اسقدر امور دینی مین دلیر تھے کہ
برسر جماعت معاویہ پر اعتراض کیا اور اُن کو
مجبور بنایا تو پھر کیونکر قیاس کیا جائے گا کہ انس
خلفاے بنی امیہ سے ایسے ڈرے کہ اُنکی راے
کے موافق جھوٹ بیان نسبت عمل نبی علیہ السلام
کے کر دیا۔ ثالثاً اگر آثار علی کے مٹانے کا ارادہ
ہوتا تو شاہان بنی امیہ کے سرگروہ معاویہ بن سفیان

دلیل

۵ بیہقی نے روایت کی ہے کہ عمر بن الخطاب ابن عباس ابن زبیر اور ابن عمر تسمیہ کو بالجہر پڑھتے تھے اور علی سے تو تسمیہ کا جہر بتواتر مروی ہے اسلیے بہ دلیل ارشاد نبوی جسنے علی کے دینی معاملہ مین تقلید کی اُسنے ہدایت پائی درحقیقت شافعیہ کو راہ ہدایت کی مل گئی ہے۔

تردید

کیون دوسرون کے بیان کو قبول کر کے نماز کو بُرا تے تعجب ہے کہ امام رازی انس کو مضطرب البیان کہتے ہین اور خود اپنے بیان کی حالت نہین دیکھتے پہلے اُن روایتون کو ملاحظہ کیجیے جنکا حوالہ کتب صحاح سے دیا گیا ہے۔ ابن تیمیہ نے دارقطنی سے روایت کی ہے کہ دربارۂ جہر تسمیہ کوئی حدیث صحیح نبی علیہ السلام سے مروی نہین ہے۔ دارقطنی نے ایک کتاب اس خصوص مین بتائید راے شافعی تحریر کی لیکن جب بعض مالکیہ نے قسم دلا کے پوچھا تو اُنکو اقرار کرنا پڑا کہ دربارہ جہر تسمیہ کے کوئی حدیث درجۂ صحت کو نہین پہونچی (فتح القدیر) ہمارا مستحکم عقیدہ ہے کہ علی علیہ السلام کا عمل خلاف عمل رسول اللہ کے نہین ہوسکتا تھا اسلیے جیسا کہ طبرانی نے روایت کی ہے آپ بھی تسمیہ کو بالسّر پڑھتے تھے ہان اگر کبھی بغرض تعلیم کے بجہر پڑھا ہو تو اُسکی دوسری بات ہے امام رازی کو اقرار ہے کہ جناب علی تسمیہ کو صلوٰۃ سرّی

تردید	دلیل
وجہری دونون مین بجہر پڑھتے تھے بانیہمہ جب اُنکے پیشوا نماز سری مین تسمیہ کا بجہر پڑھنا ناجائز کہتے ہین توپھر امام موصوف کیون فخر کرتے ہین کہ اُنکے گروہ کو تقلید علوی کی عزت حاصل ہی۔	
عقلاً جس وجہ سے اخفا گوارا کیا گیا ہی وہ قبل اسکے مفصل تحریر کی گئی اور اسنادِ منقولی کا بھی بیان ہو چکا اب ناظرین انصاف کرین کہ بحمایت اس ناقص حجت کے جہر تسمیہ کو ہم لوگ کیون بدعت کہین اور بہ تسلیم امام رازی کی منطق کے اُسکو داخل فی السُّنن کرلین۔	۶۔ چھٹی حجت کا یہ خلاصہ اخذ کیا جاتا ہی کہ جہر تسمیہ سے رجوع الی اللہ کی رغبت سامعین کو پیدا ہوتی ہی اسلیے اُسکو بدعت قرار دینا بیجا ہی۔
جن لوگون کے نام نامی لیے گئے اُنکی عظمت ہم بھی تسلیم کرتے ہین لیکن عرض یہ ہی کہ اُن لوگون سے بسند صحیح کوئی حدیث بتائید جہر کے مروی نہین ہی	۷۔ انس اور ابن المغفل سے راویانِ جہر زیادہ باخبر تھے۔
ارباب عقول دلیلون کا موازنہ کرکے ارشاد کرین کہ کسکی رائے کی کیا حالت ہی۔	۸۔ ابو حنیفہ کی رائے عقل اور قیاس کے خلاف ہی۔
بجاے ابن المغفل کے خود المغفل کا نام لیجیے کیونکہ	۹۔ تسمیہ کو ضعیف آواز سے رسول علیہ السلام نے

دلیل	تردید
پڑھا ہوگا اسلیے ممکن ہی کہ انس اور ابن مغفل نے اُسکو نہین سُنا اور علی و ابن عباس اور ابن عمر کے کان تک وہ آواز پہونچ گئی۔	ابن المغفل نے اپنے باپ سے روایت کی ہی ابن عمر کی روایت کو صحیح مسلم مین اور ابن عباس کی روایت کو طحاوی مین بتائید اخفا ملاحظہ کیجیے۔ پھر اس گزارش کو سُن لیجیے کہ انس نے دس برس رسول اللہ کی خدمت کی تھی اور اُنکو نقل سماعت کی بھی شکایت نہ تھی اُسکے بعد غور کیجیے کہ آپکی تاویل کتنی باوقعت ہی۔
۱۰۔ امام شافعی نے فرمایا ہی کہ انس کے بیان کا یہ مطلب ہی کہ رسول علیہ السلام سورۂ الحمد سے قرأت کو شروع کرتے تھے اور ہر گاہ آیہ بسم اللہ بھی جزو اس سورہ کا ہی اسلیے اُن کے بیان سے نفی قرأت تسمیہ لازم نہین آتی۔	ہم مسلم کی حدیث پر استدلال کرتے ہین جسمین یہ الفاظ موجود ہین فلم اسمع احدا یقرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم لہذا جو تاویل کیجاتی ہی وہ صراحۃً ساقط ہی۔
۱۱۔ ابن المغفل کی حدیث سے یہ مراد ہی کہ رسول اللہ جہر مین مبالغہ نہین فرماتے تھے۔	ہم نے ابن ماجہ سے اس حدیث کو بلفظہ نقل کردیا ہی اُسکو دیکھ لیجیے کہ اُسمین اسطرح کی تاویل کی مطلق گنجایش نہین ہی کیونکہ اُسمین یہ تصریح موجود ہی کہ لفظ الحمد للہ سے قرأت شروع کیجائے۔
۱۲۔ جہر کیفیت ثبوتیہ اور اخفا کیفیت عدمیہ ہی	بیان نفی جب بطور دعوی کے پیش ہو کے

دلیل	تردید
اور روایت اثبات کی روایت نفی پر لائق ترجیح کے ہی۔	ثابت کر دیا جائے تو پھر کوئی وجہ نہین ہی کہ بیان وجودی خواہ مخواہ اُسپر مرجح ہو۔
۱۴۳۔ دلیل عقلی اور عمل علوی دونون امام شافعی کے حامی ہین اسلیے اُنکی راے کو مرجح تسلیم کرنا چاہیے۔	دونون کی تردید پورے طور پر قبل اسکے گزارش کی گئی اور حقیقت حال سے درحقیقت پردہ اُٹھا دیا گیا یعنی واجب طور پر ثابت کر دیا گیا کہ امام ابو حنیفہ کی راے رزین اس باب مین معقول اور لائق قبول کے ہی۔

جیسا کہ مین نے تصریح کے ساتھ تحریر کیا فحول علما کا دربارہ تسمیہ کے اختلاف ہی اور ہر قول کی تائید مین قرائن عقلی اور دلائل نقلی موجود ہین کل حزب بما لدیھم فرحون لیکن باستثناے امام مالک رحمہ اللہ ایمہ ثلاثہ کسی نہ کسی نہج پر تسمیہ کو جزو قرآن قرار دیتے ہین پس احتیاط کا یہی تقاضا ہی کہ اُسکو بطور تلاوت جُنب اور حائض اور نفسا نہ پڑھین (درالمختار) لیکن یہین سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہی کہ بغرض توسل بنام باریتعالی یہ لوگ بھی اگر اس کلمہ طیبہ کا استعمال کرین تو مضائقہ نہین ہی اور فتاواے عالمگیری مین تو یہانتک وسعت دی گئی ہی کہ بطور دعا کے جنب کو قرأت فاتحہ کی جائز ہی

جو لوگ تسمیہ کو بطور آیہ مستقل جزو قرآن خواہ جزو وجملہ سُور قرآنی کا نہین کہتے اُن سے پوچھا جا سکتا ہی کہ پھر مصحف عثمانی مین یہ آیت مسلماً ہر سورہ کے پہلے کیون لکھی گئی ہی امام

رازی نے اُن لوگون کی طرف سے یہ توجیہ کی ہی کہ صرف بطور نشان فصل سورتون کے یہ کلمہ طیبہ لکھا گیا تھا اور ابتک لکھا جاتا ہی لیکن اس توجیہ پر دو اعتراض وارد ہوتے ہین۔

اولاً - آسانی کے ساتھ خط فاصل کھینچ کے سورتون کی جدائی کا ظاہر کرنا ممکن تھا اُسکو چھوڑکے ایک پورے جملہ کی تحریر کیلیے گوارا کی گئی۔

ثانیاً سورۂ فاتحہ کے پہلے تو کوئی دوسری سورہ نہین ہی اسلیے فرقۂ مالکیہ پر بالخصوص یہ جرح ہوسکتی ہی کہ فاتحہ کے پہلے تحریر بسم اللہ کی کیا ضرورت داعی تھی - میرے خیال مین اُن لوگون کی طرف سے جو تسمیہ کو سورتون کا جزو قرار نہین دیتے مکمل جواب یون دیا جاسکتا ہی کہ تسمیہ نشان شروع ہونے سورہ کا ہے اور زمانۂ نزول وحی مین سورتون کی ابتدا اسی نشان سے معلوم کی جاتی تھی لہذا کتابت قرآنی مین بھی وہ نشان تبرکاً محفوظ رکھا گیا ہی۔

امام رازی نے شافعی کی اس رائے کو ترجیح دی ہی کہ جسطرح کتابت سے ظاہر ہوتا ہی اُسیطرح بسم اللہ کی آیت ہر سورہ کی جزو ہی لیکن جب اُنکے خیال مین اس واقعہ نے خطور کیا کہ موافق روایت ابوہریرہ کے سورہ الکوثر کی تین آیتین اور سورہ الملک کی تیس آیتین بیان کی گئی ہین اور یہ تعداد بغیر بسم اللہ کے پوری ہوجاتی ہی تو اُسوقت یہ حجت پیش کی کہ باستثنائے سورہ فاتحہ ہر سورہ کی اول آیت کا تسمیہ جزو ہی یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم انا اعطیناک الکوثر سب ملاکر ایک آیہ ہی اسلیے تسمیہ کے شمول سے آیتون کے شمار مین اضافہ نہین ہوتا لیکن مین کہتا ہون کہ بوجوہ ذیل امام رازی کی یہ دلیل وقعت قبول حاصل نہین کرتی۔

اولاً۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ابتدائے تنزیل لفظ اقرأ سے ہوئی پس کیا امام رازی تسلیم کرین گے کہ پوری آیت سے نزول قرآن شروع نہین ہوا تھا؟

ثانیاً۔ بادی النظر مین بھی ذوق سلیم تسلیم نہین کرتا کہ باوجود وحدت حالت کے بسم اللہ کو سورہ فاتحہ مین آیہ مستقل کہین اور دوسری سورتون مین اُسکو جزو آیہ قرار دین۔

صاحب رد المحتار تحریر فرماتے ہین کہ تلاوت خارج از صلوۃ مین اختلاف ہے کہ تسمیہ کو بجہر پڑھنا چاہیے یا باخفا اور صحیح یہ ہے کہ دونون طریقے جائز ہین لیکن قاری کو اپنے امام قرأت کی تبعیت مناسب ہے اور پھر فرماتے ہین کہ جملہ قرا تسمیہ کا جہر کرتے تھے مگر حمزہ کا معمول اخفا تھا۔

حدیقہ (۱۷)

اندر نماز قرأت فاتحہ کے بیان مین

امام ابو حنیفہ فرماتے ہین کہ رکعت اولی وثانیہ مین قرارت فاتحہ کی واجب ہے اور باقی رکعتون مین اُسکا پڑھ لینا افضل ہے لیکن امام شافعی سورۂ فاتحہ کی قرارت کو رکن نماز قرار دیتے ہین جسکا حاصل یہ نکلا کہ اگر اُسکا پڑھنا ترک کیا جاے تو نماز باطل ہے۔ امام مالک اور اکثر علماے حدیث کی وہی راے ہے جسکو امام شافعی نے ظاہر کی ہے اسلیے عوام کو یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی راے بے بنیاد ہے لہذا مین نے ضروری سمجھا کہ واسطے رفع کرنے اس خیال فاسد کے دونون فریق کی حجتون کو بیان کرون تاکہ ناظرین پر حقیقت حال کھل جاے۔

حنفیہ اُن احکام شرعیہ کو جنکا لازم العمل ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو فرض کہتے ہین اور جو

ہ ثبوت کو پہونچین اُن کو واجب کے ساتھ تعبیر کرتے ہین۔ شرعًا واجب و فرض
م ہے اور اُن دونون کا تارک بدرجہ مساوی مستوجب ہے کہ فاسق سمجھا جائے
ر فرض کافر ہوجاتا ہے اور منکر واجب کے حق مین کفر کا فتوی صادر نہین کیا جاتا
قرارت فاتحہ کے معترف ہین لیکن اُسکو فرض خواہ رکن صلوۃ اسلیئے نہین
ل ہونا دلیل قطعی سے ثابت نہین ہے اب چند دلائل کو ملاحظہ کیجیے جو
وحنیفہ کے نشان دیے جاتے ہین۔

رماتا ہے فاقرؤا ما تیسر من القرآن ط (پارہ ۲۹۔ سورہ المزمل رکوع ۲)
نی سے پڑھا جاسکے پڑھ لیا کرو۔ یہ فقرہ ہرچند بسلسلہ نماز تہجد ارشاد
ن عام ہے اور قرآن کے کسی آیہ سے اُسکی تخصیص ظاہر نہین ہوتی پس
فاتحہ کا پڑھنا نماز مین فرض ہے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا ہے اور مین حدیقہ
ن کرون گا کہ ایسی زیادتی موافق معقول اصول حنفیہ کے بذریعہ احادیث
ن ہوسکتی چنانچہ اُن حدیثون سے جن پر شافعیہ کو استدلال ہے اگرچہ امام
ی تغیر دربارۂ فرضیت گوارا نہین کرتے لیکن بہ لحاظ عظمت حدیث کے
ب کہتے ہین۔

نے ابوہریرہ سے ایک طولانی حدیث روایت کی ہے جسمین یہ فقرہ موجود ہے۔

ة لم یقرأ فیھا بأم القرآن	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص نماز مین سورۂ فاتحہ
یر تمام۔	نہ پڑھے اُسکی نماز ناقص ہے تین مرتبہ اسکو ارشاد کیا اور یہی فرمایا کہ ناتمام ہے

جیسا کہ اس حدیث سے مستنبط ہوتا ہی امام ابو حنیفہ کہتے ہین کہ نماز باطل نہین بلکہ ناقص ہی۔

ثالثاً بخاری اور مسلم دونون نے ابو ہریرہ سے ایک حدیث روایت کی جسکا خلاصہ یہ ہی کہ حضور نے ایک شخص کو نماز کی تعلیم دی اور علاوہ دیگر امور کے یہ بھی ارشاد فرمایا۔

اذا قمت الی الصلوٰۃ فکبر ثم اقرأ ما تیسر معک	جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ پھر جتنا قرآن تجھسے پڑھا جائے پڑھ۔

اس حدیث سے پوری تائید رائے امام ابو حنیفہ کی اور توثیق اُس آیہ قرآنی کی ہوتی ہی جسکا حوالہ دلیل اول مین دیا گیا۔

امام شافعی نے چند حدیثون پر استدلال فرمایا ہی جنمین سب سے زیادہ قوی وہ حدیث ہی جسکو بخاری اور مسلم نے عبادہ بن الصامت سے روایت کی ہی۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہین ہوتی اُس شخص کی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔

حنفیہ اس دلیل کا یہ جواب دیتے ہین کہ مراد حدیث کی یہ ہی کہ صلوٰۃ[1] کامل بہ ترک فاتحہ نہین ہوتی اور کہتے ہین کہ اس قید کا لگانا اسلیے ضروری ہی کہ اُن حدیثون سے تطابق ہوجاے جو ضمن ہماری دلیلون کے بہ نمبر ۲ و ۳ بیان کی گئی ہین۔ ممکن ہی کہ اس قید کے اضافہ پر حجت

[1] اسطرح کا اطلاق حدیثون مین اور محاورات عرب مین بہت ہی جیسا کہ حدیث من سمع النداء فلم یجبہ فلاصلوٰۃ لہ الا من عذر اور لا ایمان لمن لا امانۃ لہ

کیجاے لیکن جب مخالف حدیثون کا بھی وجود ہی تو کیا وجہ موجہ ہی کہ اس حدیث کو ترجیح دیجاے پھر احادیث مستدلہ حنفیہ کا اسقدر اثر تو ضرور لائق تسلیم کے ہی کہ احادیث مستدلہ شافعی ظنی غیر قطعی الدلالۃ سمجھی جائین اور ایسی دلیلون سے فرضیت ثابت نہین ہوتی اور نہ کتاب اللہ پر زیادتی بحابت انکے گنجایش پذیر ہی۔

امام رازی نے اس بحث مین بھی دل کھول کے امام ابو حنیفہ پر اعتراض کیے اور اٹھارہ دلیلین اپنے مذہب کی تائید مین بیان کی ہین - وہ بار بار ہمارے امام کی راے پر تعجب کا اظہار کرتے ہین مگر مجھکو انکے اس تعجب پر تعجب ہی۔

جو دلیلین انھون نے بیان کی ہین انکی بے وقعتی ناظرین پر بعد ملاحظہ حجت حنفیہ کے مخفی نہین رہ سکتی لیکن مین بطور مشتے نمونہ از خروارے چند دلیلین انکی تردید کے ساتھ لکھدینا مناسب سمجھتا ہون -

قال

ما تیسر من القرآن سے مراد سورۂ فاتحہ ہی یا غیر سورہ فاتحہ یا یہ کہ مصلی کو اختیار دیا گیا کہ سورہ فاتحہ پڑھے یا کوئی اور سورہ - پہلی صورت مین مدعاے شافعی حاصل ہوگیا دوسری صورت خلاف اجماع ہی تیسری صورت صحیح نہین کیونکہ صلوۃ بلا فاتحہ کو ابو حنیفہ ناقص اور مع الفاتحہ کو کامل کہتے ہین اور تخییر درمیان ناقص و کامل کے جائز نہین ہی -

اقول

اگر تخییر سے آپ کا مطلب ہی کہ دونون مساوی المرتبت ہین تو آپ کی تنقیین جامع اور

مانع نہین ہین کیونکہ یہ ایک شق چھوٹ جاتی ہی کہ قرارت بفاتحہ وبغیر فاتحہ بھی جائز ہو لیکن بفاتحہ افضل ہوا ور بغیر فاتحہ مفضول۔ اور اگر تخییر سے مراد حد جواز کا اظہار آپ لیتے ہون تو کیون تخییر درمیان کامل وناقص کے ناجائز سمجھی جائے مین یہ بھی کہتا ہون کہ اگر آپ کی یہ تقریر صیحح ہو تو پھر کسی حکم شرعی مین جواز و استحباب کے مختلف درجے پیدا نہو سکینگے وفسادہ لایخفے

قال

سورۂ فاتحہ سب مسلمانون کو محفوظ اور اُن کے لیے اُسکی قرارت آسان ہی اور دوسری سورتین عام طور پر مسلمانون کو محفوظ نہین ہین اسلیے ماتیسّر سے مراد سورہ فاتحہ ہی۔

اقول

یہ آپ کا ادعاے محض ہی ورنہ سورۂ اخلاص بمقابلہ سورہ فاتحہ کے کم محفوظ و آسان نہین کہی جاسکتی پھر یاد کیجیے کہ اسی بحث کے شروع مین خود آپنے لکھا ہی کہ امام شافعی کہتے ہین کہ جو شخص اچھی طرح سے سورۂ فاتحہ پڑھ سکتا ہو اور ایک حرف اُسکا ترک کرے تو نماز اُسکی صیحح نہین ہی۔ مسلم نے بھی اپنی صیحح کے ایک باب ہین لشبکل عنوان لکھا ہی کہ جو شخص قرارت فاتحہ نہ کرسکے اور نہ اُسکو فاتحہ سیکھنا ممکن ہو تو وہ کوئی دوسری سورہ پڑھے جسکا پڑھنا اُسکو آسان معلوم ہو پس اِن بیانات معتمد سے ظاہر ہوا کہ ایسے مسلمانون کا وجود ہی یا اُنکا وجود ممکن ہی جو قرارت فاتحہ نہ کرسکتے ہون لہذا آپ نے جو ادعا کیا اُسکا ابطال سنداً ظاہر ہوگیا۔

قال

اگر نماز ساتھ فاتحہ اور بغیر فاتحہ کے بھی جائز ہو تو صلوۃ ساتھ فاتحہ کے اولی نہوگی

کیونکہ ہمیشگی سے اوپر قرارت فاتحہ کے ترک دوسری سورتون کا لازم آتا ہی جو غیر جائز ہی
لیکن علما کا اجماع اس امر پر ہی کہ قرارت ساتھ فاتحہ کے اولی ہی پس ثابت ہوگیا کہ قرارت
بغیر فاتحہ کے ناجائز ہی[1]۔

اقول

مولانا بحر العلوم فواتح الرحموت مین تحریر فرماتے ہین کہ امام رازی کی عادت ہی کہ
امور ظاہر مین تشکیک پیدا کرتے ہین چنانچہ تائید اس رائے کی امام رازی کی اُس دلیل سے
ہوتی ہی جو اوپر بیان کی گئی ہی۔ قائلین جواز قرارت فاتحہ کو صرف اولی نہین بلکہ واجب کہتے
ہین لیکن یہ تو نہین کہتے کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورہ نہ پڑھی جاے پس حیرت
ہی کہ مواظبت سے اوپر قرارت فاتحہ کے دوسری سورہ کا ہجران جیسا کہ امام رازی خیال کرتے
ہین کیونکر لازم آگیا اور کسطرح وہ نتیجہ پیدا ہوا جسکو انھون نے پیدا کرلیا ہی۔

قال[4]

اقیموا الصلوۃ مین الف لام عہد کا اوپر لفظ الصلوۃ کے داخل ہی اور معہود وہ نماز
مع الفاتحہ ہی جو نبی علیہ السلام پڑھا کرتے تھے یعنی اس طور پر قرآنی حکم مفید شافعی ہوگیا۔

اقول

معہود خدا کی وہ عبادت ہی جو رکوع و سجود پر شامل ہوا ور اگر آپکی راے صحیح ہو[illegible] صیغہ
امر واسطے وجوب کے تسلیم کیا جاے تو پھر نماز کے اندر کسی سنت کا نشان نہین دیا جا سکیگا

---

[1] تفسیر کبیر مطبوعہ ۱۳۰۸ ہجری چھاپہ مصر کی جلد اول صفحہ ۱۰۵ مین یہ تقریر زیر حجت نمبری ۱۴ تحریر ہی ۱۲

کیونکہ وہ سب اعمال داخل حلقہ فرض ہوجائین گے۔

قال ۵

نبی علیہ السلام اور خلفاے راشدین نے اپنے زمانہ عمر مین اوپر قرأت فاتحہ کے مواظبت کی ہی اسلیے اُسکی قرارت نماز مین واجب ہی۔

اقول

مواظبت سے سنت الہدی اور سنت موکدہ کا ثبوت ملتا ہی اور حنفیہ قرارت فاتحہ کو تو نہ صرف سنت بلکہ واجب کہتے ہین اصل بحث یہ ہی کہ کیا فاتحہ کی قرارت اس طور پر رکن صلوۃ ہی کہ بغیر اُسکے نماز فاسد ہوجاے؟ امام شافعی اس سوال کا جواب اثبات مین اور امام ابو حنیفہ نفی مین دیتے ہین امام مسبوق الذکر احادیث ظنی سے ماتیسر من القرآن مین ایک قید کا اضافہ کرتے ہین اور ہمارے امام احکام قرآنی مین اسطرح کے پیوند کو ناجائز سمجھتے ہین بات صرف اتنی ہی مگر آپ بنیاد بحث کو دلنشین نہین کرتے اور غیر منتج دلیلون سے امام اعظم کی راے کی خواہ مخواہ تحقیر کرتے ہین۔ اگر آپ کی یہ دلیل صحیح ہی تو پھر تعوذ کو جسپر بحکم قرآن نبی علیہ السلام مواظبت فرماتے تھے کیون نہین شافعیہ داخل ارکان صلوۃ کرلیتے

قال ۶

احادیث سے وجوب قرارت فاتحہ ثابت ہوتا ہی۔

اقول

آپ لفظ وجوب سے فرض مراد لیتے ہین جسکے لیے موافق ہمارے اصول کے

دلیل قطعی کی ضرورت ہی ہم کب کہتے ہین کہ احادیث سے تاکید قرارت فاتحہ مستنبط نہین ہوتی ہان بوجہ ظنی ہونے احادیث کے قرارت فاتحہ کو ہم صرف واجب کہتے ہین جو اگرچہ اعتقاداً فرض کے برابر نہین ہی لیکن عملاً اُسکے مساوی المرتبہ ہی پھر یون سمجھیے کہ بوجہ ظنی ہونے دلیل کے حنفیہ قرارت فاتحہ کو رکن صلوۃ نہین کہتے اور شافعیہ درمیان دلیل قطعی اور دلیل ظنی کے امتیاز نہین کرتے اسلیے قرارت فاتحہ کو رکن صلوۃ قرار دیتے ہین۔

صاحب فتح القدیر کی ایک دلپذیر تقریر کا خلاصہ یہ ہی کہ شافعیہ تسلیم کرتے ہین کہ وجوب قرارت فاتحہ دلیل ظنی سے ثابت ہوتا ہی لیکن قطع نظر اس حجت کے کہ وہ لوگ بہ حمایت دلیل ظنی زیادتی اوپر کتاب اللہ کے جائز رکھتے ہین اُنکی ایک حجت یہ بھی ہی کہ لفظ صلوۃ مبہم ہی اسلیے اُسکے ارکان بھی دلیل ظنی سے ثابت کیے جا سکتے ہین لیکن حنفیہ کہتے ہین کہ صلوۃ کے معنے عبادت کے ہین اور عبادت نام ارکان کا ہی پس لفظ صلوۃ کے معنے قطعی ہین اسلیے اُسکے ہر ایک رکن کو بھی بدلیل قطعی ثابت ہونا چاہیے۔ مین کہتا ہون کہ یہ اختلاف عالمانہ مباحث سے پیدا ہوا ہی اور سچ یہ ہی کہ اپنے اپنے طور پر دونون فریق کے خیالات بنیاد معقول رکھتے ہین انصاف پسند دانشمند کو یہ موقع حاصل نہین ہی کہ اُنمین کیسیکی راے کی توہین کرسکے۔

فائدہ

قال اللہ تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون [1] (پارہ ۹)

---

[1] جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کے سنو اور خاموش رہو عجب نہین کہ تم پر رحم کیا جائے ۱۲

سورۃ الاعراف رکوع ۲۴)

ابن عباس نے روایت کی ہی کہ رسول اللہ نماز فرض مین قرآن پڑھتے تھے مقتدیون
نے بھی بلند آواز سے قرات شروع کی جسکے سبب سے خلط پیدا ہوا اور یہ آیت کریمہ نازل
ہوئی امام ابوحنیفہ اسی روایت کے معتقد ہین۔

سعید ابن جبیر نے روایت کی ہی کہ یہ آیت دربارہ سکوت وقت خطبہ کے نازل
ہوئی امام شافعی کو اس روایت پر اعتماد ہی۔ امام رازی کے نزدیک پسندیدہ یہ رائے ہی
کہ آیہ مذکور مین کفار کی طرف خطاب ہوا ہی اور وہ اپنے خیال کی تائید مین چند منطقی
حجتین پیش کرتے ہین جنمین درحقیقت وقعی قوت نہین ہی۔ فرقہ محدثین کا میلان اُسی شان
نزول کی طرف پایا جاتا ہی جو کہ ابن عباس سے مروی ہی چنانچہ امام نسائی نے زیر عنوان
تاویل اس آیہ کریمہ کے اُنھین حدیثون کو لکھا ہی جو ترک قرات خلف الامام سے تعلق
رکھتی ہین پس بلحاظ اسی شان نزول کے امام ابوحنیفہ پیچھے امام کے مقتدی کو اجازت
پڑھنے سورہ فاتحہ کی نہین دیتے۔ مجتہدین شیعہ اثنا عشریہ بالاتفاق صلوۃ جہریہ مسموعہ
مین قرات مقتدیان کو مکروہ یا حرام کہتے ہین اور ایسی صورتون مین کہ مقتدی قرأت جہر کو
نہ سُنے یا نماز جہریہ کی دو پچھلی رکعتین ہون یا یہ کہ نماز سرّی ہو درمیان اُنکے اختلاف ہی لیکن مصنف
روضۃ البہیہ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ لکھتے ہین کہ ترک قرات ان سب صورتون مین واجب
خواہ مستحب ہی کیونکہ زرارہ نے امام باقر سے روایت کی ہی کان امیر المؤمنین یقول من قرأ

ــــــــ

لہ حضرت علی فرمایا کرتے تھے جو قرات کرے پیچھے اپنے امام کے وہ اُٹھایا جائے گا اوپر غیر فطرت کے۔ امام طحاوی نے بھی
ابن ابی لیلی سے روایت کی ہی قال علی رضی اللہ عنہ من قرأ خلف الامام فلیس علی الفطرۃ

خلف الامام یاتم بہ بعث علی غیر الفطرۃ۔

امام مالک نماز جہری مین امام ابو حنیفہ کی رائے سے متفق ہین لیکن نماز سرّی مین فرماتے ہین کہ مقتدیون پر بھی قرارت فاتحہ لازم ہی امام شافعی پہلے اس تفریق کے معتقد تھے لیکن زمانہ مابعد مین اُنکی یہ رائے قرار پائی کہ نماز جہری وسری دونون مین لازم ہی کہ مقتدی سورہ فاتحہ کی قرارت کرے۔

ہرگاہ نماز جہری مین قرارت فاتحہ سے صراحۃً خلاف ورزی حکم قرآنی کی لازم آتی ہی اسلیے شافعیہ نے مفر کا راستہ نکالنا چاہا لیکن سچ یہ ہی کہ وہ ناکام رہے۔

واحدی کہتے ہین کہ انصات کے معنے ترک جہر کے ہین اور استماع کا مطلب یہ ہی کہ قرآن کے الفاظ کان مین پڑجائین پس کافی ہی کہ مقتدی قرارت امام کو سنتا جاے اور خود بھی آہستہ آہستہ سورہ فاتحہ پڑھ لے مگر امام رازی باوجود تعصب شافعیت کے اس راے کی تردید مین تحریر کرتے ہین کہ قرآن مین استماع کا حکم ہی جسکے مطلب یہ ہین کہ کلام مسموع کا احاطہ پورے طور پر کیا جائے اور بحالت قرأت مقتدیون کو اسطرح کا احاطہ کرلینا غیر ممکن ہی۔

بعد غور وفکر شافعیہ نے بچاؤ کی یہ تدبیر نکالی کہ امام فاتحہ پڑھ کے سکوت کرے اور دوران مین اُس سکوت کے جماعت مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ لے تدبیر تو اچھی تھی لیکن اولاً کسی حدیث سے اُسکی کافی

سند[ا] نہین ملتی اور دوسری خرابی یہ ہو کہ امام محکوم مقتدی ہوجاتا ہو یعنی اُسپر لازم ہوتا ہو کہ تاختم قراءت مقتدیان چُپ چاپ کھڑے رہےچنانچہ امام رازی اس تدبیر کو بھی پسند نہین کرتے۔ نماز سرّی مین گنجایش قرأت کی ضرور نکل سکتی تھی لیکن اَنصِتُوا کے لفظ نے اُسکی بھی تردید کردی اور بظاہر آیہ کریمہ کا یہی مطلب نکلتا ہو کہ بحالت جہرقاری کے قرآن کو سنو اور بحالت اخفا چپ چاپ مودب کھڑے رہو۔ شافعیہ کہہ سکتے ہین کہ اَنصِتُوا سے مراد وہ سکوت ہی جو بغرض استماع نماز جہریہ مین کرنا چاہیے لیکن اُنکی تاویل کی معقول تردید یون ہوجاتی ہو کہ ایسی صورت مین حسن نظم کا اقتضا تھا کہ لفظ اَنصِتُوا لفظ اِستَمِعُوا پر مقدم لایا جاتا۔ موافق اصول شافعیہ کے اُنکا صحیح جواب جسکو امام رازی بھی پسند کرتے ہین یہی ہوسکتا ہو کہ اُنکے نزدیک عموم قرآن کی تخصیص بذریعہ حدیث احاد کے جائز ہو اسلیے حکم سکوت کے عموم کو حدیث لاصَلوٰةَ اِلّا بفاتحةِ الکتابِ نے محدود کردیا ہو لیکن

ا سمرہ نے روایت کی ہو کہ نبی علیہ السلام دو سکتہ فرمایا کرتے تھے ایک اُسوقت کہ تکبیر کہتے اور دوسرے اُسوقت کہ قرأت ختم کرتے شافعیہ اپنی تدبیر کا حوالہ اسی حدیث پر دیتے ہین لیکن اُس سے تو یہ بات پیدا نہین ہوتی کہ درمیان فاتحہ اور دوسری سورت کے سکوت کیا جاتا تھا اور جب تک اسطرح کا سکوت ثابت نہو شافعیہ کو کامیابی نہین ہوسکتی۔ ہان ترمذی روایت کرتے ہین کہ قتادہ نے بعد ختم کردینے حدیث سمرہ کے کہا واذا قرأ ولا الضّالین جس سے قیاس کیا جاتا ہو کہ اپنے خیال کے موافق لفظ قراۃ واقع حدیث سمرہ کی قتادہ نے یہ تفسیر کی تھی لیکن ابو داؤد نے بطریق دیگر جو روایت اس حدیث کی قتادہ سے کی ہو اُس سے ظاہر ہوتا ہو کہ خود سمرہ نے کہا تھا کہ دوسرا سکتہ بعد قرأت ولا الضالین کیا جاتا تھا ظاہرا موافق اپنی خیالی تفسیر کے سمرہ کی حدیث کو قتادہ نے بالمعنی اس شکل سے روایت کی ہوگی کیونکہ ابو داؤد نے دو مختلف طریقون سے سمرہ کی حدیث کو حسن سے روایت کی ہو ایک کا مضمون یہ ہو کہ سکتہ ثانیہ بعد فراغت کل قرارت کے فرماتے دوسری روایت کا صراحتہً یہ مفاد ہو کہ نبی علیہ السلام بعد قرأت فاتحہ اور سورہ کے ہنگام رکوع دوسرا سکتہ فرمایا کرتے تھے۔ پھر بروایت ترمذی قتادہ کا بیان ہو کہ یہ سکتہ بقدر راست کرنے دم کے ہوا کرتا تھا پس اُسکے دوران مین اتنی گنجایش کہان تھی کہ مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ لے ۱۲

انصاف پسند جو احادیث کی استناد پر نظر خامض ڈالتا ہو تسلیم کریگا کہ احادیث احاد کی

یت سے صریح احکام قرآنی مین جوڑ بند لگانا احتیاط کے خلاف ہی۔ اب حنفیون کی

تون کو سنئیے اور بغور سنئیے۔

الحجة الاولیٰ

جیسا کہ ہمنے مفصل بیان کیا آیہ قرآنی سے امام اعظم کے قول کی تائید ہوتی ہی اسلیے

کے مقلدون کو وہ فخر حاصل ہی جسکے عاملان بالقرآن مستحق سمجھے جاتے ہین۔

الحجة الثانیة

مضمون حدیث من[1] کان له امام فقراءة الامام له قراءة طرق متعددسے

عام روی ہی شافعی محدثین ان سب روایتون کو ضعیف کہتے ہین لیکن شکر ہی کہ خدا نے

رقطنی و بیہقی اور ابن عدی کو اتنی توفیق دیدی کہ وہ اقرار کرتے ہین کہ درحقیقت حدیث صحیح

مرسل[2] ہی کیونکہ سفیانین۔ ابو الاحوص۔ شعبہ۔ اسرائیل۔ شریک۔ ابو خالد الدالانی۔

ر۔ عبد الحمید۔ زائدہ۔ زہیر کے ایسے حفاظ حدیث نے عن موسی بن ابی عائشہ

ن عبد اللہ بن شداد عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم اُسکی روایت کی ہی لیکن حق یہ ہی

[1] جسکے لیے امام ہو بس قرأت امام کی اُسکے واسطے قرأت متصور ہی ۱۲ [2] مرسل اُس حدیث کو کہتے ہین جسکی سندمین نام راوی کا متروک ہو جیسے کوئی تابعی کہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو سمجھا جائے گا کہ اُسنے ایک درمیانی راویون کے نام نہین لیے ہین مرفوع اُس حدیث کو کہتے ہین جو نبی علیہ السلام تک پہنچائی گئی ہو ۱۲

کہ انھین راویون مین جنکا نام لیا گیا سفیان و شریک و عبد الحمید نے بطریق صحیح جابر تک روایت کی سند پہونچائی ہی۔ بہت بڑی سند رفع کی موطاے امام محمد مین موجود پائی جاتی ہی روی[1] محمد بن الحسن اخبرنا ابو حنیفۃ حدثنا ابو الحسن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلے خلف امام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ (فتح القدیر مجملہ)

صاحب نصب الرایہ فی تخریج الہدایہ لکھتے ہین قال[2] الدار قطنی و ابن عدی لم یسندہ غیر ابی حنیفۃ وتابعہ الحسن بن عمارہ وہما ضعیفان مین اس حدیقہ کے ذیل مین مختصر تذکرہ[3] امام ابو حنیفہ کا ہدیہ ناظرین کرون گا اس موقع مین صرف اسقدر کہنا کافی ہی کہ اتنے بڑے فاضل اجل کو جسکی تقلید اسلامی دنیا کے مشارق و مغارب مین پھیلی ہوئی ہی ضعیف کہنا شرمناک تعصب ہی جسکی بدولت کہنے والون کے دیگر بیانات تضعیف پر اعتماد مشکل ہو سکتا ہی۔

تنبیہ

شافعیہ اس مسئلہ کی تردید مین کہ عموماً قرأۃ امام کی قراءۃ مقتدی متصور ہی حدیث ذیل کو

---

[1] روایت کی محمد بن حسن نے کہ خبر دی مجھکو ابو حنیفہ نے کہ حدیث کی مجھسے ابو الحسن موسی بن ابی عائشہ نے عبد اللہ بن شداد سے اُنھون نے جابر سے اُنھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حضور نے فرمایا جو نماز پڑھے پیچھے امام کے تو قراءۃ امام کی اسکے لیے قراءۃ ہی ۱۲

[2] کہا دار قطنی اور ابن عدی نے کہ اس حدیث کی سند سواے ابو حنیفہ کے کسی دوسرے نے نہین پہونچائی اور حسن بن عمارہ نے انکی متابعت کی اور وہ دونون ضعیف ہین ۱۲

[3] امام طحاوی نے بذریعہ احمد بن عبد الرحمن و ابو امیہ و ابن ابی داؤد و فہد اعنی چار طریقون سے جابر کی حدیثون کو مرفوعاً روایت کی ہی اور بذریعہ فہد اسی مضمون کو ابن عمر سے بھی مرفوعاً روایت کیا ہی ۱۲

پیش کرتے ہین عن[1] عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ کنا خلف النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی صلوٰة الفجر فقرأ فثقلت علیہ القراءة فلما فرغ قال لعلکم تقرءون وراء امامکم قلنا نعم یا رسول اللہ ای واللہ قال لا تفعلوا الا بام القران فانہ لا صلوٰة لمن لم یقرأ بھا اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے اور ابوداؤد نے بھی اپنی کتاب مین ساتھ تغیر الفاظ کے لکھا ہے لیکن ان دونون کے طریقہ مروی مین محمد بن اسحاق ایک راوی ہین جنکی تعریف ابن حجر نے تقریب التہذیب مین ساتھ ان الفاظ کے کی ہے صدوق[2] من العاشرة ورمی بالتشیع والقدر ابوداؤد نے اُسکی ہم مضمون عبادہ سے دوسری حدیث روایت کی ہے جسمین یہ الفاظ ہین فلا تقرؤا[3] بشئ اذا جھرت الا بام القران مگر راویون مین ایک صاحب نافع بن محمود ہین جنکو ابن حجر مستور الحال لکھتے ہین پس اہل انصاف انصاف کرین کہ حدیث مستدلہ شافعیہ کی بلحاظ استناد کے کیا حالت ہے اور اُسپرطرہ یہ ہے کہ اُسکے ساتھ حدیث مستدلہ حنفیہ کا مقابلہ کیا جاتا اور اُن سب کو ضعیف کہا جاتا ہے۔ اب بلحاظ معنے دیکھیے تو متن حدیث سے اور عمل سے عبادہ بن الصامت کے جیسا کہ نافع سے مروی ہے ثابت ہوتا ہے کہ اختلال قرارت امام کی پروا نہ کیجاے اور

[1] عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ہم لوگ نماز فجر مین نبی علیہ السلام کے پیچھے تھے آپ نے قرارت کی اور وہ آپ پر گران گزری جب فارغ ہوے تو فرمایا کہ مین دیکھتا ہون کہ تم لوگ امام کے پیچھے قرارت کرتے ہو ہم لوگون نے عرض کیا کہ ہان قسم خدا کی اے رسول اللہ حضور نے فرمایا کہ ایسا مت کرو مگر ساتھ ام القرآن (سورہ فاتحہ) کے بیشک اس شخص کی نماز نہین ہوتی جو اُسکو نہ پڑھے ۱۲

[2] سچے تھے دسوین طبقہ مین اُنکا شمار ہے اور ساتھ شیعہ ہونے اور قدری ہونے کے متہم تھے ۱۲

[3] مت پڑھو کچھ قرآن جبکہ مین آواز جہر پڑھون مگر اُم القرآن کو ۱۲

نماز جہریہ مین مقتدی بھی بلند آواز سے سورۂ فاتحہ کو ساتھ امام کے پڑھے تعجب ہی کہ شافعیہ اس حدیث پر استدلال کرتے ہین مگر خود بھی امام کے ساتھ بلند آواز سے سورۂ فاتحہ نہین پڑھتے۔ الغرض پوری تعمیل اس روایت کی بالاتفاق غیر مشروع ہی۔

صحیح مسلم مین روایت کی گئی ہی کہ ابوہریرہ سے پوچھا گیا کہ پیچھے امام کے قرأت کیونکر کیجائے اُنھون نے فرمایا اقرأ[۱] فی نفسك شافعیہ اس روایت سے بھی استعانت کرتے ہین مین کہتا ہون کہ حضرت ابوہریرہؓ جلیل القدر صحابی رسول اللہ اور کثیر الروایت بھی تھے لیکن جیسا کہ صاحب **منار** نے تصریح کی ہی اُنکا شمار فقہاے صحابہ مین نہ تھا اور ممکن ہی کہ اُنھون نے لفظ قرأت کا استعمال مجازاً کیا ہوا ور مراد یہ ہو کہ مقتدی سورۂ فاتحہ کے مضمون کو صرف دلنشین کرے اب ہمکو دیکھنا چاہیے کہ اُنکی دلیل وہ نتیجہ جسکو اُنھون نے پیدا کیا ہی درحقیقت پیدا کرتی ہی یا نہین وہ فرماتے ہین فانی[۲] سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تعالیٰ قسمت الصلوٰۃ بینی وبین عبدی نصفین ولعبدی ما سال فاذا قال العبد الحمد للہ رب العلمین قال اللہ تعالیٰ حمدنی عبدی واذا قال الرحمن الرحیم

---

۱ اپنے جی مین پڑھو ۱۲

۲ مین نے سُنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے تھے کہ کہا اللہ تعالیٰ نے بالمناصفہ تقسیم کی مین نے نماز کو درمیان اپنے اور اپنے بندے کے میرے بندہ کو ملیگا جو وہ سوال کرے پس جب کہتا ہی بندہ الحمد للہ رب العالمین تو خدا فرماتا ہی کہ حمد کی میری میرے بندہ نے اور جب کہتا ہی الرحمن الرحیم تو فرماتا ہی میری تعریف کی میرے بندے نے جب کہتا ہی مالك یوم الدین تو فرماتا ہی کہ میری بزرگی کی میرے بندے نے جب کہتا ہی کہ ایاك نعبد وایاك نستعین تو فرماتا ہی کہ یہ درمیان میرے اور میرے بندے کے ہی اور میرے بندہ کو وہ ملیگا جسکا اُسنے سوال کیا اور جب کہتا ہی اھدنا الصراط الخ تو فرماتا ہی کہ یہ واسطے میرے بندے کے ہی اور اُسکو ملیگا جو اُسنے سوال کیا ۱۲

قال اللہ تعالی اثنی علی عبدی واذا قال مالک یوم الدین قال مجدنی عبدی واذا
قال ایاک نعبد وایاک نستعین قال ھذا بینی وبین عبدی ولعبدی ماسال
فاذا قال اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم
ولا الضالین قال ھذا لعبدی ولعبدی ماسال سبحان اللہ پروردگار
کی کیسی رحمت اور سورۂ فاتحہ کی کتنی بڑی شان ہی لیکن اس سے تو یہ نتیجہ نہین نکلتا کہ مقتدی
بھی اپنی زبان سے ان آیات کو پڑھے درحالیکہ قرارت امام خود اسکی قرارت متصور ہی البتہ اس
تقریر سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ ابوہریرہ رض کے ذخیرہ معلومات مین کوئی حدیث نبوی دربارۂ قرارت
خلف الامام موجود نہ تھی ورنہ بجاے اس دلیل کے وہ اُسی حدیث کا حوالہ دیے ہوتے۔
اب مین جماعت شافعیہ کو توجہ دلاتا ہون کہ یہ رلے عبادہ بن الصامت کی حدیث اور انکے
عمل کے مخالف ہی کما لا یخفی علی اللبیب

الحجۃ الثالثۃ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مقدمہ مشکوٰۃ مین تحریر کرتے ہین[1] عند ابی حنیفۃ ومالک
المرسل مقبول مطلقا وھم یقولون انما ارسلہ لکمال الوثوق والاعتماد لان الکلام

[1] نزدیک ابوحنیفہ ومالک کے حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہی اور وہ کہتے ہین کہ ارسال محض بوجہ کمال وثوق اور اعتماد کے کیا ہی کیونکہ
کلام ثقہ راویون کی بابت ہی اگر اُسکے نزدیک حدیث صحیح نہین ہوتی تو ارسال نہ کرتا اور نہ کہتا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اور نزدیک شافعی کے اگر دوسری حدیث مرسل یا مسند اگرچہ وہ ضعیف ہو تائید کرے تو مقبول ہی اور احمد سے دو قول مروی ہین
یہ سب اُس صورت مین ہی کہ معلوم ہو کہ عادت تابعی کی یہ ہی کہ صرف ثقات سے ارسال کرتا ہی اور اگر ثقات وغیر ثقات سے
ارسال کرنے کا عادی ہو تو اس حدیث کے قبول کرنے مین توقف کرنا چاہیے ۱۲

فی الثقۃ ولو لم یکن عندہ صحیحا لم یرسلہ ولم یقل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعند الشافعی ان اعتضد بوجہ آخر مرسل او مسند وان کان ضعیفا قبل وعن احمد قولان وھذا کلہ اذا علم ان عادۃ ذلک التابعی ان لا یرسل الا عن الثقات وان کان عادتہ ان یرسل عن الثقات وعن غیر الثقات فحکمہ التوقف بالاتفاق دارقطنی وغیرہ تسلیم کرتے ہین کہ اس حدیث کو بڑے بڑے اکابر نے بطور مرسل روایت کیا ہی و دیگر طرق سے بھی اُسکی تائید ہوئی ہی پس مین بر سبیل تنزل فرض کرلیتا ہون کہ حقیقت حال ایسی ہی ہی لیکن پھر بھی بوجہ اعتضاد یک دیگر یہ حدیث مرسل بالاتفاق مقبول او رحجت ہی یہ راے کہ یہ سب راوی جنکی عظمت دارقطنی وغیرہ بھی کرتے ہین ثقات وغیر ثقات دونون سے روایت کرنے کے عادی تھے کسی نے ظاہر نہین کی اور اگر کوئی اسطرح کی راے ظاہر کرے تو اسکو سفسطہ سمجھنا چاہیے۔

الحجۃ الرابعۃ

عن[ف] ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا اس حدیث کی روایت نسائی اور ابن ماجہ نے ساتھ کسی قدر زائد مضمون کے (جو زیر بحث نہین ہین) کی ہی ابو داؤد نے بھی ایسی ہی روایت مگر اظہار

ف ابوہریرہ نے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام اسلیے بنایا گیا ہی کہ اُسکی تقلید کیجاے پس جب تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب قرات کرے تو چپ رہو ۱۲

اپنی اس رائے کے کی ہی کہ ابوخالد کو وہم ہوا اور اُسنے الفاظ واذا قرأ فانصتوا متن حدیث
مین بڑھا دیے لیکن وہ کوئی بنیاد اپنی رائے کی نہین لکھتے شاید یہ فقرہ اُنکے ذاتی خیال کے
خلاف تھا اسلیے ناقابل اعتماد قرار پایا۔ اب ناظرین انصاف کرین کہ کیا یہ حدیث کتاب اللہ
کے موافق نہین ہی اور کیا اس سے پوری تائید مسلک حنفیہ کی نہین ہوتی ؟

شافعیہ کہ سکتے ہین کہ راوی حدیث حضرت ابوہریرہ ہین جنکو قرارت خلف الامام پر
اصرار تھا اور حدیث کا راوی اعلم بالمراد قیاس کیا جاتا ہی اسلیے سمجھنا چاہیے کہ قرارت
سے قرارت بالجہر اور وہ بھی امام کے ساتھ ساتھ مراد ہی لیکن اس تقریر کا معقول جواب حنفیہ
یہ دین گے کہ ہر حافظ قرآن کو وقعت مفسر کی حاصل نہین ہوتی اور ہرگاہ لفظ قرارت عام ہی
تو ہم راوی کے ذاتی خیال کے موافق اُسکو پابند قید جہر[1] کا کیون کرین۔

الحجۃ الخامسۃ

نسائی نے باب ترک القراءۃ خلف الامام فیما لا یجھر فیہ مین عمران بن حصین
سے روایت کی ہی کہ نماز ظہر خواہ عصر مین کسی شخص نے پیچھے نبی علیہ السلام کے قرارت کی
آپ نے (بر سبیل انکار) فرمایا کہ مجھکو معلوم ہوا کہ تم لوگون مین بعض نے مجھسے نزاع فی القرارت
کی ہی شافعیہ کہتے یا کہ سکتے ہین کہ اُس شخص نے بآواز بلند قرارت کی تھی کیونکہ اسطرح کی

---

[1] انصاف کیجیے کہ اگر قرارت جہریہ سے یہ حدیث متعلق ہوتی تو ہمارے حضور بجاے فانصتوا کے فاستمعوا ارشاد کرتے لیکن
ہرگاہ جہریہ وسریہ دونون مین ممانعت قرارت ماموم مقصود تھی اسلیے فانصتوا کا جامع لفظ ارشاد ہوا ۱۲

منازعت صرف بصورت جہر ممکن ہی اور ہم تو بالسّر قرارت فاتحہ کے معتقد ہین علاوہ برین
یہ ارشاد دربارۂ قرارت ایک دوسری سورہ کے ہوا تھا نہ دربارۂ قرارت فاتحہ کے۔

مین کہتا ہون کہ متن حدیث مین تو قرارت کی ساتھ جہر کے تخصیص نہین کی گئی ہی
آپ لوگ اپنی حالت پر قیاس کرکے اُس قرارت کو مقید بالجہر کرتے ہین لیکن نبی علیہ السلام
کے حاسہ کی قوت اور اُنکے قلب مبارک کی نورانیت دوسری تھی اسلیے کیون نہ کہا جاے
کہ مقتدی نے قرارت بالسّر[1] کی تھی باینہمہ اُسکی وجہ سے حضور کی قرارت مین خلل پڑا تھا
چنانچہ اس راے کی تائید الفاظ علمت اور عرفت سے ہوتی ہی جو حدیث مین واقع
ہین کیونکہ اگر قرارت بالجہر کی گئی ہوتی تو آپ ارشاد فرماتے قد سمعت ان بعضکم قد
خالجنیہا یعنے مین نے ایسا کرتے ہوے تمکو سُنا ہی۔ یہ بھی سچ ہی کہ اُس مقتدی نے
سورہ سبح اسم ربک الاعلی پڑھی تھی لیکن انصاف کیجیے کہ سورہ فاتحہ کی قرارت
مین بھی تو وہی شکل منازعت پیدا ہوتی ہی جو دیگر سورتون کی قرأت مین پیدا ہوسکتی ہی۔

الحجۃ السادسۃ

جو شخص رکوع مین شریک جماعت ہو وہ بالاتفاق[2] پانیوالا اُس رکعت کا سمجھا جاتا ہی

---

[1] یہ بات خلاف قیاس ہی کہ نماز سریہ تھی نبی علیہ السلام بالاخفا قراءت کرتے تھے باینہمہ مقتدی نے قرارت بالجہر شروع کی ۱۲

[2] امام طحاوی نے شرح معانی الآثار مین ایسے اتفاق کا تذکرہ کیا ہی لیکن امام بخاری نے رسالۃ القراءۃ خلف الامام مین
ہریرہ سے روایت کی ہی کہ جو شخص رکوع مین شامل ہو وہ اُس رکعت کا پانیوالا نہ سمجھا جائیگا ابن عبد البر فرماتے ہین کہ اس حدیث کی سنا
ن گفتگو ہی اور مین کسی فقیہ کو نہین جانتا جو اس راے کا پیرو ہو ۱۲

پس ظاہر ہوگیا کہ قرارت فاتحہ اوپر مقتدی کے فرض نہین ہی ورنہ اُسکا تارک پانے وال رکعت کا کیون سمجھا جاتا۔

الحجۃ السابعۃ

نسائی نے ابو الدرداء اور ترمذی نے جابر بن عبد اللہ سے ترک قرارت خلف الامام کی روایت کی ہی۔ مسلم اور نسائی نے باب سجود التلاوۃ مین روایت کی ہی کہ زید بن ثابت سے دربارہ قرارت خلف الامام استفسار کیا گیا اُنھون نے فرمایا لا قراءۃ مع الامام فی شئ[1] امام مالک نے موطا مین روایت کی ہی کہ ابن عمر نے ایک سوال کے جواب مین ارشاد فرمایا کہ مقتدی کو امام کی قرارت کافی ہی منفرد کو البتہ قرارت کرنی چاہیے اور نافع کا یہ بیان بھی لکھا ہی کہ خود ابن عمر امام کے پیچھے قرارت نہین کرتے تھے۔ ان بیانات مین قرارت فاتحہ و غیر فاتحہ و نماز جہریہ و سریہ کی کوئی تفریق نہین ہی ہان یہ دوسری بات ہی کہ امام مالک بتقلید دیگر اصحاب کے عبد اللہ بن عمر کے فتوی و طریق عمل سے نماز سریہ مین اختلاف کرتے تھے۔

ابن حجر عسقلانی نصب الرایہ فی تخریج الہدایہ مین لکھتے ہین کہ مسئلہ ترک قرارت خلف الامام ابن عمر و جابر و زید بن ثابت اور عبد اللہ بن مسعود سے ثابت ہی اور سعید و عمر و ابن عباس سے بھی اسکی روایت آئی ہی۔ یون تو حنفیہ نے بہت سے آثارات کا نشان دیا ہی یہانتک کہ عینی شرح ہدایہ مین لکھتے ہین کہ اسّی صحابی سے منع قرارت خلف الامام مروی ہی لیکن آپ صرف اپنے ہی

---

[1] کسی قسم کی نماز مین ساتھ امام کے قرارت نہین ہی ۱۲

معتقد علیہ مصنفون کی روایت کو دیکھیے بلکہ صرف ابن عمر و زید بن ثابت کے ایسے جلیل القدر صحابہ کے فتوے پر غور کیجیے تو کیا آپ کے قیاس مین یہ بات آتی ہی کہ اُنھون نے بلا سند معاملہ صلوۃ مین ایسی قطعی رائے ظاہر فرمائی ہوگی۔

دوستو صرف اجتہاد پر امام اعظم کے کیون طعن کرتے ہو اگر حمیت مذہبی اجازت دیتی ہو تو سیدھے **ابو الدرداء - جابر - زید بن ثابت - ابن عمر - ابن مسعود سعید - عمر - ابن عباس** کو نشانہ ملامت بناؤ۔

اب ہم اسناد منقولی سے قطع نظر کر کے عقلاً جانچتے ہین تو شافعیہ کی یہ رائے دلچسپی سے خالی نہین ہی کہ علاوہ کلام ربانی ہونے کے سورہ فاتحہ بلیغ دعا پر بھی شامل ہی اسلیے مثل دیگر ادعیہ کے جسکے پڑھنے کی مقتدی کو بالاتفاق اجازت دی گئی ہی اُسکو سورہ فاتحہ بھی پیچھے امام کے پڑھنا چاہیے دوسری جانب حنفیہ کا یہ بیان معقول نظر آتا ہی کہ امور مہتم بالشان کو جیسی کہ قراءت قرآن ہی صرف بذریعہ اپنے پیشوا کے بارگاہ جلالت مین پیش کرنا مقتضائے حسن ادب ہی اور بوجہ اشتمال دعا کے اگر کوئی تفریق گوارا کیجائے تو پھر مقتدیون کو عام اجازت دینی چاہیے کہ جب امام کسی آیہ قرآنی مشتمل بر دعا کی قراءت کرے تو وہ بھی اُسکو دُہرایا کرین وما قال بہ احدٌ

قول فیصل

قَالَ مُحَمَّدٌ[1] اَخْبَرَنَا اُسَامَۃُ بْنُ زَیْدِ الْمَدَنِیُّ حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ

[1] امام محمد نے ساتھ اپنے اسناد کے روایت کی ہی کہ کہا سالم نے کہ ابن عمر پیچھے امام کے قراءت نہین کرتے تھے اُسکی بابت مین نے قاسم بن محمد سے پوچھا اُنھون نے فرمایا کہ اگر تم نہ پڑھو تو بعض پیشواؤن نے نہین پڑھا ہی اور اگر پڑھو تو بعض پیشواؤن نے پڑھا ہی اور قاسم نہ پڑھنے والون مین تھے ۱۲

قال کان ابن عمر لا یقرأ خلف الامام قال فسألت القاسم بن محمد[1] عن ذلک فقال ان ترکتہ فقد ترک ناس یقتدی بھم وان قرأتہ فقد قرأ ناس یقتدی بھم وکان القاسم ممن لا یقرأ۔

قاسم بن محمد کا شمار فقہاے مدینہ مین ہے اور ابن حجر نے ایوب سے روایت کی ہے کہ مین نے اُنسے افضل کسی کو نہین دیکھا یہ راے جو اُنھون نے ظاہر کی بلا کسی اشتباہ کے سچ اور تعصب سے خالی ہے بات صرف اتنی ہے کہ زمانہ مین صحابہ کرام کے یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا اور اِسی اختلاف کا اثر فقہا پر بھی پڑا ہے اسلیے اہل سنت کو جائز نہین ہے کہ اختلاف کرنیوالون مین کسی کا تخطیہ اہانت کے ساتھ کرین۔

تذکرہ امام ہمام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت

آپ کے اجداد کے تسمیہ مین اختلاف ہے اکثر مورخ ثابت کو ابن زوطے[2] ابن ماہ لکھتے ہین لیکن خود امام کے نبیرہ اسمعیل بن حماد نے جو بصرہ کے قاضی تھے اپنا نسب نامہ یون بیان کیا تھا انا[3] اسمعیل بن حماد بن النعمان بن الثابت بن النعمان بن المرزبان من ابناء فارس من الاحرار واللہ ما وقع علینا الرق قط قیاس غالب یہ ہے

---

[1] امام مالک نے ربیعہ سے روایت کی ہے کہ قاسم بن محمد خلف الامام قرارت کرتے تھے ممکن ہے کہ اُنھون نے کبھی ایسا بھی کیا ہو ۱۲

[2] بضم زاے معجمہ وفتح طاے مہملہ اور بعضون نے بفتحتین بھی کہا ہے (تعالیق الانوار علی الدر المختار) صاحب تاریخ خمیس ثابت کو پسر زنوطا لکھتے ہین ۱۲

[3] مین اسمعیل بیٹا حماد کا ابن نعمان بن مرزبان آزاد ابنا فارس سے ہون خدا کی قسم ہمارے خاندان پر داغ غلامی کبھی نہین لگا ۱۲

اصلی نام زوطے[1] تھا لیکن جب مشرف باسلام ہوے تو اُسوقت جیسا کہ اکثر معمول ہی
مذہب کے ساتھ نام بھی بدلا گیا اور نعمان کے ساتھ موسوم ہوے۔

ماہ اور مرزبان کے اختلاف کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہو کہ ایک ہی آدمی کے دو نام تھے
یا یہ کہ اُنمین سے ایک عَلَم رہا ہو اور دوسرا لقب۔ زوطا کو مورخین مولائے بنی تیم کہتے ہین لیکن
یہان مولا سے دوست یا ہم سوگند مراد ہو کیونکہ دوسرے معنے (غلام آزاد) کی تردید بیان
سے اسمٰعیل قاضی کے ہوتی ہو اور اگر تسلیم کر لیا جاے کہ زوطا کی آزادی کچھ دنون کے لیے
چھن گئی تھی تو بھی کوئی تعجب کا مقام خواہ حقارت کا محل نہین ہو اُن دنون نور اسلام عجم کی
اعتقادی اور اخلاقی تیرگی کے دور کرنے مین مصروف تھا گاویانی درفش پر غرور سر جھکائے
عربون کے نقش قدم چومتا اور اپنی قسمت پر رو رہا تھا۔ یزدجرد کی بیٹیان غلامی کے طوق
زیب گلو کیے دربار خلافت مین منتظر کھڑی تھین کہ اب بدبختی اُنکو کیا دوسرا سین دکھاتی ہی
ایسی انقلابی حالت مین اگر اعیان فارس گرفتار ہوے غلام بنائے گئے تو تعجب بالنسبی
حقارت کی کیا بات ہو اُن دنون کا غیر متوقع انقلاب دنیا کے لیے سخت عبرت انگیز تھا لیکن
جیسا کہ واقعات مابعد سے ثابت ہوا قدرت الٰہی کو یہ منظور تھا کہ عجالۃ الوقت اہل عجم کے
کاسۂ غرور کو توڑے اور پھر مشرف باسلام کرکے اُنکا قومی اعزاز روحانی برکات کے ساتھ
واپس کر دے۔ مسبب الاسباب کی تدبیرین دنیا کو بڑے بڑے تماشے قدرت کے دکھاتی ہین

[1] غالباً زوطا نے کسی تیمی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور وہی ذریعہ حصول ولائے بنی تیم ہوا تھا جیسا کہ مغیرہ امام بخاری
کے پردادا یمان جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوے اور بتعلق ولا کے جعفی کہلائے ۱۲

اُسی نے یوسف علیہ السلام کو ایک دن غلام بنایا جسکی بدولت آخر کار عزیز مصر بن گئے زوطا
کو دیکھیے کہ کس حالت مین کوفہ پہونچے اور تیسری پشت مین اُنکے صلب سے ایسا آفتاب ملت
طالع ہوا کہ دین و دنیا کے بڑے بڑے نامور اُسکے حلقہ بگوش ہوے اور اب تک کہ بارہ سو برس سے
زیادہ گذرے ہین اسلامی دنیا اُسکے نقش قدم پر چلنا ذریعہ سعادت سمجھ رہی ہے۔ امام ہمام ۸۰ھ
ہجری مین بعہد خلافت عبد الملک بن مروان کوفہ مین پیدا ہوے وہین نشو و نما پائی حماد بن
ابی سلیمان سے فن فقہ کو سیکھا اور ۱۵۰ھ ہجری مین بعہد خلافت ابو جعفر منصور عباسی بمقام
بغداد انتقال فرمایا قبر شریف اُسی شہر مین زیر قبہ عالی واقع اور زیارت گاہ خلائق ہے۔ آپ
متوسط القامت خوشرو اور بڑے خوش بیان تھے تجارت ذریعہ معاش تھی پاکیزہ لباس
کا ہمیشہ استعمال فرماتے اور ملنے والون سے شفقت اور اخلاق کے ساتھ جو بزرگان دین کا
شعار ہے پیش آتے تھے ۔ ولادت باسعادت ایسے مقدس دَور مین ہوئی کہ صحابہ کرام کے وجود باجود
سے دنیا بہرہ مند تھی حنفیہ کو اصرار ہے کہ اُنمین سے چند بزرگوارون کی زیارت کی اور محدثین
بھی سُنین و سرا فریق ان واقعات سے منکر ہے لیکن اُنھین مین کبار مصنفون نے تسلیم کیا ہے کہ
آپ نے ایام طفلی مین انس بن مالک کی زیارت کی تھی اور ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہین
انہ ادرک جماعۃ من الصحابۃ کانوا بالکوفۃ بعد مولدہ بھا سنۃ ثمانین[1]
ولم یثبت ذلک لاحد من ائمۃ الامصار المعاصرین لہ

[1] ابو حنیفہ نے پایا ایک جماعت کو صحابہ کے جو کوفہ مین تھے بعد اپنی پیدایش کے جو ۸۰ھ ہجری مین ہوئی تھی اور یہ فخر
ثابت نہین ہوتا کسی کو ان اماموں سے جو اُن کے ہم عصر تھے حاصل ہوا ہو ۱۲

اب مین چند محامد شریف کا انتخاب معتمد روایتون سے کر کے تفصیل وار لکھتا ہون۔

علم و درایت عقل و ذہانت کا بیان

خطیب بغدادی کہتے ہین کہ ابو حنیفہ تیمی اہل عراق کے فقیہ تھے انس بن مالک کی زیارت کی تھی اور عطا بن رباح۔ ابو اسحاق السبیعی۔ محارب بن دثار۔ الہیثم بن حبیب الصواف قیس بن مسلم۔ محمد بن المنکدر۔ نافع مولاے ابن عمر۔ ہشام بن عروہ۔ یزید الفقیر۔ سماک بن حرب علقمہ بن مرثد۔ عطیۃ العوفی۔ عبد العزیز بن رفیع۔ عبد الکریم ابو امیہ وغیرہ سے حدیثین سُنی تھین اور خود ابو حنیفہ سے ابو یحیی الحمانی۔ ہشیم بن بشر۔ عباد بن العوام۔ عبد اللہ بن المبارک وکیع بن الجراح۔ یزید بن ہارون۔ علی بن عاصم یحیی بن نصر۔ ابو یوسف قاضی۔ محمد بن الحسن عمرو بن محمد العنقری۔ ہوذہ بن خلیفہ۔ ابو عبد الرحمن المقری۔ عبد الرزاق بن ہمام وغیرہ نے حدیثون کی روایت کی ہی (تہذیب الاسماء واللغات مصنفہ امام نووی) امام کو دوست و دشمن بالاتفاق ذکی الطبع تسلیم کرتے ہین پس ایسے طالب نے جب اتنے بڑے بڑے کاملان فن سے تربیت پائی تو اُسکو عقل سلیم کب ناقص العلم فی الحدیث تسلیم کر سکتی ہی دوسرا ثبوت اُنکے کامل الفن ہونے کا یہ ہی کہ اُنکو بڑے بڑے عالیقدر دانشمندون نے اپنا اُستاد بنایا محمد بن محمود خوارزمی نے اپنے مسند مین مفصل تحریر کیا ہی کہ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب کا شمار معاندین مین امام ابو حنیفہ کے ہی اُسنے مطاعن امام مین بڑا اہتمام اور سخت مبالغہ کیا اور سلطان عیسی بن ابی بکر والی شام نے اُسکے دندان شکن جواب لکھے پس بموجودگی ایسے عناد کے خطیب کا بیان متذکرہ بالا آپکی

علمی عظمت کی عمدہ سند متصور ہی۔

خوارزمی لبسند اپنے مسند مین تحریر کرتے ہین کہ امام کو چار ہزار مشایخ تابعین سے سعادت تلمذ کی حاصل تھی اوراسی قدر طالبان علم آپ کے تفقہ سے فیضیاب ہوے تھے اس بڑی جماعت مین شاگردون کے چالیس بزرگ مرتبۂ اجتہاد تک صعود کر گئے تھے معمول یہ تھا کہ جب کسی مسئلہ کی تنقیح مقصود ہوتی تو آپ جامع مسجد کوفہ مین اپنے تلامذہ کی مجلس منعقد کرتے ایک ایک مہینہ اور کبھی اُس سے زیادہ سلسلہ بحث قائم رہتا بعد رد وکد کے آخر کار جو راے قرار پاتی اُسکی یادداشت امام ابو یوسف قلمبند کر لیتے۔

خطیب نے ساتھ اپنے اسناد کے لکھا ہی کہ کسی نے مجلس مین وکیع بن الجراح کے بیان کیا کہ ابو حنیفہ نے خطا کی وکیع نے فرمایا کہ ابو حنیفہ کیونکر خطا کر سکتے ہین جبکہ مثل ابو یوسف و محمد زفر کے صاحبان قیاس واجتہاد اور مثل یحیی بن ذکریا وحفص بن غیاث وحبان ومندل پسران علے حافظان وعارفان حدیث ومثل قاسم بن معن نبیرہ عبد اللہ بن مسعود عارف لغت وعربیت اور مثل داؤد طائی وفضیل عیاض زاہدان متورع اُنکے ساتھ موجود ہین اور جسکے اصحاب وجلیس ایسے لوگ ہون وہ خطا نہین کر سکتا کیونکہ اگر وہ غلطی کرے تو اُسکے ساتھی حق کی طرف پھیر لین جس علامۂ عصر کی ایسی مجلس اور اسطرح کے جلیس ہون اُسکے فضل وکمال کا اندازہ وہی بزرگوار کر سکتے ہین جو خود بھی صاحب مرتبہ ہون۔ چنانچہ حرملہ بن ابی یحیی نے امام شافعی سے روایت کی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ سب آدمی (اہل علم) پانچ شخص کے عیال ہین جو تبحر فی الفقہ کا ارادہ کرے وہ عیال ابو حنیفہ اور جو تبحر فی التفسیر کا ارادہ کرے وہ عیال مقاتل بن سلیمان اور جو تبحر فی النحو کا ارادہ کرے وہ

عیال کسائی اور جو تبحر فی الشعر کا ارادہ کرے وہ عیال زہیر بن سلمیٰ اور جو تبحر فی المغازی کا ارادہ
کرے وہ عیال علی بن اسحٰق کا ہی (حیوۃ الحیوان) صاحب ربیع الابرار لکھتے ہین کہ چار ماہران
فن کی نسبت کہا جاتا ہی کہ نہ اُنکا مثل اگلون مین پایا گیا نہ پچھلون مین ابو حنیفہ کا فقہ مین خلیل
کا نحو مین جاحظ کا تالیف مین اور ابو تمام کا شعر مین۔ فاضل دُمیری بہت بڑے محقق شافعی
المذہب تھے وہ فرماتے ہین کہ لیث بن سعد بن عبد الرحمن حنفی مذہب اور مصر کے قاضی
تھے امام شافعی کا قول ہی کہ وہ امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے لیکن اُنکے شاگرد لائق نہین
ہوے پس جس امام کے مقلد امام شافعی کے استاد سے بھی فائق فی الفقہ رہے ہون اُن پر
کسی قسم کی تعریض کرنا حاسدانہ تعصب ہی یا عامیانہ جہالت۔

مروی ہی کہ امام ابو حنیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے دربار مین طلب کیے گئے عیسیٰ بن
موسیٰ عباسی بھی حاضر دربار تھا اُسنے خلیفہ سے عرض کیا یا امیر المومنین ھذا عالم الدنیا
الیوم منصور[۱] نے پوچھا کہ اے نعمان تم نے علم کس سے حاصل کیا ہی آپ نے فرمایا کہ اصحاب
عمر بن الخطاب و علی بن ابی طالب و عبد اللہ بن مسعود و عبد اللہ بن عباس سے وماکان فی
وقت ابن عباس علی وجہ الارض اعلم منہ منصور نے کہا کہ آپنے موثق طور پر تحصیل علم
کی ہی۔ میزان شعرانی مین تحریر ہی کہ شقیق بلخی کہتے تھے کہ ابو حنیفہ سب آدمیون سے زیادہ پرہیزگار
صاحب علم زیادہ عبادت کرنے والے زیادہ بزرگ اور زیادہ احتیاط کرنے والے اور قول بالرائے سے

---

[۱] جلال الدین سیوطی لکھتے ہین کہ صولی نے کہا کہ منصور اعلم الناس بالحدیث والانساب اور طلب علم کے لیے مشہور تھا پس
اسکی مجلس مین ابو حنیفہ کو عالم الدنیا کہا جانا اور پھر اُسکی توثیق کیونکر دلیل عظمت نہ سمجھی جائے ۱۲

اعد[1] ذکر نعمان لنا ان ذکرہ　　هو المسک ماکررتہ یتضوع

تنبیہ

لفظ فقہ کے لغوی معنے علم کے ہین لیکن عُرفاً وہ علم شریعت کے ساتھ مخصوص ہو گیا ہی
اصطلاحاً علماے اصول کہتے ہین کہ فقہ نام ہی علم احکام شرعیہ کا جو ادلہ تفصیلیہ سے اخذ کیے گئے
ہون اور فقہا کی اصطلاح مین حفظ فروع شرعیہ کا نام فقہ ہی جس فقہ کا ذکر اقوال محولہ بالا مین
ہوا اُس سے مراد وہی علم ہی جسکو اصولی علما فقہ کہتے ہین۔ ادلہ شرعیہ جنکی تعبیر ساتھ اصول
شرع کے کیجاتی ہی چار قسمون مین محدود ہین کتاب و سنت و اجماع امت اور قیاس اصل چہارم
یعنے قیاس دلائل ثلاثہ مقدم الذکر سے پیدا کیا جاتا ہی اور صرف اُسی صورت مین کہ اصول مذکورہ
مین حکم صریح غیر محتمل و غیر متعارض موجود نہو اصل چہارم سے کام لیا جاتا ہی پس جب تک
اصول ثلثہ کا ذخیرہ معلومات محفوظ نہو کوئی شخص فقیہ (مجتہد) نہین ہو سکتا چند افراد اُن
دقائق نظریہ کے ادراک سے جنکو قدرت نے حصہ مین امام ابو حنیفہ اور اُنکے اصحاب کے
دیدیا تھا اگلے زمانے مین بھی قاصر پائے گئے اور بعض اہل نظر کی آنکھین غبار حسد سے مکدر
ہو گئی تھین اسلیے ان دونون قسم کے افراد الزام لگاتے تھے کہ ابو حنیفہ نے محض اپنی ذاتی
راے سے مسائل شرعیہ کی ایجاد کی ہی چنانچہ مامون الرشید عباسی کی طبیعت کو جدت پسند
پا کے معاندون نے اطلاع کی کہ اصحاب ابو حنیفہ جنکی دربار خلافت مین عظمت کیجاتی ہی حدیثون

[1] اعادہ کرو ذکر نعمان کا کیونکہ اُنکا ذکر مشک ہی جتنا رگڑو خوشبو دے ۱۲

کس دباؤ سے اختیار کیا تھا اور اب بھی شاہان عظام حامیان لوائے اسلام کیون امام ابوحنیفہ کے حلقہ بگوش ہین۔ حنفیہ کو ہمیشہ اقرار تھا اور اب بھی اقرار ہے کہ ائمہ دیگر کی تبعیت مین بہت سے اکابر ملت نے اپنی مقدس عمرین بسر کین لیکن تذکرون کے پڑھنے سے بہت بڑی جماعت علمائے نامدار اور صوفیہ کبار کی حنفیہ کے حلقہ مین دیکھی جاتی ہے اور حسب حالت زمانہ اب بھی علمائے ماہر وفقرائے کامل کا ہجوم ماشاءاللہ اسی سرکار مین نظر آتا ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کا زمانہ عہد سے صحابہ کرام کے بہت قریب تھا اُنکے عصر مین مقدس تابعین کثرت کے ساتھ موجود تھے جنھون نے بزرگان صحابہ کی صحبتین اُٹھائین اور براہ راست اُنسے عملی و علمی استفادہ کیا تھا بسبب نزاع خلافت و بمصالح ملکی باب مدینۃ العلم مولائی **علی بن ابی طالب** کی خلافت کا تقریبًا پورا دور کوفہ مین ختم ہو منتخب اصحاب رسول بحمایت طریقہ مستقیمہ مرتضوی اُسی سرزمین پر جلوہ افگن تھے اسلیے آخر زمانہ خلافت راشدہ مین وہی خطہ فضل و کمال کا خیمہ گاہ بن گیا تھا جہان امام ابوحنیفہ نے نشو و نما پائی الغرض جو موقع تنقیح مسائل شرعیہ کا امام ابوحنیفہ کو حاصل تھا دوسرون کو بمشکل حاصل ہو سکتا تھا فطرۃً طبیعت مین بے نظیر جودت دماغ مین بمثیل قوت خیالات مین خداداد پاکیزگی موجود تھی اسلیے جب تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوے تو تھوڑے ہی دنون مین اساتذہ عصر کے اُستاد[1] بن گئے اور جب مسند اجتہاد پر جلوہ افروزی کی نوبت پہونچی تو اسلامی دنیا مین مسائل حنیفی کی ایسی دھوم مچ گئی کہ ایک عالم آپ کی تبعیت پر جھک پڑا یہ قبولیت عام بعض معاصرین کو

[1] عاصم امام القرات امام ابوحنیفہ کے شیخ فی القرات تھے لیکن آخر کار امام صاحب سے مسئلے پوچھتے اور اُسپر عمل کرتے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے اتیتنا صغیرا واتیناك کبیرًا یعنے تم لڑکپن مین ہمارے یہان اور ہم بڑھاپے مین تمھارے پاس آئے۔ (خوارزمی) ۱۲

گران گذری اور بھلی چنگی آزاد طبیعتین بند تعصب مین پھنس گئین اخلاقی حدیثون پر جوش حسد مین
عمل کرنا دشوار تھا اسلیے جو کچھ زبان پر آیا قدسی نفس محسود کے حق مین کہدیا اور جو کچھ قلم مین
آیا لکھ ڈالا لیکن وہ لوگ کہتے ہی اور لکھتے ہی رہ گئے اور فقہ حنفی کے انوار نے اکناف
عالم کا احاطہ کرلیا یہ تو معاصران امام کی کارروائیان تھین زمانہ مابعد مین بھی بعض عجلت پسند
تندمزاجون نے طبقہ اول کی ریس کی مگر بحمد اللہ اُنکی مخاصمت بھی بے اثر رہی حیرت تو یہ ہی
کہ اس زمانے کے چند مجاہیل اپنی نافہمی سے امام ابوحنیفہ کو اُسی طرح غاصب مرتبۂ اجتہاد
کہتے ہین جیسا کہ فرقۂ شیعہ شیخین کو غاصب خلافت قرار دیتا ہی مجاہیل ایک طرف اس دور
مین بلجوق سودائے نمود بعض اہل علم مدعیان عمل بالحدیث کی حالت زیادہ تر افسوسناک ہوگئی
ہی چنانچہ مین ایک نمونہ اُن لوگون کی نفسانیت کا ناظرین کو دکھاتا ہون۔ ایک صاحب نے
بفرمایش صدیق حسن خان بھوپالی صحیح مسلم کا ترجمہ کیا اور اُسکا نام معلم رکھا ہی جو صرف ترجمہ
نہین بلکہ مترجم نے شرح مضامین کی طرف بھی اپنی توجہ مبذول کی ہی۔ اس کتاب کی جلد اول صفحہ
(۱۶۳) مین مترجم صاحب نے یہ حدیث غلظة القلوب والجفاء فی المشرق والایمان
فی اهل الحجاز تحریر کرتے ہین مترجم نے مولانا بشیر الدین صاحب مرحوم قنوجی سے سُنا
فرماتے تھے کہ مشرق سے مراد بدایون کا قصبہ ہی جو مدینہ منورہ سے پورب جانب واقع ہی اور
وہان سے قرن شیطان نکلا جسنے دنیا مین بدعت کا رواج دیا اور موحدین کو کافر و فاسق قرار
دیا اللہ تعالی اُسکے شر سے تمام مسلمانون کو بچائے آمین یارب العالمین۔ قرن شیطان کا اشارہ
طرف مولانا فضل رسول حنفی اعلی اللہ مقامہ فی اعلی علیین کے ہی اور حیرت ہی کہ باموجودگی ایسی لیاقت

اور دیانت فی الدین کے قنوجی کو اجتہاد کا دعوے تھا اور تحقیر مین امام ابوحنیفہ کے ہمیشہ ساعی رہے

دوست تو بدایون وہ قصبہ ہی جہان محبوب الٓہی مرشدنا حضرت نظام الدین اولیا پیدا ہوے اور اُس مقدس زمین پر سیکڑون مقبولان بارگاہ گوشۂ لحد مین خدا کی رحمتون کا استفادہ کر رہے ہین چنانچہ امیر خسرو فرماتے ہین۔

زبس کز مرقد اہل بصیرت منبع جو دست — بجاے سرمہ در دیدہ کشم خاک بدایون را

قائل نے صرف اس شریف قصبہ کے ساتھ گستاخی نہین کی بلکہ محض جوش تعصب مین طریقہ تفسیر حدیث کو بھی بدنام کیا ہی نعوذ باللہ من شرور انفسھم بدگوئی حنفیہ کا شعار نہین ہی لیکن محض بطور تذکرہ ایک حکایت اور بھی حوالہ قلم کی جاتی ہی۔

حکایت

دارقطنی کی خدمت مین مسافت بعیدہ طے کر کے ایک طالب حدیث حاضر ہوا اور آپنے بحیلہ عدیم الفرصتی اُسکی تعلیم سے انکار کیا لیکن جب ایک معزز ذی رتبہ نے سفارش کی تب تعلیم شروع کی اور سب سے پہلے بحوالہ بیس سندون کے اس حدیث کی روایت کی نعم الشیٔ الھدیۃ امام الحاجۃ اچھی چیز تحفہ ہی قبل پیشی غرض کے دوسرے دن وہ غریب ہدیہ مناسب لایا تب آپ نے بحوالہ ستر ہ سندون کے اس حدیث کی روایت کی اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ جب کوئی بزرگ قوم تمھارے پاس آئے تو اُسکی بزرگی کرو (بستان المحدثین)

امام ابوحنیفہ کے حضور مین بھی ایک طالب علم سفارشی خط لایا تھا آپنے فرمایا کہ سفارش کی

کیا ضرورت ہی عالم کا یہ منصبی فرض ہی کہ جو کچھ اُسے آتا ہو دوسرون کو بتائے پھر آپنے خلیفہ منصور کے روبرو ایک مسئلہ بتایا تھا جو اُسکی بی بی کو پسند آیا اور اُسنے پچاس ہزار درہم بطور شکریہ نذر بھیجے مگر یہ چاندی کے کھلونے تقوے کی نگاہ مین خذف ریزون سے بھی کم وقعت تھے چنانچہ امام نے اُنکو واپس کیا اور کہلا بھیجا کہ مینے تو اپنا فرض ادا کیا تھا اُسکا معاوضہ کیون لیون ع

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ایسے بزرگ پر دارقطنی ضعف کی تہمت لگاتے ہین غالباً فرقہ حنفیہ بھی بلا تامل تسلیم کریگا کہ باقتضائے احتیاط جسکا تذکرہ آیندہ ضبط تحریر مین آئے گا باوجود کثرت معلومات کے امام ابو حنیفہ کثیر الروایت بننا پسند نہین فرماتے تھے اور ایسے مواقع مین کہ اپنی ذاتی اور دنیوی غرض کا لگاؤ ہو روایت کے مرحلہ مین طبعی جودت دکھانا توانکی شان کے درحقیقت خلاف تھا لیکن اسطرح کی احتیاطی کارروائی کی تعبیر ساتھ ضعف کے سخت بیدردی اور خود دارقطنی کے ضعف درایت کی نشانی ہی۔

دوسری صدی مین مسلمانون کے تمدن مین بہت بڑی وسعت ظاہر ہوئی غیر قوم اور غیر مذہب افراد کے اختلاط نے اسلامی دنیا مین شورش پیدا کی باہمی فتنہ و فساد نے بھی دوراندیشون کو طرح طرح کے اندیشے دلائے الغرض عقلاے ملت جو سچے حامی دین متین تھے چونک پڑے اور اپنی طبیعتون کا اندازہ کرکے ہر ایک نے کسی نہ کسی خدمت اسلامی کے لیے اپنے وقت عزیز کو وقف لوجہ اللہ کردیا امام ابو حنیفہ کی طبیعت آخذ اور نکتہ سنج تھی ایسے یگانۂ روزگار کا تعلیم قرآن خواہ روایت حدیث مین مصروف ہونا ضرورت وقت کے مناسب نہ تھا اسلیے آپنے اُس میدان کو

دوسرون کی دوڑ دھوپ کے لیے چھوڑ دیا اور خود ہمہ تن اخذ مسائل فقہیہ و کلامیہ کی طرف متوجہ ہو گئے حضرت امام کی ذہانت اور اُنکے استقلال کا ثبوت ہم اس موقع مین امام رازی کی تحریر سے پیش کرتے ہین جنھون نے باوجود تعصب شافعیت آپ کو سیف علی الدہریۃ (قاطع عقائد دہریت) کے لقب سے یاد کیا اور سورۂ فاتحہ کی تفسیر[1] مین یہ حکایت لکھی ہے۔

حکایت

ابو حنیفہ رحمہ اللہ دہریون کے حق مین سیف تھے اسلیے فرقۂ دہریہ اُنکے قتل کی فکر مین رہا کرتا تھا ایک دن آپ مسجد مین بیٹھے تھے دشمن تلوارین سونتے ہوے پہونچے اور تیغ آزمائی کا ارادہ کیا آپ نے فرمایا کہ ایک بات کا جواب دو پھر جو چاہو کرو اُن لوگون نے کہا کہ کہ ڈالو امام نے پوچھا کہ ہوا کا طوفان بپا ہوا اور لدی ہوئی کشتی دریا مین موج کا تھپیڑا کھاتی ہوئی بغیر ملاح کے سیدھے راستے پر چلے کیا یہ بات تمھاری عقل مین سماتی ہے سبھون نے نفی مین جواب دیا تب آپ نے فرمایا کہ پھر اتنی بڑی دنیا کا قیام ساتھ اختلاف آرا و تغیر اعمال و سعت اطراف و تباین اکناف کے بے صانع کیونکر ممکن ہے اس تقریر دلپذیر کو سُن کے سب رو پڑے اور اقرار کیا کہ آپ سچ کہتے ہین تلوارین میان مین رکھ لین اور اپنے عقیدۂ باطل سے تائب ہو گئے انتہی اس استقلال کو دیکھیے کہ کیسی خطرناک حالت مین برجا رہا ذہانت کو دیکھیے کہ وہ

[1] صفحہ (۲۲۳) جلد اول تفسیر کبیر چھاپہ مصر ۱۲۷۸ہجری اور جلد مذکور کے صفحہ (۲۸۶) اور اُسکے مابعد صفحون مین متعدد حکایتین ذکاوت و تبحر علمی امام ابو حنیفہ کی تحریر کی ہین جنمین ایک کا نتیجہ یہ ہے کہ سفیان نے بالمشافہہ امام موصوف کے فتوی کی تحسین ساتھ اقرار اپنی غلطی کے فرمایا تھا ۱۲

تلوارون کے سایہ مین بھی بدستور جولانی کرتی رہی اثر کو دیکھیے کہ اُسنے ایسے دشمنون کو
اسقدر جلد جادہ مستقیم پر لا ڈالا حق یہ ہو کہ یہ سب باتین منجانب اللہ تھین اور خداوند عالم نے
ایسے قدسی نفس بلند خیال کو محض واسطے تائید دین متین کے پیدا کیا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تنزل کے دَور مین اقوام دنیا کی یہ معمولی روش ہو کہ خودغرضی بڑھجاتی ہو طالبان
نمود اکابر قوم سے آمادۂ اختلاف ہوجاتے ہین اور شیرازۂ اتفاق کے توڑنے مین اپنا وقت
برباد کرتے ہین لیکن عروج کے زمانے مین حالت بالعکس پائی جاتی ہو تمام قوم کے صغیر و کبیر
اپنی اپنی قوت کے موافق قومی فلاح مین مساعی جمیلہ سے کوتاہی نہین کرتے چنانچہ جب
اسلام دولت اقبال سے بہرہ مند تھا تو ایسی ہی کارروائیان ہوا کین اور آج دنیا کی
اقبالمند قومین اسی راستہ پر چل رہی ہین ایک دن وہ تھا کہ عالی دماغ شیخین بکر مین عقلاے
صحابہ کی مجلس شورٰی منعقد کیے ہوے نظم ممالک و دفع اعدا کی تدبیرین سوچتے تھے خالد
ابو عبیدہ و دیگر صاحبان فتوت میدان رزم مین جانبازی کے جوہر دکھاتے تھے ان ضروری
خدمتون سے جو بزرگوار سبکدوش تھے اُنھین کا ایک گروہ قرآن پڑھاتا اور صوم و صلوٰۃ
کے مسائل بتاتا اور پیغمبر علیہ السلام کے قول و فعل کی حکایتین سُناتا تھا اسی تقسیم خدمات
کا ہم یہ نتیجہ موجود پاتے ہین کہ ابوہریرہ سے پانچ ہزار تین سو چھیالیس حدیثین مروی ہین لیکن
خلفاے راشدین کی حدیثین ذیل کے اعداد مین محدود[1] ہین۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ایک سو بیالیس[2] حدیثین

[1][2] تاریخ الخلفا ۱۲

عمر الفاروق رضی اللہ تعالی عنہ — پانچ سو انتالیس۔

عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالی عنہ — ایک سو چھیالیس۔

علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ — پانچ سو چھیاسی۔

اب وہ دن آگیا ہو کہ بشکل طنز امام ابو حنیفہ (جسنے بذریعہ ترتیب فقہ اہم خدمت اسلامی کو انجام دیا) اصحاب الرائے مین شمار کیے جاتے ہین اور اعتراض یہ کیا جاتا ہو کہ وہ قلیل الروایت اور مجمع مین محدثین کے گمنام تھے حیرت ہو کہ جسطرح امام ابو حنیفہ پر یہ لوگ مُنھ آتے ہین حضرت صدیق اکبر اور باب مدینۃ العلم کے حق مین کیون یہ معترضانہ رائے ظاہر نہین کرتے کہ وہ اقوال و اعمال نبوی سے مثل ابو ہریرہ کے باخبر نہ تھے افسوس ہو کہ خود نہین سمجھتے اور دوسرون کے سمجھانے سے بھی اس حکیمانہ شعر کا مضمون اُنکے دلنشین نہین ہوتا۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند — میل آن اندر دلش انداختند

علاوہ مشغولی کارہاے دیگر کے ایک دوسری وجہ قوی موجود تھی جسکی بنیاد پر اکابر صحابہ کثرت روایت سے پرہیز کرتے تھے اور اس وجہ کا پتا ہمکو عبد اللہ بن زبیر کی اس حکایت سے ملتا ہو کہ اُنھون نے اپنے باپ زبیر بن العوام سے کہا کہ مین آپ کو مثل فلان فلان اشخاص کے پیغمبر علیہ السلام سے روایت کرتے نہین سنتا اُنھون نے جواب دیا کہ مین حضر و سفر مین حضور سے جدا نہین رہا ہون لیکن مین نے اُنکو فرماتے سنا ہو من کذب علی فلیتبوأ مقعدہ من النار (رواہ البخاری) حاصل جواب یہ ہو کہ میرے معلومات بوجہ حضوری دائمی بہت ہین لیکن روایت کرتے ہوے ڈرتا ہون کہ کہین سہواً کوئی بات غلط مُنھ سے نکل جاے

اور مستوجب وعید کا ہو جاؤن پس امام ابوحنیفہ کے ایسے محتاط مجتہد کا قلیل الروایت ہونا دلیل قلت معلومات نہین ہی بلکہ نشانی احتیاط کی ہی۔ روایت نہ کرنا ایک طرف امت کے سدھارنیوالے دوراندیش خلیفہ عمر الفاروق تو روایت حدیث مین دوسرون پر بھی تشدد کرتے تھے چنانچہ ابوموسی کو ایک حدیث روایت کرکے جو دقت اُٹھانی پڑی اُسکو مین حدیقہ (۲۲) مین بیان کرونگا اور یہ بھی روایت کیجاتی ہی کہ ابوسلمہ نے ابوہریرہ سے پوچھا کہ کیا آپ عہد مین عمر کے اسیطرح روایتین کیا کرتے تھے اُنھون نے فرمایا کہ اُسوقت اگر ایسا کرتا تو عمر دُرّہ سے خبر لیتے۔ یہ روک ٹوک آخر حضرت عمر کیون کرتے تھے؟ یقیناً اسلیے کہ شوق مین کثیر الروایت ہونے کے جھوٹی حدیثین نہ بنائی جائین بلا امتیاز ناسخ و منسوخ اور بغیر تنقیح محل بیان اور موقع گفتگو کے لوگ حدیثون کی روایتین کرکے امت محمدیہ کو گمراہی خواہ دقت مین نہ ڈالین یہ خیالات فاروقی روشن ضمیر امام پر بھی مخفی نہ تھے جنکی بنیاد پر اُنھون نے باوجود کثرت معلومات کے کثیر الروایت بننا گوارا نہین کیا بلکہ اُنھین حدیثون کی بضرورت روایتین کین جو اخذ مسائل مین کارآمد تھین تائید اس بیان کی قرائن ذیل سے ہوتی ہی۔

اولاً اُن دنون روایتون کا جمع کرلینا دشوار نہ تھا کیونکہ بڑے بڑے ماہران حدیث جنکی جامعیت مسلم ہی موجود تھے۔

ثانیاً آپ کی ذہانت کو فریق مخالف بھی تسلیم کرتا ہی ہم فرض کرلین کہ حافظہ کمزور رہا ہو تو بھی تحریری یادداشتون کا مرتب کرلینا کیا دشوار تھا۔

ثالثاً ایسا شخص جو مسند اجتہاد پر جاگزین اور مرجع خلایق رہا ہو عقل تسلیم نہین کرتی

کہ اُس کے دل مین واقفیت حدیث کا شوق نہ تھا ہان علم اور چیز ہی اور اُسکا افادہ (روایت حدیث) دوسری چیز ہی اسلیے اگر افادہ مین بوجوہ مذکورہ بالا کمی ہوئی ہو تو ممکن ہی لیکن اُنکے عالم بالحدیث ہونے مین گفتگو کرنا توصاف وصریح تعصب ہی۔

اجتہاد مین احتیاط اور دِقّت نظر کا بیان

حنفیہ کے کتب اصول مین جو ضوابط بیان کیے گئے اکثر اُسی چشمۂ فیض سے مستفاد ہین اور ہر غیر متعصب دانشمند اُنکو دیکھ کے سمجھ سکتا ہی کہ اخذ مسائل مین کس قدر ضروری احتیاط مرعی تھی اس مختصر مین ہرچند معتدبہ ضوابط کا بیان کرنا غیر ممکن ہی لیکن پھر بھی سادہ طور پر مین چند ضوابط کو عرض کرتا ہون۔

(۱) بحمایت حدیث احاد زیادتی اوپر قرآن اور حدیث مشہور خواہ متواتر کے جائز نہین۔

(۲) احادیث متواتر اور مشہور بلاعذر مقبول ہین لیکن متواتر حدیثین (اگر اُنکا وجود ہو) قلیل الوجود ہین اور مشہور حدیثین بھی تھوڑی ہین کثرت کے ساتھ کتب حدیث مین وہی حدیثین موجود پائی جاتی ہین جو حسب تعریف اہل اصول حلقہ احاد مین داخل ہین ایسی حدیثون کی سند کیسی ہی قوی ہو اور کیسے ہی عارف بالحدیث نے اُسکی توثیق کی ہو جب تک موافق مجتہدانہ اصول کے کامل العیار نہ سمجھی جائین غیر مقبول ہین کیونکہ معتبر راوی بھی معصوم عن الخطا نہ تھا ممکن ہی کہ اُسکی قوت حافظہ نے لغزش کی یا یہ کہ مطلب نہ سمجھ سکا اور موافق اپنے خیال کے نیک نیتی کے ساتھ بالمعنی روایت کردی میرا خیال یہ ہی کہ بوجہ اسی احتیاط کے جو دانشمندانہ مین

زیادہ تر ارباب ظواہر کو حوصلہ نکتہ چینی کا اوپر فقہ حنفیہ کے پیدا ہوا ہی۔

(۳) احاد روایتین راوی فقیہ کی بلا عذر مقبول ہین لیکن تفقہ کی صفت ایسی گران وزن ہی کہ جماعت صحابہ مین صرف خلفاے راشدین وعبد اللہ بن عباس وابن عمر وابن مسعود وابن زبیر وعائشہ ومعاذ بن جبل و ابو موسی اشعری فقیہ تسلیم کیے جاتے ہین علاوہ راویان فقیہ کے اگر روایت کرنے والا حدیث کا عدالت اور ضبط وحفظ مین معروف ہو تو اسکی روایت بھی مقبول ہی مگر قیاس کی کسوٹی پر جانچ لیجاتی ہی ان دونون جماعت کے علاوہ جو راوی عدالت ضبط وحفظ مین غیر معروف ہون انکی روایتین اگرچہ مقبول ہین مگر قبولیت کے چند شرائط دیگر کی پابند ہین من شاء فلینظر فی کتب الاصول۔

(۴) ائمہ صحابہ (فقہاے صحابہ) نے اگر اُن معاملات مین جو اکثر پیش آتے رہتے ہین حدیث احاد کے خلاف عمل کیا ہو تو وہ حدیث ساقط العمل ہو گی اور قیاس کیا جائے گا کہ زمانہ مابعد مین حکم نبوی منسوخ ہو گئی۔

(۵) اگر حدیثون مین تعارض ہو تو قیاس پر عمل کرنا چاہیے یا صحابہ کے اقوال پر درمیان علما کے اختلاف ہی کہ ان دونون مین کون طریقہ مرجح ہی۔

مجتہدون نے ان مشکل مراحل کو طی کر کے مسائل فقہیہ کو مرتب کیا ہی کم علم عوام کی فہم کا قصور ہی جو اُن لوگون کو حدیث سے ناواقف خواہ بلا وجہ موجہ حدیث کا تارک سمجھتے ہین

لہ یہ ضابطہ اور نیز ضابطہ مابعد بڑی دور اندیشی سے وضع کیا گیا ہی ہر زمی ہوش اخبار کی حالت سے اور خاص کر جبکہ گروہ بندی کا سامان موجود ہو گیا ہو واقف ہی پس اگر عاقلانہ احتیاط سے بے پروائی کیجائے تو کیا شک ہی کہ سیدھا راستہ ملنا دشوار ہو جائے افسوس ہی کہ محدثین اس رمز کو دلنشین نہین کرتے اور محض رفع حدیث پر سادگی کیا تھ بھروسا کر لیتے ہین ۱۲

حق یہ ہے کہ عموماً اکابر علماے امت و بالخصوص مجتہدان اربعہ نے بہ تقاضاے ضرورت اپنی توجہ طرف ترتیب مسائل شرعیہ کے مبذول کی اور نیک نیتی کے ساتھ ہمیشہ اُنکی یہی متفقہ کوشش رہی کہ سنداً و قیاساً شارع علیہ السلام کے طریقہ سنیہ کی پیروی کرین لیکن اختلاف آرا فطرت انسانی مین داخل ہے اسلیے مختلف احادیث مرویہ مین کسی نے ایک کو قوی الروایت حسن الدرایت سمجھا اور کسی نے دوسری کو۔ اُن دونون متعارض حدیثین موجود ہوگئی تھین جسکا سبب یہ تھا کہ راوی نے جھوٹ کہا یا اُسنے تعبیر مین غلطی کی یا یہ کہ ابتدائی زمانے مین بہ مصلحت وقت نبی علیہ السلام نے کوئی حکم صادر کیا یا خود کسی طریقہ پر عمل کیا اور زمانۂ مابعد مین قولی یا فعلی سنت سے اُسکی تنسیخ خواہ ترمیم عمل مین آئی لیکن راوی کو قول و فعل مابعد کی خبر نہین ملی اسلیے جو کچھ اُسنے سنا یا دیکھا تھا آخر دم تک اُسی کی روایت کرتا آیا۔ موقع اور محل بیان کو تعبیر مقصود مین بہت بڑا دخل ہے اکثر اُسکے سمجھنے اور بیان کرنے مین کوتاہی یا غلطی ہوئی الغرض وجوہ متذکرہ بالا کی بدولت سلسلہ مراد بہت اُلجھ گیا تابعین کے دور مین سلجھانے کا کام شروع ہوا اور اُنکے بعد کچھ اور بھی ترقی ہوئی لیکن ہر ایک قرن مین سوء اتفاق سے اختلاف بڑھتا ہی گیا چنانچہ مختلف الاعتقاد فرقے معرکہ آرائی کے لیے کھڑے ہوگئے متحد الاعتقاد گروہ نے بھی فروعی مسائل مین اس تشدد کے ساتھ اپنی جداگانہ رائے ظاہر کی کہ باہم جنگ و جدال کی نوبت پہونچی خیریت یہ ہوئی کہ محدثین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مناسب وقت پر جانکاہی کے ساتھ حدیثون کے مجموعے تالیف کیے اسماء الرجال کی فہرست بھی باندازہ اپنے دسترس کے مرتب کردی جسکا اقل درجہ یہ اثر پیدا ہوا کہ بڑھتا ہوا سیلاب روایتون کا رک گیا دوسری طرف

مفسرون اور فقہا نے تعبیر مقصود مین قابلیت کے جوہر دکھائے جسکی بدولت وسرا میدان
اختلاف کا کسی قدر محدود ہو گیا مگر جو اختلاف پہلی اور دوسری صدی مین پیدا ہو گئے تھے وہ
نہ مٹ سکے اور اب بھی جدت پسند طبیعتین کمتر نیک نیتی سے اور زیادہ بشوق نمود اگلے اختلاف
کے ریزے جمع کرتین اور کسی قدر اپنی طباعی کا سفوف چھڑک کے ایک قسم کا معجون مرکب
طیار کر لیتی ہین۔ بمقتضاے کل جدید لذیذ ایک ایک جماعت ایسی ایجاد کو دلچسپی سے
دیکھتی ہی مگر صدہا برس کے تجربہ نے ثابت کر دیا کہ یہ عارضی شورش اکثر چند روز قائم رہکے معدوم
ہو جاتی ہی اور آخر کار اُمنڈا ہوا پانی پھر اپنے مرکز پر جا کے ٹھہر جاتا ہی۔

بات یہ ہی کہ علماے متقدم علاوہ تبحر علمی کے خلوص فی الدین کی صفت سے بہرہ مند تھے
اُنھون نے محض لوجہ اللہ اسلام کی خدمتین کین جو شوق نمود سے بالکل بے لوث تھین
یہی وجہ ہی کہ بتائید الٰہی اُنکے آفتاب ہدایت کے روبرو دوسرون کے ایجاد کا چراغ فروغ
حاصل نہین کر سکتا اور تھوڑے ہی دنون مین جھلملا جھلملا کے بجھ جاتا ہی۔ وہ بزرگوار بھی
انسان تھے یہ کہنا کہ اُنسے کسی قسم کی غلطی یا فروگذاشت نہین ہوئی ایک ایسی خوش عتقادی
کا بیان ہی جسکو انصاف پسند ہٹ دھرمی کے ساتھ تعبیر کرتے ہین لیکن یہ صحیح ہی کہ کُل نہی
مگر تقریباً کل مسائل شرعی جو اُنھون نے بیان کیے مستند ہین اور کوئی نہ کوئی پہلو وجہت کا
اُن کی رائے کی حمایت کرتا ہی۔ امام ابو حنیفہ نے مرحلۂ اجتہاد مین جو رائے قائم کی وہ
مثل رائے دیگر مجتہدین کے مستند ہی لیکن اُنکے اجتہاد مین ایک خاص خوبی یہ پائی جاتی ہی
کہ عام طبائع کے دلپذیر ہی یہانتک کہ غیر اسلامی فرقے بھی معاملات مین اُنکی رائے کو پسند

کرتے اور قرین انصاف سمجھتے ہین چنانچہ چند مسائل کا اس موقع مین حوالہ دیا جاتا ہے۔

مسئلہ (۱)

مسلماً قصاص کی بنیاد اوپر مماثلت کے ہے لیکن ہم فرض کرین کہ ایک شخص ساتھ
انواع تعذیب کے قتل کیا گیا تو صورت مفروضہ مین یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قاضی
قاتل کی جان اُسی طریقہ سے لے یا یہ کہ سادہ قتل پر اکتفا کرے امام شافعی اور محدثین پہلے
طریقہ کی تائید کرتے ہین اور امام ابوحنیفہ دوسرے طریقہ کے حامی ہین۔ مخالفون کو اوپر اس
روایت کے بھروسا ہے کہ ایک یہودی پتھر مارکے مرتکب قتل ہوا اور نبی علیہ السلام کے حکم
سے وہ بھی پتھرون سے مارا گیا (رواہ مسلم) حنفیہ کہتے ہین کہ یہ خاص کارروائی بمقتضائے
سیاست اور مصلحت وقت کی گئی تھی مگر عام حکم یہ ہے کہ لا قود الا بالسیف (رواہ ابن ماجہ)
اس حدیث کی نسبت ایک محدث[لہ] فرماتے ہین کہ میرے خیال مین راوی نے بخصوص رفع حدیث
غلطی کی کیونکہ اورون نے بشکل مرسل روایت کی ہے اور بیہقی کہتے ہین کہ قصاص بالسیف کی
سب حدیثین ضعیف ہین ہرچند اسطرح کی تعریضین اوپر اسناد مفید حنفیہ کے محدثون کے
معمولات سے ہوگئی ہین لیکن ہر انصاف پسند سمجھ سکتا ہے کہ جس روایت کی توثیق امام ہمام
نے کی ہے وہ کسقدر اصول انصاف کے موافق اور شایستہ طریقہ کی بتانے والی ہے۔ ہم نے
مان لیا کہ قاتل بے رحم اور سخت ستمگار تھا لیکن یہ تو نامناسب ہے کہ مہذب قاضی بھی اُسطرح کا

[لہ] ناظرین شکل استدلال پر غور کرین کہ کتنی بھونڈی ہے ۱۲

بے رحم بنجائے اور ناکردنی طریقہ کی پیروی کرکے قاتل کو دنیا سے رخصت کرے۔ تعذیب کی جزئیات مین ٹھیک اندازۂ مساوات غیر ممکن ہی اسلیے باقتضاے دیانت اتنی ہی مساوات پر اکتفا کرنا لازم ہی کہ جان کے بدلے قاتل کی جان لیجائے[1]۔

مسئلہ (۲)

مرد آزاد اگر کسی غلام کو مار ڈالے تو نزدیک امام شافعی کے قاتل سے صرف تاوان نقدی لینا چاہیے لیکن امام ابوحنیفہ ایسی صورت مین بھی قاتل کو مستوجب قصاص قرار دیتے ہین۔ شافعیہ آیہ کریمہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی[2][3] (سورہ البقرہ رکوع ۲۲) کو استدلال پیش کرتے ہین حنفیہ کہتے ہین کہ زمانہ جاہلیت کے عربون مین یہ دستور جاری تھا کہ اُنمین جو قبیلہ عظمت و شرافت کا دعویدار ہوتا وہ بمعاوضہ اپنے غلام کے دوسرے قبیلہ کے آزاد کو اور بمعاوضہ اپنی عورتون کے دوسرے قبیلہ کے مردون کو چاہتا کہ قتل کرے۔ اسلام نے اس ناواجب طریقہ کو روک دیا اور یہ آیت کریمہ بغرض تردید اُسی نامنصفانہ دستور کے نازل ہوئی تفصیل متذکرہ آیہ سے حدبندی مقصود نہین ہی کیونکہ

---

[1] بعض شافعیہ نے ایک خاص معاملہ مین مساوات پیدا کرنے کی تدبیر بتائی ہی جسکو مین لکھ نہین سکتا دیکھو ہدایہ مطبوعہ ۱۲۸۲ ہجری صفحہ ۴۵۲ کا حاشیہ نمبری ۳) ۱۲

[2] مسلمانو معاملہ قتل مین تمکو جان کے بدلے جان کا حکم دیا جاتا ہی آزاد کے بدلے آزاد غلام کے بدلے غلام عورت کے بدلے عورت ۱۲

[3] ہمنے مصباح الکلام فی طریق الاسلام مین مجتہدانہ اختلاف سے قطع نظر کرکے مخالفان اسلام کے شبہہ کو جو اوپر احکام اس آیہ کے وارد کرتے تھے رفع کیا ہی کیونکہ وہ موقع اسطرح کی بحثون کے بیان کا نہ تھا ۱۲

(۱) اگر حد بندی مقصود ہوتی تو جملہ اشکال ممکنہ کا بیان ہوتا حالانکہ مختلف الجنس قاتلون کا کوئی تذکرہ نہین ہی یعنی غلام قاتل آزاد۔ آزاد قاتل غلام۔ عورت قاتل مرد۔ مرد قاتل عورت

(۲) مردون مین غلام اور آزاد کی تفریق ہوئی ہی بصورت حد بندی عورتون مین بی بی اور لونڈی کی بھی بالضرور تفریق کیجاتی۔

(۳) تم بھی کہتے ہو کہ عورت قاتل مرد اور مرد قاتل عورت مستوجب قصاص ہی اسلیے خود تمھارے ہی قول سے حد بندی کی تردید ہوتی ہی اور یہ گنجایش باقی نہین رہجاتی کہ بحوالہ حد بندی آزاد قاتل بمعاوضہ غلام مقتول کے مارا نہ جائے۔

الحاصل حنفیہ کے نزدیک وہی حکم محکم جو توریت مین لکھا گیا تھا مسلمانون پر بھی واجب التعمیل ہی قال اللہ تعالی وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ[1] (پارہ ۶۔ سورہ مائدہ رکوع ۷)

یہ تو تعبیر اسناد کے اختلافات ہین اب اُسکے ساتھ یہ بھی دیکھیے کہ امام ابوحنیفہ کی راے کس قدر طریقہ انصاف کی حامی ہی اور میرا تو یہ خیال ہی کہ کوئی انصاف پسند آزاد طبیعت باور نہ کریگا کہ اسلام نے (بشرطیکہ مرحلہ معدلت مین اُسکا دعوے تفوق صحیح ہی) وہ ناواجب تفریق جائز رکھی ہو جسکی حمایت فرقہ شافعیہ کرتا ہی۔

مسئلہ (۳)

سوال یہ ہی کہ اگر مسلمان کسی ذمّی (رعیت حکومت اسلامی) کو مار ڈالے تو قاتل صرف

---

[1] ہم نے توریت مین یہود کو حکم تحریری دیا کہ جان کے بدلے جان ۱۲

دیت کا ذمہ دار ہوگا یا مستوجب قصاص کا محدثین اور امام شافعی شکل اول پر اور حقیقت آگاہ ابو حنیفہ شکل ثانی پر فتوے دیتے ہین۔

شافعیہ کو اوپر اِس بیان ابو حنیفہ کے استدلال ہی کہ صحیفہ مین حضرت علی کے تحریر تھا لایقتل مسلم بکافر (رواہ مسلم) حنفیہ کہتے ہین کہ مراد کافر سے کافر حربی ہی کیونکہ امام نسائی نے قیس بن عباد سے روایت کی ہی کہ صحیفہ علی مین یہ الفاظ تھے الا لا یقتل مؤمن بکافر ولا ذو عهدٍ بعهده جسکے ظاہر مطلب یہ ہین کہ مسلمان اور وہ کافر جسکے ساتھ معاہدہ ہوا ہو بعوض کافر کے قتل نہ کیا جائے۔

ذمی کا بعوض قتل ذمی کے مارا جانا مسلمہ فریقین ہی اسلیئے ثابت ہوگیا کہ کافر سے مراد کافر حربی ہی - یہ تو تردید حجت مخالف کا بیان تھا اور خود حنفیہ کو اوپر عمل نبی علیہ السلام و علی و عمر ابن الخطاب و عمر بن عبد العزیز کے استدلال ہی اُنکی اسناد کا تذکرہ ابن حجر شافعی نے نصب الرایہ فی تخریج احادیث الهدایہ مین کیا ہی لیکن حیرت ہی کہ ان آثارات مفید حنفیہ کی تضعیف مین حسب عادت مستمرہ دارقطنی وغیرہ محدثون کو پس و پیش نہین ہوا اور نہ اُنھون نے مرحلہ مین قبول روایت کے درایت کو موقع مداخلت کا دیا

پوچھنے والے اُس گروہ سے جو ہمارے عصر مین عمل بالحدیث کا دعویدار ہی کہہ سکتے ہین کہ ہم فرض کر لین کہ معدلت پژوہ اسلام کا وہی مسلک ہی جسکو آپ ظاہر کرتے ہین لیکن آجکل کرورون مسلمان عیسائی گورنمنٹ کے رعیت ہین اگر وہ گورنمنٹین اپنے قانون مین ایک دفعہ اس مضمون کا بھی داخل کر دین کہ بصورت قتل مسلمان کے عیسائی قاتل صرف ادا ے تاوان کا

مستوجب ہوگا تو کیا آپ اس حکم کو منصفانہ تسلیم کرین گے اور کیا اس حکم قانونی سے مسلمانون کی جان عزیز محفوظ رہیگی؟ مشکل یہ ہے کہ کوئی ذی شعور اِن سوالات کا جواب اثبات مین نہین دے سکتا نفی مین جواب دینا شرمناک ہے کیونکہ آپ نے تو خود آسمانی شریعت کا معاملہ قصاص مین قومی طرفدار ہونا تسلیم کیا ہے فتدبّروا ولا تعجلوا

مسئلہ (۴)

قَالَ اللّٰہ تعالیٰ لَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَاۗؤُکُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ (پارہ ۴۔ سورہ النساء رکوع ۳)[1]

درمیان امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے معنے مین لفظ نکاح کے اختلاف ہے امامین ہمامین کے مقلدون نے جن حجتون سے اپنے اپنے امام کی تائید کی ہے اُسکو ابوبکر رازی حنفی اور فخرالدین رازی شافعی نے اپنی تفسیرون مین لکھا ہے مگر اس مختصر مین دلائل فریقین کی توثیق خواہ تردید کا موقع نہین ہے ہان خلاصہ مطلب اسقدر اخذ کیا جاتا ہے کہ شافعیہ لفظ نکاح سے عقد نکاح مراد لیتے ہین اور حنفیہ کے نزدیک یہ لفظ بمعنی وطی جائز و ناجائز مقاربت پر مرد اور عورت کے حاوی ہے اس اختلاف تعبیر سے اہم صورتین پیدا ہوتی ہین **مثلاً** زید کی زوجہ مدخولہ سے بیٹی اور اُس عورت کے بطن سے جسکے ساتھ عقد ہوا تھا بیٹا پیدا ہوا جسکا نام خالد رکھا گیا اب سوال یہ ہے کہ خالد اپنے باپ کی زنِ مدخولہ خواہ اُسکی بیٹی کو زوجہ بنا سکتا ہے یا نہین شافعیہ جواب اثبات مین دین گے اور حنفیہ نفی مین[2]۔ قطع نظر علمی حجتون کے اپنے دل مین سوچیے کہ کیا

---

[1] مت کرو نکاح اُن عورتون کے ساتھ جن سے تمھارے باپ نے نکاح کیا ہو ۱۲

[2] شافعیہ و حنفیہ دونون فرقے اس خصوص مین مختلف حدیثون پر بھی بتائید اپنی رائے کے استدلال کرتے ہین ۱۲

غیر مذہب کا بھی کوئی حیادار جو دونون کی تقلید سے آزاد ہو گوارا کریگا کہ باپ کی زن مدخولہ خواہ اُسکی صلبی بیٹی سے اسطرح کا تعلق پیدا کرے؟ پس دانشمندون کو سخت حیرت ہوگی اگر وہ پہلو تعبیر کا پسند کیا جاے جسکو عام طبائع انسانی نفرت کے ساتھ دیکھتی ہین اور کہا جاے کہ اسلامی شریعت کا یہ مسئلہ ہے۔

مسئلہ (۵)

آمین بمدو قصر اسم فعل مبنی علی الفتح ہے اور اُسکے معنے ہین قبول کر یا یہ کہ ایسی ہی ہو سورہ فاتحہ کے بعد اس کلمہ کا استعمال بغرض توثیق اُس دعا کے کیا جاتا ہے جسپر یہ سورہ شامل ہے۔ امام شافعی کہتے ہین کہ امام اور مقتدی کو نماز سرّی اور جہری دونون مین یہ کلمہ بہ جہر کہنا چاہیے۔ امام مالک سے مختلف اقوال مروی ہین بروایتے وہ صلوۃ جہریہ مین امام کو اجازت بالجہر خواہ بالاخفا کہنے آمین کی نہین دیتے دیگر صورتون مین بقولے اُنکو امام ابوحنیفہ کی راے سے نسبت اخفاے آمین و بقولے شافعی کی راے سے نسبت جہر کے پورا اتفاق ہے۔ امام محمد نے موطا مین لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہین کہ مقتدیون کو آمین کہنا چاہیے اور امام کو نہین لیکن کتاب الآثار مین لکھتے ہین اخبرنا[1] ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم اربع یُخافت بھن الامام سبحانک اللھم بحمدک والتعوذ من الشیطٰن وبسم اللہ الرحمٰن الرحیم وآمین وبہ ناخذ وھو

[1] خبر دی مجھکو ابوحنیفہ نے حماد سے اور اُنھون نے ابراہیم سے کہ چار چیزون کو چاہیے کہ امام آہستہ پڑھے سبحانک اللھم بحمدک و تعوذ من الشیطن و بسم اللہ الرحمن الرحیم و آمین اور اسی پر ہم عمل کرتے ہین اور وہی قول ہے ابوحنیفہ کا ۱۲

قول ابی حنیفۃ اسیلیے ظاہر ہوتا ہی کہ امام ابو حنیفہ سے اس خصوص مین کہ امام کو آمین کہنا
چاہیے یا نہین دو قول مروی ہین لیکن مشہور اور مختار یہی روایت ہی کہ امام اور ماموم[1] اور
منفرد سب کو آمین بالاخفا کہنا لازم ہی حنفیہ اور شافعیہ دونون کے مسلک مین آمین کا کہنا
سنت ہی لیکن بعض علما نے اُسکو واجب بھی کہا ہی - ابراہیم نخعی بڑے ثقہ تابعی اور اہل کوفہ
کے مفتی تھے کتاب آثار مین ہرچند اخفاے آمین کا مسئلہ اُنسے نقل کیا گیا ہی لیکن یہ نہین
لکھا ہی کہ وہ کس بنیاد پر اخفا کے قائل تھے ممکن ہی کہ اُنکے روبرو اور بھی اسناد موجود رہی ہون
لیکن ہمکو تو بعد تجسس بنیاد اُنکے بیان کی وہی حدیث معلوم ہوئی جسکو احمد و ابو یعلیٰ و حاکم و طبرانی
و دارقطنی نے بذریعہ شعبہ کے ابو وائل سے روایت کی ہی کہ نبی علیہ السلام نے بعد قرأۃ
ولا الضالین کے آواز خفی سے آمین کہا تھا مگر اسی حدیث کو ابو وائل کے ترمذی اور
ابو داؤد نے بذریعہ سفیان کے روایت کی جسمین مدِ صوت کا اظہار کیا گیا ہی بعض محدثین[2]
روایت کو سفیان کے ترجیح دیتے ہین اور قائلین جہر نے دیگر احادیث پر بھی استدلال کیا ہی
جن سے ظاہر ہوتا ہی کہ نبی علیہ السلام نماز مین بعد قرارت فاتحہ آمین کو بہ جہر کہتے تھے پس اگر
از روے روایت کے دیکھا جاے تو آمین بالجہر کی سند قوی ہی لیکن درایت بھی ایک ایسی کسوٹی
ہی جس سے روایتون کی وقعت کھل جاتی ہی اسیلیے دانشمندون کو مناسب نہین ہی کہ بجالت

---

[1] نماز سریہ مین ماموم کو موقع تامین معلوم نہین ہو سکتا لیکن اگر کسی اشارہ سے معلوم ہو یا اُسکا امام تامین بالجہر کرے
تو ہم کو بھی بالاخفا آمین کہنا چاہیے ۱۲

[2] ترمذی نے امام بخاری سے ذیل کے اعتراض اوپر حدیث شعبہ کے نقل کیے ہین (۱) بجاے ابن عنبس کے ابو العنبس کہا (۲) علقمہ کو اسناد مین بڑھا دیا
(۳) بجاے مدِ صوت کے اخفاے صوت کہا محقق عینی نے جواب دیا ہی کہ ابن عنبس کی ایک کنیت ابو العنبس بھی تھی باقی دو اعتراض بخاری کے ادعائی ہین ۱۲

اختلاف روایتون کے درایت سے بے پروائی کرین اور محض تعدد روایت پر قطعًا بھروسہ کرلین۔ حنفیہ از روے درایت حدیث شعبہ کو ترجیح دیتے ہین اور نسبت دیگر احادیث مستدلہ شافعیہ کے اُنکا یہ خیال ہے کہ نبی علیہ السلام نے کبھی کبھی بغرض تعلیم کے آمین کو بالجہر کہا تھا اور یہ روایتین اُسی تعلیمی جہر کا اظہار کرتی ہین بنیاد اس خیال کی وجوہ ذیل کو سمجھنا چاہیے۔

(۱) منجملہ احادیث مستدلہ شافعیہ کے ایک وہی حدیث ہے جسکو ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے بالفاظ ذیل روایت کی ہے ترک[۱] الناس التامین وکان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا قال غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیھِم وَلَا الضَّالِّینَ قال امین حتی یسمعھا اھل الصف الاول فیرتج بھا المسجد[۲] نفس حدیث سے تو پتا نہین چلتا کہ اُسکی روایت کس زمانہ مین کی گئی لیکن حضرت ابوہریرہ نے ۵۷ھ ہجری مین دنیا سے رحلت کی اسلیے ظاہر ہے کہ انتہا درجہ دورمین خلافت امیر معاویہ کے ابوہریرہ نے دیکھا ہوگا کہ لوگون نے آمین کا بہ جہر کہنا چھوڑدیا ہے۔ ایسے ترک مین کوئی فائدہ مالی یا غرض ملکی نہ تھی اور اُسوقت تک معقول جماعت صحابہ کرام کی برقرار تھی پس حیرت ہے کہ یہ عمل خیر ایسے مقدس دورمین بلاوجہ کیون متروک ہوا۔ امام طحاوی نے ساتھ اپنی اسناد کے ابووائل سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی آمین بالجہر نہین کہتے تھے (شرح معانی الآثار) پس کیا شک ہے کہ ابوہریرہ کی شکایت نہ صرف زمانہ حکومت امیر معاویہ بلکہ دوسرے خلفاے راشدین کے بھی تعلق رکھتی تھی اسلیے

[۱] لوگون نے آمین کہنا چھوڑدیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتے تب امین کہتے کہ مردمان صف اول اُسکو سنتے اور پھر مسجد آوازہ آمین سے گونج جاتی ۱۲

[۲] سند مین اس حدیث کے ایک راوی بشر بن رافع ہین جنکو تقریب التہذیب مین ضعیف الحدیث لکھا ہے ۱۲

ظاہر ہوتا ہی کہ نبی علیہ السلام کے عہد مین یا تو جہر بالآمین کا حکم منسوخ ہو گیا تھا یا وہ محض تعلیماً
تھا جسکے رمز کو ابو ہریرہ معلوم نہ کر سکے ورنہ کب ممکن تھا کہ ایسے عمل ظاہر کو جس سے مسجد
گونج جاتی تھی خلیفہ ناطق بالصواب اور وہ خلیفہ جو باب مدینۃ العلم تھے متروک کر دیتے خواہ
متروک ہونے دیتے ۔

(۲) اصل دعا مین اخفا ہی قال اللہ تعالی اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً آمین بھی ایک
دعا ہی اور سننے والا دعا کا سمیع ازلی ہی پس کیا وجہ ہی کہ خلاف دیگر ادعیہ کے جو نماز مین
بالاخفا پڑھی جاتی ہین خاص کر آمین کے لیے غیر معمولی شور اور غل مچایا جائے ۔ حق یہ ہی
ہر گاہ جہر بالآمین روایۃً[ل] اور اُسکا اخفا درایۃً قوت کے ساتھ ثابت ہی اسلیے اُسکے دو قبول
ین اتنا اصرار کہ ایک فریق دوسرے فریق کو سب و شتم کرے یا مسجد سے خارج کرائے سخت
بجا ہی ۔ اکابر متقدمین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یہ روش تھی کہ اختلاف کو منجر بعناد ہونا پسند
ین کرتے تھے بلکہ شایستگی کے ساتھ اُنکی یہی کوشش رہا کی کہ اختلاف کو دُور کرین اور
ارض اسناد کے رفع کرنے مین ایسی رائے ظاہر کرین جو معقول ہو چنانچہ یگانہ زمانہ شیخ الاسلام
ن الہمام حنفی فتح القدیر مین اپنی ذاتی رائے نسبت اس مسئلہ کے یون ظاہر کرتے ہین کہ روایات
فا سے مراد یہ ہی کہ سخت شور نہ مچایا جاے اور روایات جہر سے مراد صرف ایک صوت خفی ہی ۔

ل متعدد حدیثون سے خود نبی علیہ السلام کا آمین بالجہر کہنا ثابت ہوتا ہی اور ممکن ہی کہ امام کا جہر بالآمین کرنا اسلیے اختیار
یا ہو کہ مقتدیون کو موقع تامین معلوم ہو جاے مگر یہ واقعہ کہ نبی علیہ السلام کے ساتھ مقتدی بھی آمین بالجہر کہتے تھے اُسکی سند ابو ہریرہ
حدیث سے ملتی ہے جسکو ابن ماجہ نے بزیادتی فیرتج بہا المسجد روایت کی ہی لیکن ابو داود نے تو اسی حدیث کو بغیر اس زیادتی کے
یت کیا ہی ۔ تبیان مین تحریر ہی کہ ایک گروہ شافعیہ کا مقتدی کے لیے جہر بالآمین جائز نہین رکھتا ۱۲

فائدہ

اگر سوال کیا جاے کہ صحت حدیث کا کیا ثبوت ہی تو اُسکا جواب صرف یہی ہوگا
کہ معتمد مولفون نے اپنے مجموعہ مین اُسکی روایت کی ہو اور اسماء الرجال کی کتابون سے راویون
کا لائق اعتماد ہونا پایا جاے لیکن سائل پھر کہیگا کہ مجموعہ حدیث و کتب اسماء الرجال کے مولفون
کا لائق اعتماد ہونا ثابت کیجیے اور اُسکے جواب مین آخرکار کہنا پڑیگا کہ توثیق کرنے والون کی
ہمکو اعتقاد اًبدگمانی نہین ہوتی۔ خلاصہ یہ کہ غیر متواتر روایتون کا اعتماد محض خوش اعتقادی
پر مبنی ہی۔ حنفیہ ہرچند محدثین متحد الاعتقاد کا ادب کرتے ہین لیکن باعتبار علم و فضل روایت و درایت
اُنمین کسی کو اوپر امام ابوحنیفہ کے مرجح تسلیم نہین کرتے اسیلیے جس حدیث کی امام ابوحنیفہ نے
قولاً خواہ عملاً توثیق کی ہو وہ اُنکے خیال مین دیگر حدیثون سے (اگرچہ اُنکی روایت امام بخاری
نے کیون نہ کی ہو) فائق الاعتبار متصور ہی اب انکے مقابلہ مین یہ حجت کہ فلان محدث نے حدیث
مستدلہ کو ضعیف لکھا ہی بزعم مناظرہ مین ناقابل قبول ہی کیونکہ حنفیہ تضعیف کرنے والے کو
کب اپنے امام سے فائق خواہ اُنکے مساوی المرتبت تسلیم کرتے ہین۔ ممکن ہی کہ تضعیف کی بنیاد

لہ امام اعظم کی ابکوئی خاص تصنیف موجود پائی نہین جاتی لیکن اُنکے شاگردون کی مصنفہ کتابین اور حنفیون کے مولفہ مسانید موجود ہین جن سے حضرت امام کی مروی حدیثون کا اور اُن مسائل کا جنکو خود اُنھون نے اخذ کیا تھا پتا ملتا ہی۔ یون تو ایسے مسانید کی تعداد بہت بیان کی جاتی ہی لیکن زبدۃ المحدثین مولانا شاہ عبد العزیز تحریر فرماتے ہین کہ اُنمین صرف تین مسندون نے رواج پایا اور ابتک متداول ہین اور مین نے بھی اپنے شیوخ سے اُنکی اجازت حاصل کی ہی۔ مُسند قاضی القضاۃ ابو المؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی۔ مُسند حافظ الحدیث محمد بن یعقوب بن الحارثی۔ مسند حافظ الوقت حسین بن محمد بن خسرو ۱۲

اوپر ضعف کسی راوی مابعد کے رکھی جاے لیکن ہرگاہ امام کے عہد تک وہ راوی متوسط نہ تھا اسلیے بیان تضعیف اُنکے اجتہاد پر کیونکر موثر ہو سکتا ہی۔ گستاخ طاعنون کی زبان سے خود رسول مقبول اور خلفاے راشدین محفوظ نہ رہے پس اگر چند متعصبون[1] نے امام ابو حنیفہ کو برا کہا تو سواے اسکے کہ برا کیا اور کیا کر لیا آخر امام مالک کو بھی تو ابن ابی ذئب نے امام احمد حنبل کو خطیب نے اور امام شافعی کو ابن معین نے نشانۂ مطاعن بنایا اور خود ابن معین کی بلکہ دیگر محدثون کی بھی بکر ابن حماد شاعر نے یون چٹکی لی ہی۔

[2] اری الخیر فی الدنیا یقل کثیرہ	وینقص نقصا والحدیث یزید
ولابن معین فی الرجال مقالۃ	سیسئل عنها والملیک شہید

لیکن کیا ایسی تعریضون سے اُن بزرگون کے دامان عصمت پر کوئی دھبا لگا یا اسطرح کے مطاعن سے اُنکے آفتاب جلالت پر غبار آیا؟ نہین ہرگز نہین۔

عبادت و ریاضت کا بیان

فطرۃً انسان اپنے ہمجنسون کے معائب کو سہولت کے ساتھ تسلیم کر لیتا لیکن محاسن کے بیان پر بمشکل اعتماد کرتا ہی وجہ یہ ہی کہ پچھلی صورت مین وہ اپنی طبیعت کے پیمانے سے صداقت کی

[1] فن فقہ عصارہ احادیث کا ہی اُسکی ایجاد نے محدثون کی گرم بازاری کو سرد کر دیا اور یہی خاص بنیاد رنجش کی ساتھ فقہا کے ہوئی ہرگاہ امام ابو حنیفہ ابو الفقہا ہین اسلیے اُنکے ساتھ اکثر غیر فقیہ محدثون کا سلوک زیادہ تر متعصبانہ رہا ۱۲

[2] مین دیکھتا ہون کہ نیکی دنیا مین بہت گھٹ رہی ہی۔ اور نقصان پذیر ہی لیکن حدیثین بڑھتی جاتی ہین۔ ابن معین رجال مین گفتگو کرتے ہین۔ اس گفتگو کی بابت خدا کے روبرو اون سے سوال کیا جائے گا ۱۲

جانچ شروع کرتا ہی اور جب مطابقت نہین ہوتی تو اپنی ناقابلیت سے قطع نظر کرکے روایت کو جھٹلاتا
یا اُسکو مبالغہ پر محمول کرلیتا ہی - حق یہ ہی کہ مقبولان بارگاہ آلہی کی ہمتین اور تھین اُنکے دل و دماغ
دوسرے تھے عام طبائع پر اُنکی حالتون کا قیاس بیجا ہی انصاف کیجیے کہ ہم مبتلاے شرور نفسانی
اداے فرائض مین بھی کوتاہی کرتے ہین مگر اکابر ملت نے تو ادے نوافل مین اپنے تئین مٹا دیا
اور پھر بھی یہ حسرت باقی رہگئی کہ حق عبادت ادا نہین ہوا متحد النوع افراد مین اتنا عملی تفاوت
درحقیقت تفاوت عرفان سے پیدا ہوا ہی کیونکہ یہی عرفانی کیفیت یہ اثر رکھتی ہی کہ دنیا کی راحت
اور اُسکی تمام نعمتین دوربین نگاہون کے سامنے حقیر کرکے خدا پرستی کا ولولہ عبادت کا جوش
طبیعت مین پیدا کرے چنانچہ ابوہریرہ روایت کرتے ہین قال[1] ابوالقاسم صلی اللہ علیہ
وسلم والذی نفسی بیدہٖ لو تعلمون ما اعلم لبکیتم کثیرا و لضحکتم قلیلا (رواہ البخاری)
امام ابوحنیفہ کی ریاضت فی العبادت کی نظیر اگلے قرون مین بھی بہت کم ملتی ہی اسلیے روایتون
کو سُنکے سننے والون کو حیرت ہوتی ہی لیکن ہرگاہ یہ روایتین درجہ شہرت تک پہونچ گئی ہین
اُنکی تکذیب کی جرات معاندون کو نہین ہوتی ہان تعصب کا بُرا ہو وہ حالت مجبوری مین بھی
کوئی نہ کوئی شبکہ تاک جھانک کے لیے پیدا ہی کرلیتا ہی چنانچہ ایسے معاندون نے حضرت امام
کی تکثیر عبادت پر یہ تہمت لگائی ہی کہ اتنی محنت شاقہ داخل بدعت ضالہ تھی جسکا ارتکاب
ابوحنیفہ کرتے تھے ایسی تہمتون کا مناسب جواب خموشی ہی یا یہ کہ

چشم بداندیش کہ برکندہ باد　　عیب نماید ہنرش درنظر

[1] فرمایا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی اگر تم جانتے جو مین جانتا ہون تو ہر آئینہ روتے بہت اور ہنستے کم ۱۲

معتمد روایتون سے ظاہر ہوتا ہی کہ امام ہمام نے عمر شریف کے تیس برس شب بیداری
ن بسر کیے اور اکثر ایک رکعت مین ختم قرآن کرتے تھے باوجود اس محنت شاقہ کے اس قدر
یہ و بکا فرماتے کہ پڑوسیون کا دل دردمند ہوتا اور سب کے سب آپ کی حالت پر ترحم کرتے۔
ضی القضاۃ حسن بن عمارہ نے بڑی جماعت کے ساتھ آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی تھی اور
سل میت بھی اُنھین نے دیا تھا بروقت دینے غسل کے فرماتے تھے رحمك الله وغفرلك[1]
تفطر منذ ثلثين سنة ولم يتوسد يمينك فى الليل منذ اربعين سنة معمول یہ تھا
رمی کے دنون مین مابین ظہر و عصر اور جاڑے کے موسم مین جبکہ رات بڑی ہوتی ہی اوائل
ب مین صرف تھوڑی دیر سو لیتے زمانہ عمر مین پچپن مرتبہ حج بیت اللہ کیا تھا اور چالیس برس
عشا کے وضو سے نماز فجر ادا کی تھی۔ علی بن یزید الصدائی کہتے ہین کہ مین نے خود دیکھا کہ
نیفہ نے ماہ رمضان مین ساٹھ ختم شب کو اور اسی قدر دن مین کیے۔ حیوۃ الحیوان مین لکھا ہی
پ نے جس موقع پر انتقال فرمایا وہان سات ہزار ختم قرآن پاک کے کیے تھے صاحب ربیع الابرار
تے ہین کہ چار امامون نے ایک رکعت مین پورا قرآن پڑھا ہی عثمان بن عفان۔ تمیم الداری
بد بن جبیر۔ ابو حنیفہ اسی کثرت تعبد کا یہ اثر ہم لوگ دیکھتے ہین کہ بڑا حصہ اسلامی دنیا کا
ابو حنیفہ کو اپنا پیشوا تسلیم کرتا ہی اور بڑے بڑے مورخ اُنکی عظمت کے معترف ہین یہ بھی ایک
ہی کہ خود نما بد گویان امام کی گستاخیان جب اعتدال سے تجاوز کرتی ہین تو قدرت الٰہی
دنیا مین اُنکے ادعاے تقوے کی قلعی کھول دیتی ہی چنانچہ مین نے خود اپنے عہد مین ایسے

[1] رحمت کرے تمپر اللہ اور مغفرت کرے تمنے تیس سال روزہ رکھا اور تمھارے داہنے پہلو نے چالیس برس رات کو تکیہ کا سہارا حاصل نہین کیا ۱۲

چند واقعات دیکھے وسنے ہین جن سے بدگویون کو عبرت حاصل کرنی چاہیے مولانا ے روم بہت سچ فرماتے ہین۔

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　میلش اندر طعنۂ پاکان برد

زہد و تقوے کا بیان

مروان حمار آخر خلیفہ مروانی کی طرف سے ابن ہبیرہ فزاری عراق کا حاکم تھا بلحاظ شہرہ فضل و کمال حضرت امام کے اُسنے قصد کیا کہ آپ کو کوفہ کا قاضی مقرر کرے اپنے وطن مین ایسی جلیل القدر حکومت کا ملجانا شک نہین کہ دنیاوارون کے لیے فوز عظیم تھا لیکن یہ پاکباز خدا کے بندے تو ایسی خدمتون کو خلاف شان بلکہ وبال جان خیال کرتے تھے اسلیے آپ نے اس عہدہ کے قبول کرنے سے انکار کیا پھر تو ابن زیاد کا جانشین کوفہ کا حاکم بگڑ گیا اور اُسکے حکم سے ایک سو دس کوڑے امام کو اس طور پر لگائے گئے کہ دس کوڑے ہر روز مارے جاتے تھے۔ اس ترتیب سے ایذارسانی کی سختی مقصود تھی یا یہ خیال کیا گیا ہو کہ ورآن تعمیل سزا مین حکم کی تعمیل کی جائیگی لیکن امام کے استقلال مین لغزش نہین ہوئی اور بدستور اپنے انکار پر ثابت قدم رہے آخرکار ابن ہبیرہ نے مجبور ہو کے چھوڑ دیا۔ یہ کوڑے حسب روایت صاحب ربیع الابرار سر پر مارے گئے تھے جسکی وجہ سے سر اور روے مبارک سوج گیا مگر اس بیکسی کی حالت مین بھی آپ کا یہی مقولہ تھا الضرب بالسیاط فی الدنیا اھون من

ف۱ اس بدبخت کا نام بعضون نے یزید اور بعضون نے عمر لکھا ہے ۱۲

ف۲ دنیا مین ضرب ساٹھ کوڑون کے آسان ہے آخرت کی ہتھوڑے آہنی سے ۱۲

مقامع الحدید فی الآخرۃ بعد اس آزمایش کے خدائے بے نیاز نے اپنے بندہ
صالح کی دوسری آزمایش کی۔ ابوجعفر منصور عباسی نے بھی آپ سے استدعائے
قبول عہدۂ قضا ظاہر کی ادہر سے انکار اُدہر سے اصرار بڑھا اور نتیجہ انکار مین امام
علیہ الرحمہ کو بحکم خلیفہ سو کوڑے مارے گئے اور قید خانہ مین جانا پڑا جہان آپنے داعی اجل
کو لبیک کہا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ یہ روایت یافعی کی اور زیادہ تر مشہور
ہی مگر بعضون نے کہا ہی کہ ابوجعفر نے جبراً مسموم سویق پلایا جسکے اثر سے آپ درجۂ شہادت
پر فائز ہوے ۲۲۰ سنہ ہجری مین امام احمد حنبل کو بھی بحکم معتصم باللہ عباسی اس الزام مین کہ
قرآن کو مخلوق نہین کہتے تھے کوڑے مارے گئے اور وہ بڑے استقلال کے ساتھ اپنی رائے
پر قائم رہے لیکن امام ابوحنیفہ کی مصیبت اُنسے بہت زیادہ سخت تھی کیونکہ اُنکو مکرر بار ستم
اُٹھانا پڑا پھر امام احمد حنبل بعد اُٹھانے مصیبت کے مدتون زندہ رہے اور ۲۴۱ سنہ ہجری مین
انتقال فرمایا لیکن امام ابوحنیفہ نے تو اُسی سلسلۂ جور وجفا مین اپنی جان بھی نذر تقوی کردی
بعد اپنے مضروب ہونے کے خود امام احمد حنبل اندازہ مصیبت امام اعظم فرماتے اور جب تذکرہ
اس واقعہ کا ہوتا تو روتے اور امام شہید کے ساتھ دردمندی کا اظہار کرتے۔ امام ابوحنیفہ
کو عہدۂ قضا سے انکار محض اسوجہ سے تھا کہ وہ مروان اور ابوجعفر دونون کو طریقہ مستقیمہ شرعیہ
سے منحرف پاتے تھے اور اُنکو گوارا نہ تھا کہ غیر متشرع بادشاہون کے اعوان وانصار مین اپنے تئین
داخل کرین۔ تقوے پر اسطرح کی استقامت حیرت انگیز ہی اور اگر تلاش کیجاے تو دنیا مین اُسکی
نظیر بہت کم ملے گی۔

حفص بن عبد الرحمن اپنے شریک فی التجارت کے پاس حضرت امام نے کچھ تجارتی
کپڑے بھیجے اور کہدیا کہ اِن مین فلان فلان عیب ہی خریدارون کو عیوب موجودہ سے پہلے
مطلع کرکے بیچے مال بیچا حفص کو خیال نہ رہا اور کپڑے بلا اظہار عیب کے فروخت کر ڈالے
امام کو جب خبر ملی تو آپ نے کل زر ثمن اُن کپڑون کا صدقہ کر دیا۔ یہ کارروائی محض احتیاطی
تھی ورنہ بائع پر لازم نہین ہی کہ مشتری کو متاع مبیعہ کے عیوب سے اطلاع دیا کرے۔ ہان
ایسی صورتون مین مشتری کو صرف خیار العیب سے استفادہ کا موقع شرعاً دیا گیا ہی یعنے اذا[ل]
اطلع المشتری علی عیب فی المبیع فھو بالخیار ان شاء اخذہ بجمیع الثمن
وان شاء ردّہ۔

ابن المبارک نے سفیان ثوری سے تذکرہ کیا کہ ابو حنیفہ کسی کی غیبت نہین کرتے
یہانتک کہ مین نے ان کو دشمنون کی بھی غیبت کرتے نہین سُنا ہی سفیان ثوری نے فرمایا کہ
وہ دانشمندی کے ساتھ اپنے حسنات کی حفاظت کرتے ہین اور اُس چیز کو غالب ہونے نہین
دیتے جو اُسکے ذخیرے کو اُڑا لیجاے۔ غیبت سے کف لسان بہت بڑی بات ہی اور کمتر افراد
انسانی دنیا مین ایسے نشان دیے جا سکتے ہین جو اس بلا کے شکار نہوے ہون۔

اُن حدیثون کا بیان جن سے امام کی فضیلت ثابت ہوتی ہی

جو شبلی حنفی متعدد حدیثون کا نشان دیتے ہین جن سے حضرت امام کی عظمت ساتھ تصریح کنیت

ل جب مطلع ہو خریدار اوپر عیب خریدی ہوئی چیز کے تو اُسکو اختیار ہی کہ بمعاوضہ کل زر ثمن کے اُسکو لے یا یہ کہ پھیر دے ۱۲

بلکہ نام کے بھی ثابت ہوتی ہی لیکن بعض معتدل المزاج علماے خنفی اور وہ محدثین بھی جو حضرت
امام سے عناد نہین رکھتے ایسی حدیثون کی صحت سے منکر ہین پس کیا ضرورت ہی کہ مشتبہ
روایتون کی صحت پر خواہ مخواہ اصرار کیا جائے لہذا ذیل مین صرف دو حدیثین ایسی نشان
دیجاتی ہین جنکی صحت مسلم اور قرین قیاس بھی ہی۔

حدیث

عن[له] ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لوکان الدین عند الثریا
لذھب بہ رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتے تناولہ (رواہ مسلم)
فاضل سیوطی فرماتے ہین کہ یہ حدیث بنیاد صحیح ہی جس سے اشارہ طرف ابوحنیفہ کے ظاہر ہوتا ہی
اور کوئی ضرورت باقی نہین رہجاتی کہ اُن حدیثون کی سند پیش کیجاے جنکو بے درایت وضاعین
وکذابین نے روایت کی ہی علامہ شامی اُنکے تلمیذ کہتے ہین کہ ہمارے شیخ نے صحیح راے قائم کی ہی اور کوئی
شک نہین کہ اس حدیث سے ابوحنیفہ مراد ہین کیونکہ فارسیون مین کوئی دوسرا اس مبلغ علم تک نہین پہنچا (ردالمختار)

حدیث

یرفع[له] زینۃ اللہ نیا سنۃ خمسین ومائۃ خیرات الحسان مین ابن حجر مکی نے

له ابوہریرہ کہتے ہین کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر دین ثریا پر ہوتا تو بھی اُسکو ایک آدمی فارس کا پاجاتا ۱۲ له اُٹھالیگا
...نیا کی زینت ۱۵۰ھ ہجری سنہ ہجری کی اصطلاح حضرت عمر کی خلافت مین مقرر ہوئی لیکن اس ذات برگزیدہ صفات پر جسنے اتنی دور کی پیشین گوئی
...ی یہ واقعہ بھی مخفی نہ تھا کہ جس سال مین زینت دنیا سلب کیجائیگی وہ سنہ خمسین ومائۃ کے ساتھ باصطلاح امت موسوم ہوگا ۱۲

اس حدیث کو صحیح تسلیم کرکے عظم وشان پر امام ابوحنیفہ کے استدلال کیا ہی کیونکہ آپ نے سنہ ۱۵۰ھ ہجری مین دنیا سے رحلت کی اور مسلمانون کی علمی دنیا تاریک ہوگئی چنانچہ شعبہ کو جب رحلت امام کی خبر پہونچی تو افسوس کیا اور فرمایا کہ بہت بڑی روشنی نور علم کی اہل کوفہ سے چھن گئی اور مسعر نے جب خبر وفات کی سُنی تو کہہ اُٹھے کہ مسلمانون کا سب سے بڑا فقیہ مرگیا۔ مروی ہی کہ ثابت کو اُنکے باپ نے عہد طفلی مین بحضور جناب ولایت مآب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ پیش کیا حضور نے اُنکے اور اُنکی ذریات کے حق مین دعاے برکت فرمائی چنانچہ اس دعا کی مقبولیت دوسری ہی پشت مین مثل سپیدۂ صبح کے ظاہر ہوئی یعنے امام الفقہا اُنکی صلب سے پیدا ہوے جو سراپا دنیا کے لیے خیر و برکت تھے اور اُنکی وفات کے بعد حدیث شریف کی یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی کہ دنیا کی زینت یا یون کہو کہ اُسکی برکت سنہ ۱۵۰ھ ہجری مین جاتی رہیگی۔

لہ مؤلف ہرچند فاروقی النسل ہی لیکن میری جدہ مرحومہ نعمانی اور نوین پشت مین مخدوم ابراہیم ہانسوی متوطن موضع کھرانٹی کی تھین اسلیے خدا کا شکر ہی کہ مین بھی اس دعاے برکت مین شامل ہون مخدوم ابراہیم کا تذکرہ مرآۃ الاسرار مین اس طور پر تحریر ہی ۱۲

احوال حضرت مخدوم شیخ ابراہیم دانشمند نبیرہ شیخ اسمعیل کلان

از فرزندان شیخ جمال الدین ہانسوی شیخ بہاء الدین جد شیخ اسمعیل از سند ہالہ وقت سلطان شرقی در قصبۂ محمد آباد گوہنہ استقامت نمودہ او را خوارق عادات بیشمار و دران دیار معروفست رحمۃ اللہ علیہ روضۂ متبرکہ شیخ ابراہیم در موضع کھرانٹی سواد قصبۂ مذکورست و تاریخ ہشتم صفر روز عرس اوست اکبر بادشاہ در وقت تسخیر بنگالہ در خدمت او رفتہ بود و تفاول از زبان او گرفتہ۔ حضرت مخدوم شیخ بودھن ساکن ایچولی از کمل خلفاے اوست ۱۲

حدیقہ (۱۸)

بیان مین تعوذ کے

لغت مین تعوذ کے معنے التجا و پناہ مانگنے کے ہین اور بضمن استعاذہ شرعی کے کلمہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم کا متکلم باعتراف اپنے عجز اور قوت وسوسۂ شیطانی کے قادر مطلق سے اپنی حفاظت کی استدعا کرتا ہی۔ عوام الناس کا کیا شمار انبیاے مرسل نے بھی ایسے وسوسون سے اندیشہ کیا اور خدا سے طالب مدد ہوے ہین۔ اندازۂ شدت ضرورت اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہی کہ نبی علیہ السلام معصوم عن الخطا اور سید المرسلین تھے با این ہمہ اُنکو متواتر ہدایتین ہوئین کہ بغرض حفاظت اس طرح کے وسوسون کے عاطفت آلٰہی کا سایہ طلب کرتے رہین قال اللہ تعالٰی وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ط اِنَّہٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (پارہ-۹- سورہ الاعراف رکوع ۲۴)

پھر یہی آیت بجنسہا پارہ ۲۴ سورہ حم السجدہ رکوع ۵ مین دوبارہ ارشاد ہوئی ہی قرآن کی قرأت طبقہ عباد کے لیے بہت بڑی دولت ہی لہذا اُسکی حفاظت کے لیے خاصکر یہ حکم صادر ہوا فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (پارہ-۱۴- سورہ النحل رکوع ۱۳)

ف ۱ اور اگر شیطان کے گُدگُدانے سے تمھارے دل مین گُدگُدی پیدا ہو تو خدا سے پناہ طلب کرو کیونکہ وہ سمیع و علیم ہی ۱۲

ف ۲ پس جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے خدا کی پناہ مانگو ۱۲

ہرسہ آیتون مین نبی علیہ السلام کی طرف خطاب ہوا ہی لیکن اُنکی ذاتی عظمت کا لحاظ کرکے کوئی شک باقی نہین رہ جاتا کہ عام عباد کی حالت سخت خطرے مین ہی اور وہ سفینۂ اعمال کو بغیر خدا کی مدد کے وسوسون کے طوفان مین تباہی سے خود بچا نہین سکتے۔

بعض عالمون کی رائے ہی کہ قبل قرات قرآنی عام ازین کہ وہ نماز کے اندر کیجائے یا اُسکے باہر استعاذہ واجب ہی لیکن جمہور علماے اہل سنت اور اثنا عشری بھی اُسکو صرف سنت قرار دیتے ہین۔ شرعی احکام جو کچھ ہون لیکن بلحاظ اپنی حالت کے ہم لوگون کو یہی اعتقاد رکھنا قرین مصلحت ہی کہ ایسی موثر تدبیر حفاظت کا ترک کرنا جسکو خود حکیم علی الاطلاق نے واسطے حفاظت کے تجویز کردیا ہی سخت خطرناک ہی۔ ہرگاہ اس تدبیر پر عمل کرنا مسلمانون کے لیے عمدہ ذریعہ اکتساب سعادت کا ہی اسلیے مین اُسکے استعمال کے طریقے بتصریح اختلاف علماے ملت حسب ذیل بیان کرتا ہون۔

اولاً نخعی اور اصفہانی اور بروایتے ابن سیرین نے یہ رائے ظاہر کی ہی کہ جزا رتبۃً بعد از شرط وقوع پذیر ہوتی ہی اسلیے سورہ النحل کی آیت کا یہی منشا ہی کہ استعاذہ بعد ختم قرات کے کیا جاے چنانچہ یہ لوگ بحمایت اپنی اسناد کے کہتے ہین کہ نماز مین بعد قرات فاتحہ اور آمین کے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ کہنا چاہیے لیکن جمہور علما کی یہ رائے ہی کہ ابتداے قرات مین استعاذہ محکوم ہی اور اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ کی تفسیر کرتے ہین اذا اردت قراءۃ القران جیسا کہ اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ کی بالاتفاق تفسیر کیجاتی ہی اذا اردتم القیام الی الصّلوۃ ان علما نے جو تفسیر کی ہی اُسکی تائید اُن حدیثون سے ہوتی ہی جن مین بیان کیا گیا ہی کہ نبی علیہ السلام

قبل قرأت کے نماز مین استعاذہ کرتے تھے۔ امام رازی نے بعض عالمون کی یہ راے بیان کی ہو کہ قبل قرأت اور اُسکے بعد بھی استعاذہ کیا جاے اور شک نہین کہ اس راے مین احتیاط کا پہلو زیادہ تر محفوظ ہو۔

ثانیاً امام ابوحنیفہ اور امام محمد فرماتے ہین کہ استعاذہ تابع قرأت ہو اسلیے مقتدی کو تعوذ کی ضرورت[1] نہین اور عیدین مین بعد تکبیرات کے متصل قرأت تعوذ کرنا چاہیے ان بزرگون کی تائید قرآن کے الفاظ سے ہوتی ہو لیکن امام ابو یوسف کہتے ہین کہ تعوذ تابع صلوۃ کے ہو اسلیے مقتدی کو بھی استعاذہ کی ضرورت ہو اور یہ کہ استعاذہ قبل تکبیرات عیدین کے کرنا چاہیے۔

ثالثاً بعض عالمون کی یہ راے ہو کہ تعوذ قبل از قرأت ہر رکعت مین نماز کے ضروری ہو لیکن جمہور علما صرف رکعت اولی مین اُسکی ضرورت کے قائل ہین اور اُنکی دلیل یہ ہو کہ نماز کی کل قرأتین ایک ہی سلسلہ مین اور بمنزلہ قرأت واحد کے ہین۔

رابعاً قبل قرأت قرآن کے اگرچہ وہ بقدر ایک ہی آیہ کے کیون نہو استعاذہ محکوم قرآن ہو اور جب سلسلہ قرأت قطع ہو مثلاً اثناے قرأت مین گفتگو کی جاے یا سلام کا جواب دیا جاے تو پھر قبل شروع کرنے قرأت کے اعادہ استعاذہ لازم ہو۔ نووی نے لکھا ہو کہ اگر قاری کسی گروہ کے پاس سے گذرے اور اُن پر سلام کرے تو صرف مستحب ہو

[1] مسبوق یعنے ایسا شخص جسنے پوری نماز ساتھ امام کے نہ پڑھی ہو جب باقی رکعات کا پڑھنا شروع کرے تو اُسکو قبل قرأت استعاذہ کرنا چاہیے ۱۲

کہ استعاذہ کا اعادہ کرلے۔

خامسًا تلاوت قرآن کے وقت تعوذ کا نزدیک اکثر قاریون کے بہ جہر کہنا پسندیدہ ہی اور شاطبی فرماتے ہین کہ نافع اور حمزہ اخفا کرتے تھے لیکن صاحب تیسیر نے یہ روایت کی ہی کہ نافع جملہ قرآن کی قرارت مین اخفائے تعوذ کرتے تھے اور حمزہ صرف بوقت قرارت سورہ فاتحہ تعوذ کو بہ جہر کہتے تھے (نفائس الفنون) علامہ سیوطی نے ابو شامہ کی یہ رائے بیان کی ہی کہ جب کسی جماعت کے سامنے قرآن پڑھا جاے تو قاری کو استعاذہ بالجہر کہنا چاہیے تاکہ وہ لوگ متنبہ ہون اور سکوت کے ساتھ اوپر سماعت کے متوجہ ہوجائین۔ بالاتفاق امام ابو حنیفہ اور شافعی کے تعوذ کو نماز کے اندر عام ازین کہ وہ نماز جہری ہو یا سرّی بالاخفا کہنا چاہیے۔

سادسًا بحالت اخفا تعوذ بعض کی یہ رائے ہی کہ صرف اپنے دل مین استعاذہ کا خیال کرلینا کافی ہی لیکن جمہور کی یہ رائے ہی کہ اُسکے ساتھ تلفظ اور خود اپنے کان مین اُسکی آواز ڈالنا بھی ضروری ہی۔

سابعًا الفاظ استعاذہ مین اختلاف کثیرہ کا نشان دیا گیا ہی امام ابو حنیفہ وشافعی کے نزدیک مختار اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ کا کہنا ہی کیونکہ یہ نظم سورہ النحل کی آیت کے موافق ہی۔ علماے شیعہ بھی اسی طرح استعاذہ کرتے ہین۔ امام احمد حنبل کہتے ہین کہ اولیٰ یہ ہی کہ اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیعُ العَلِیمُ کہا جاے تاکہ آیات سورۃ الاعراف وسورہ حٰم السجدہ کی مناسبت بھی متروک نہو۔ بیہقی نے ابو سعید خدری سے

روایت کی ہی کہ رسول اللہ نماز شب مین ان الفاظ کے ساتھ تعوذ فرماتے تھے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ جملہ قرا کے نزدیک مختار اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہی اگرچہ بعض اُن مین الفاظ تعظیمی کا اضافہ خدا کی شان مین یا لفظ اہانت کا اضافہ شیطان کے حق مین کرتے ہین۔ حلوانی نے اپنی کتاب جامع مین لکھا ہی کہ الفاظ استعاذہ کی حد معین نہین ہی استعاذہ کرنے والے کو اختیار اضافہ وکمی کا حاصل ہی۔ صاحب ہدایہ کہتے ہین کہ بجاے اَعُوْذُ کے اَسْتَعِیْذُ کہنا اولی ہی تاکہ اس کلمہ مین بھی توافق آیہ قرانی کا محفوظ رہے۔

ثامناً تلمیذ کو جو اپنے اُستاد سے تعلم کرتا ہو استعاذہ کرنا مشروع ہی مگر مسنون نہین ہی (کذا فی الشامی نقلاً عن النہر)

حدیقہ (۱۹)

اس بیان مین کہ قرآن کے اندر کن لوگون کا تذکرہ شخصی ہوا ہی

جن لوگون کا تذکرہ شخصی کتاب مقدس مین ہوا ہی اُن کو مین چھ طبقون پر تقسیم کرتا ہون

طبقہ اول

انبیا و رسولون کا

نمبر شمار	نام	مختصر حال
۱	آدم	بعض مسلمان مورخون نے اُنکی عمر نوسو چھیاسٹھ اور بعض نے

مختصر حال	نام	نمبر شمار
پورے ایک ہزار برس کی لکھی ہی لیکن پتا نہین چلتا کہ اعمار انبیا کی تعداد ان لوگون نے کہان سے اخذ کی ہی اگر اس خصوص مین کوئی صحیح حدیث نبی علیہ السلام سے مروی ہو تو کچھ شک نہین کہ وہ بڑی باوقعت سند متصور ہی ورنہ میرے خیال مین توریت کی سند بخصوص ایسے واقعات کے زیادہ لائق اعتماد سمجھی جاسکتی ہی چنانچہ توریت موجودہ مین صاف تحریر ہی کہ آدم نے نوسوتیس برس عمر پائی تھی۔		
غالب روایت یہ ہی کہ نوح ادریس سے پہلے گذرے ہین لیکن بعض مورخان اسلام کی یہ رائے ہی کہ نوح کے دادا خنوخ تھے جنکا دوسرا نام ادریس ہی۔ توریت مین نوح کے دادا کا نام حنوک لکھا ہی اور یہ بھی بیان کیا گیا ہی کہ حنوک خدا کے ساتھ چلتا تھا اور غائب ہو گیا اسلیے کہ خدا نے اُسکو لے لیا قرآن مین بھی نسبت ادریس کے ارشاد ہوا ہی وَرَفَعْنٰهُ مَکَانًا عَلِیًّا[1] حنوک اور خنوخ مین تھوڑا فرق ہی اور اُٹھا لینے کا تذکرہ قرآن و توریت دونون مین ملتا جلتا ہی اسلیے قیاس	نوح	۲

[1] ہمنے اُسکو اُٹھا کے بڑی اونچی جگہ پہونچا دیا ۱۲

نمبرشمار	نام	مختصر حال
		مقتضی ہے کہ ادریس وہی حنوک جد نوح تھے۔ نوح ایک سو چھبیس برس بعد آدم کے پیدا ہوے اور بعض نے کہا کہ دس قرن[1] کے بعد چالیس برس کی عمر مین مامور برسالت ہوے نو سو پانچ برس اپنی قوم کی دعوت مین بسر کی پھر طوفان آیا اور بعد طوفان کے ساٹھ برس زندہ رہے۔ توریت کے حساب سے نوح ایک ہزار چھپن برس بعد آدم کے پیدا ہوے آٹھ پشتین درمیان مین گذری تھین توریت مین عمر نوح ساڑھے نو سو برس بیان کی گئی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بعد طوفان کے وہ ساڑھے تین سو برس زندہ رہے تھے۔
۳	ادریس	کہا جاتا ہے کہ وہی موجد فن کتابت کے ہین ساڑھے تین سو برس دنیا مین رہے اور پھر چھٹے آسمان پر یا بہشت برین مین اُنکو جگہ مل گئی لیکن اگر یہ وہی حنوک متذکرہ بالا رہے ہون تو اُنکی عمر حسب بیان توریت تین سو پینسٹھ برس کی پائی جاتی ہے۔
۴	ابراہیم	قرآن کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آزر کے بیٹے تھے مگر بعض کہتے ہین کہ یہ آزر بھائی تارخ پدر ابراہیم کے تھے اور قرآن مین چچا کی تعبیر باپ کے ساتھ مجازاً کی گئی ہے۔ واقدی کی

[1] مدت ایک قرن کی بعض نے تیس ۳۰ بعض نے ستر ۷۰ اور بعض نے اسی ۸۰ برس بیان کی ہے ۱۲

نمبر شمار	نام	مختصر حال
		رائے ہے کہ وہ دو ہزار برس بعد خلقت آدم کے پیدا ہوے تھے لیکن جو حساب اعمار کا اوپر لکھا گیا اُس سے اس رائے کی تردید ہوتی ہے۔ سوا سو برس کی عمر مین ابراہیم نے اپنا ختنہ کیا اور دو سو برواےتے پونے دو سو برس زندہ رہے توریت مین لکھا ہے کہ وقت ختنہ ابراہیم کی عمر ننانوے برس اور اسمعیل کی عمر تیرہ برس کی تھی اور موافق ایک روایت اسلامی کے توریت مین بھی عمر ابراہیمی پونے دو سو برس تحریر ہے۔
۵	اسمعیل	ابراہیم کے ولد اکبر ہین جو بطن ہاجرہ مصری سے پیدا ہوے تھے اور چودہ برس اسحاق سے موافق روایت توریت و روایت مورخان اسلام بڑے تھے۔ عدنان مسلماً اولاد اسمعیل سے تھے اور قحطان کو بھی بعض مورخ اولاد اسمعیل مین شمار کرتے ہین علامہ ابن خلدون کہتے ہین کہ اگر قحطان بھی اولاد اسمعیل سے تسلیم کیے جائین تو کل عرب اولاد اسمعیل ہین کیونکہ اُنکی سب شاخین قحطان و عدنان تک منتہی ہوتی ہین۔
۶	اسحاق	ایک سو برس زندہ رہے عموماً اہل کتاب اور بعض علماے اسلام بھی اُنھین کو ذبیح اللہ سمجھتے ہین یعنے وہ عزیز فرزند

نمبرشمار	نام	مختصر حال
		حضرت ابراہیم کے جنکی قربانی کا باشارہ خداوندی باپ نے ارادہ کیا تھا۔
۷	**یعقوب**	ایک سوسینتالیس برس و بروایت توریت ایک سو اشی برس زندہ رہے انھین کا لقب اسرائیل ہی اور اُنکی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہین عربی ترجمہ لفظ اسرائیل کا عبداسد کیا جاتا ہی۔
۸	**یوسف**	حدیث شریف مین وہ الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم کہے گئے ہین بارہ برس کی عمر مین بھائیون نے کنوئین مین گرایا غلام بنے پھر عزیز مصر ہوے الغرض اشی برس کے بعد مصیبت زدہ باپ یعنے یعقوب نے اُنکے دیدار سے اپنی آنکھون کو روشن کیا۔ یوسف کی عمر ایک سو بیس برس و بروایت توریت کل ایک سو دس برس کی تھی ۔
۹	**لوط**	ابراہیم کے بھتیجے اور ہاران بن آزر کے بیٹے تھے اُنھون نے دو لونڈیان پالی تھین جن سے اُنکی اولاد کا سلسلہ قائم ہوا مترجمین توریت نے اپنی غلط فہمی سے اُس لفظ کا جسکا ترجمہ چھوکری کے ساتھ کرنا چاہیے ساتھ لفظ بیٹی کے ترجمہ کیا ہی جسکی وجہ سے سخت الزام خدا کے نبی پر عائد ہوتا ہی اور

نمبر شمار	نام	مختصر حال
		جواب اس الزام کا معتقدان توریت یون دیتے ہین کہ ان چھوکریون نے شراب پلا کے تعلق ہمبستری حاصل کیا نعوذ باللہ من ذلک
۱۰	ہود	درمیان ان کے اور نوح کے بقول راجح دس پشتین درمیانی گذری ہین۔
۱۱	صالح	درمیان انکے اور نوح کے بقول شعبی دس پشتین درمیانی گذری ہین چالیس برس اپنی قوم کی دعوت مین مصروف رہے اور اٹھاون برس کی عمر مین انتقال فرمایا۔
۱۲	شعیب	بروایت ابن اسحاق یعقوب کے اور بروایت نووی مدین ابن ابراہیم کی احفاد سے تھے وہ خطیب الانبیاء کے لقب سے بھی ملقب کیے جاتے تھے اصحاب مدین و اصحاب ایکہ دو مختلف قومون کے لیے مختلف وقتون مین انکا مبعوث ہونا بیان کیا گیا ہے
۱۳	موسیٰ	یہ بڑے اولوالعزم رسول تھے درمیان انکے اور ابراہیم کے چھ پشتین گذری تھین مورخان اسلام ایک سو بیس برس کی عمر ظاہر کرتے ہین اور توریت کتاب استثنا سے بھی یہی تعداد ظاہر ہوتی ہے کتاب استثنا باب ۳۴ مین ہمارے نبی علیہ السلام کی اُنسے تشبیہ دی گئی ہے اور حقیقت مین ان دونون بزرگون کی

نمبر شمار	نام	مختصر حال
		کارروائیان بالمقابل ایک دوسرے کے بہت مشابہ پائی جاتی ہین قرآن مین موسی کا تذکرہ بہت مقام پر ہوا ہی اور اکثر ایک ہی مضمون مکرر آیا ہی جسکی خاص وجہ یہ ہی کہ زمانہ تنزیل مین دونون شایستہ امت یعنے یہود و نصاری شریعت موسوی کا اپنے تئین مقلد ظاہر کرتی تھین اور عرب کے مشرکون کے کان بھی حضرت موسی اور اُنکے قصص سے بوجہ اختلاط یہود کے آشنا تھے اسیلیے مصالح خداوندی کا یہی اقتضا ہوا کہ انھین کے قصص سے لوگون کو عبرت دلائی جائے۔
۱۴	ہارون	موسی کے حقیقی یا علاتی یا اخیافی بھائی تھے ایک سال حضرت موسی سے بڑے تھے اور اُنھین کے سامنے وفات پائی۔
۱۵	داؤد	ایک سو برس زندہ رہے چالیس برس سلطنت کی اُنکے صلب سے بارہ فرزند نرینہ پیدا ہوے۔ بروایت کتاب سلاطین داؤد نے سات برس حبرون مین اور تینتیس برس یروشلم مین سلطنت کی۔
۱۶	سلیمان	بہت بڑے نامور بادشاہ تھے بیت المقدس کی تعمیر انکے عہد مین انجام کو پہونچی تیرہ برس کی عمر مین بقائم مقامی اپنے باپ کے مالک تاج و تخت ہوے اور صرف ترپن برس کی عمر مین انتقال کیا

نمبر شمار	نام	مختصر حال
		کتاب سلاطین مین بھی مدت سلطنت سلیمان چالیس برس لکھی ہے۔
۱۷	ایوب	ان کے زمانہ بعثت مین مسلمان مورخون نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہین کہ قبل موسیٰ اور بعض کہتے ہین کہ بعد سلیمان مبعوث ہوے تھے ستر برس کی عمر مین خدا نے عوارض سخت مین مبتلا کرکے تین برس و بروایتے سات برس و بروایتے تیرہ برس اُن کے صبر کی آزمایش کی۔ طبرانی روایت کرتے ہین کہ وہ ترانوے برس زندہ رہے تھے۔
۱۸	ذوالکفل	کہا جاتا ہے کہ وہ ایوب کے بیٹے تھے اور بشر اُن کا نام تھا اور بعض نے کہا ہے کہ الیاس کا اور بعض نے کہا ہے کہ یوشع بن نون کا اور بعض نے کہا ہے کہ الیسع کا یہ لقب تھا ملک شام مین وہ قیام پذیر تھے پچھتر برس کی عمر پائی ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ وہ نبی نہ تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔
۱۹	یونس	وہ بروایتے تین و بروایتے سات و بروایتے چالیس دن مچھلی کے پیٹ مین رہے اور انکی بعثت بزمانہ ایرانی ملوک طوائف کے بیان کی گئی ہے۔
۲۰	الیاس	بعض نے انکو اولاد ہارون سے اور بعض نے اولاد یوشع بن نون سے

نمبر شمار	نام	مختصر حال
		کہا ہی اور بعض نے انکو مثل خضر کے زندہ جاوید بیان کیا ہی۔
۲۱	الیسع	ابن اخطوب ابن العجوز۔
۲۲	زکریا	حضرت سلیمان کی احفاد سے تھے نوّے[90] یا ننانوے[99] یا ایک سو بیس[120] برس کی عمر مین علی اختلاف الروایہ انکو ولادت یحیی کی بشارت دی گئی تھی۔
۲۳	یحیی	چھ مہینے عیسٰی سے پہلے پیدا ہوے اور اُنکے خالہ زاد بھائی تھے قبل اپنے باپ کے مظلوم مارے گئے۔
۲۴	عیسٰی	بے باپ کے مریم کے بطن سے پیدا ہوے وقت ولادت انکی مان کی عمر دس برس و بروایتے پندرہ برس کی تھی تینتیس برس و بقولے ساڑھے تینتیس برس و بقول ابن خلدون صرف بتیس برس کی عمر مین آسمان[1] پر صعود کیا اور لوقا کی انجیل باب ۳ سے ظاہر ہوتا ہی کہ آپ نے تیس برس کی عمر مین منادی کلمۂ حق کی شروع کی تھی۔
۲۵	محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و علی سائر الانبیا	آپ خاتم الانبیا سید المرسلین شافع محشر رحمۃ للعالمین ہین ولادت باسعادت عام الفیل مین وقت صبح روز دوشنبہ بماہ ربیع الاول ہوئی تھی

[1] صاحب عرائس البیان لکھتے ہین کہ خداوند عالم نے عیسٰی علیہ السلام کو صفات ملکوتی عطا کی اور انھون نے بمعیت ملائکہ حوالی عرش کو صعود کیا۔ محی الدین عربی اپنی تفسیر مین لکھتے ہین کہ حضرت عیسٰی کو چوتھے آسمان پر جگہ ملی اور ایسا ہی مشہور بھی ہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہی کہ شب معراج مین نبی علیہ السلام کو حضرت عیسٰی دوسرے آسمان پر ملے تھے ۱۲

مختصر حال	نام	نمبر شمار
چالیس برس کی عمر مین درجہ نبوت پر فائز ہوے تیرہ برس مکہ مین اور دس برس مدینہ مین خدمت رسالت کو انجام دیا اور پھر بعمر تریسٹھ برس ۱۲- ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری مین دوپہر کے وقت اس عالم سے رحلت فرمائی۔		

بشمول عزیر ولقمان وذوالقرنین کے اٹھائیس انبیا کی تعداد پوری ہوجاتی ہی لیکن ہرگاہ ان بزرگون کی نبوت مین اختلاف ہی اسلیے ان کو مین طبقۂ ثانیہ مین شمار کرونگا جیسا کہ علامہ سیوطی نے بھی کیا ہی۔

طبقۂ دوم

مقبولان بارگاہ

مختصر حال	نام	نمبر شمار
موجودہ فرقہ یہود ان کو ابن اللہ نہین کہتا مگر سورہ التوبہ رکوع ۵ مین خدا نے ایسے عقیدہ کی نسبت یہود کی طرف فرمائی ہی امام رازی اپنی تفسیر مین لکھتے ہین کہ فنحاص بن عازورا ایک یہودی نے وبروایت ابن عباس سلام بن مشکم اور اُسکے دوچنحیال یہودیون نے ایسا اعتقاد نبی علیہ السلام کے روبرو ظاہر کیا اور محاورۂ عرب کے موافق کہ اسم جماعت کا اطلاق شخص واحد پر بھی	عزیر	۱

مختصر حال	نام	نمبر شمار
کرتے ہین اعتقاد مذکور کی نسبت یہود کی طرف کی گئی اور پھر یہ بھی فرماتے ہین کہ شاید اُس زمانے مین یہود کا کوئی فرقہ جواب باقی نرہا اسطرح کا اعتقاد رکھتا تھا۔ رکوع ۳۔ سورہ البقرہ مین نام کی تصریح نہین ہی لیکن مفسرون نے لکھا ہی کہ سو برس کے بعد یہی حضرت زندہ کیے گئے تھے۔		
اس لقب کی توجیہ مین بہت وجوہ بیان کیے گئے ہین لیکن میرے خیال مین زیادہ تر واضح یہ ہی کہ بوجہ اپنی شجاعت کے وہ اس لقب سے ملقب ہوے تھے جیسا کہ مرد شجاع کو کبش (مینڈھا) کہتے ہین۔ بعض کہتے ہین کہ یہ لقب شمس بن عبیر حمیری کا تھا جسکی سلطنت مشارق و مغارب ارض مین پھیل گئی تھی لیکن تاریخ سے اس بیان کی تائید نہین ہوتی بعض کہتے ہین کہ سکندر رومی کا یہ لقب ہی لیکن ایسی سد جیسی کہ قرآن مین بیان کی گئی اسکندر کی بنوائی موجود نہین ملتی اور نہ یونانی مورخون نے ایسی تعمیر کا تذکرہ کیا ہی۔ سید احمد خان دہلوی نے اپنی راے کی بنیاد چین کی مشہور دیوار پر رکھی ہی اور ایک رسالہ موسوم بہ ازالۃ الغین عن ذی القرنین اس خصوص مین تحریر کیا ہی خلاصہ انکی راے کا یہ ہی	ذوالقرنین	۲

نمبر شمار	نام	مختصر حال
		کہ ذوالقرنین سے مراد چی وانگ ٹی بانی دیوار چین کا ہی جسنے یہ تعمیر بغرض روک اتراک غارتگری کی تھی بہرحال کسی بڑے اور صالح بادشاہ نے کوئی مضبوط باندھ بنوایا تھا جسکی تعبیر ساتھ لفظ ذوالقرنین کے کی گئی۔ دنیا کے تغیرات نے اگر اُس تعمیر کو معدوم کردیا ہو تو حیرت کی کیا بات ہی؎ نہ گور سکندر نہ ہی قبر دارا مٹے نامیون کے نشان کیسے کیسے
۳	لقمان	حبشی غلام تھے نجاری کا پیشہ کرتے تھے لیکن خدا نے اُن کو ایسی روشن ضمیری عطا کی تھی کہ ابتک اُن کے نصائح دلپذیر زبان زد خلائق ہین اور سورہ لقمان مین بھی اُن نصائح کا تذکرہ ہوا ہی جو آپ نے اپنے فرزند کو کی تھین۔
۴	مریم	بنت عمران جنکی منگنی یوسف ایک شخص کے ساتھ ہوئی تھی یہودیون کو اصرار ہی کہ عیسی علیہ السلام انھین یوسف کے فرزند صلبی تھے لیکن عیسائی اور مسلمان دونون بالاتفاق یہ عقیدہ رکھتے ہین کہ مریم کسی مرد کے ساتھ ہمبستر نہین ہوئین اور خدا کی قدرت سے معجز نما بیٹا جنی تھین۔ قرآن مین سوا انکے کسی عورت کا نام نہین ہی

نمبرشمار	نام	مختصر حال
		تعجب ہی کہ اناجیل اربعہ مین یہ تذکرہ نہین ہوا ہی کہ حضرت مریم کس عمر مین حاملہ ہوئین یا وضع حمل کیا اور جو کچھ مسلمان مورخون نے لکھا ہی اُسکو ہمنے تذکرہ مین عیسی علیہ السلام کے بیان کردیا۔

طبقہ سوم

ملائکہ کا

اس طبقہ مین ذیل کے الفاظ سے بالاتفاق خواہ باختلاف علماے ملت خاص خاص فرشتے مراد ہین۔

جبریل۔ میکال۔ ہاروت۔ ماروت۔ الرعد۔ البرق۔ مالک السجل۔ ملک موکل بالصحف۔ قعید کاتب سیئات۔ السکینہ۔

بعض نے ذوالقرنین کو بھی فرشتہ[۱] بیان کیا اور بعض کی یہ راے ہی کہ روح علاوہ جبریل کے کسی دوسرے عظیم الشان فرشتہ کا نام ہی۔

طبقہ چہارم

کفار کا

[۱] صاحب مجمع البحرین نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہی کہ ذوالقرنین کی ماں آدمی اور باپ انکے فرشتہ تھے ۱۲

ابلیس - فرعون - قارون - ہامان - آزر - ابولہب - سامری -

طبقہ پنجم

اُن لوگون کا جنکا تذکرہ محض بہ ضمن واقعات ہوا ہی

عمران - تبع - زید - طالوت - جالوت -

طبقہ ششم

اس طبقہ مین اُن لوگون کا شمار ہی جنکے نام یا کنیت و القاب

قرآن مین بیان نہین کیے گئے لیکن اُنکی شخصیت کیطرف اشارہ صریح ہوا ہی

ابنا آدم - امرأۃ نوح - امرأۃ لوط - امرأۃ فرعون - امرأۃ عزیز -

ابن نوح - ابن لقمان - امرأۃ عمران - اُمّ موسی - امرأۃ ابراہیم - امرأۃ ابی لہب

تفصیل متذکرۂ بالا سے ظاہر ہی کہ امت محمدیہ مین صرف زید کا نام مذکور فی القرآن ہی اور وہ بھی ضمن مین ایک تذکرہ کے لیکن سچ یہ ہی کہ ایسا تذکرہ بھی اُنکے نام اور اُنکی ذات کے لیے مایۂ فخر و سرمایۂ افتخار ہی - کافران زمانہ تنزیل مین صرف عبد العزی مکنی بہ ابولہب کا شخصی ذکر قرآن مین ہوا ہی جسکی خاص وجہ یہ تھی کہ وہ باوجود قرب قرابت کے حضور کی ایذا اور منادی حق کے روکنے مین سخت مزاحمتین کرتا اور غیر معمولی بے اعتدالیون کا مرتکب ہوا کرتا تھا ایسے تذکرہ مین

چند شگرف مصلحتین بھی مضمر تھین۔

اولاً سب لوگ جان لین کہ پیغمبر علیہ السلام اداے فرض رسالت مین کسی کے ساتھ مداہنت نہین کرتے تھے کیونکہ اگر اُسکی کچھ بھی گنجایش ہوتی تو آپ اُس سورہ کو چھپا لیتے جس سے حقیقی چچا کی ابدی بدنامی متوقع تھی۔

ثانیاً اس مسئلہ کا بھی جتا دینا مقصود تھا کہ خداوند عالم مشرکین سے بری ہی اگرچہ وہ کیسے ہی قدسی نفس کے ساتھ نسبی تعلقات رکھتے ہون چنانچہ جب آیہ کریمہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ[ل] (پارہ ۱۹ سورۃ الشعراء رکوع ۱۱) نازل ہوئی تو آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کے بنی عبدالمطلب وغیرہ قبائل کو تا آنکہ عباس اور صفیہ کو بھی آواز دی اور فرمایا اِنِّی لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا یعنے اگر تم لوگ نیک عمل نہ کرو تو مجھ مین یہ قدرت نہین ہی کہ مین تم لوگون کو خدا کے عذاب سے بچا لون۔ قرآن مین بہت آیتون کا نزول شان مین خاص خاص مسلمانون کے اور تخطیہ مین خاص خاص کافرون کے نشان دیا جاتا ہی چنانچہ حضرت علی فرماتے تھے کہ قریش مین کسی ایسے شخص کا وجود نہین ملتا جسکے متعلق کوئی آیت قرآن کی نازل نہوئی ہو۔ ہرچند خاص آدمیون کی یا کسی خاص جماعت کی نیک کاری وبدکاری محرک نزول ہوئی ہو لیکن وعدہ اور وعیددونون کا بیان بشکل ضابطہ عام کے اسلیے ہوا کہ ایک ہی شخص یا ایک ہی گروہ اشخاص پر منحصر نہین بلکہ جو اسطرح کا نیک کام کرے وہ مستحق ثواب ہی اور جو ایسے بُرے کام کا مرتکب ہو وہ عقاب کا سزاوار۔ قرآن کا یہ طرز بیان بھی

ل اور ڈراؤ اپنے رشتہ داران قریب کو ۱۲

اُسکے مُنزّل من اللہ ہونے کی نشانی ہی کیونکہ اگر یہ بنائی ہوئی کتاب ہوتی تو جیسا کہ مقتضاے فطرت انسانی ہی دوستون اور عزیزون کا نام بنام تذکرہ ہوتا اور اُنکی مدح سرائی کیجاتی چن چن کے ذاتی دشمنون کے نام لیے جاتے اور کلمات تقبیل کی اُن پر بوچھاڑین پڑتین -

تفسیرمین آیتون کی شان نزول شرح وبسط کے ساتھ تحریر ہوئی ہین علماے اسلام نے جداگانہ کتابین بھی اس بیان مین لکھی ہین تاریخ الخلفا کے علامہ مصنف نے خلفاے راشدین کے متعلق جو آیتین نازل ہوئین اُن کو منتخب کرکے ذیل مین اُنھین کے حالات کے لکھدیا ہی لیکن اختصار کی پالسی نے مجھکو اجازت نہین دی کہ اس خصوص مین سلسلہ بیان کو دراز کرسکون

حدیقہ (۲۰)

تذکرہ مین مہاجرین اور انصار کے

(۱) قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ لا رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ط ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (پارہ ۱۱- سورہ التوبہ رکوع ۱۳)

اور اگلے اور پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور وہ لوگ جنھون نے زمانہ مابعد مین خوبی کے ساتھ اُن کی تقلید کی خدا اُنسے خوش ہی اور وہ لوگ خدا سے خوش ہین اور اللہ نے اُنکے لیے ایسے باغ تیار کیے ہین، جنکے تلے نہرین جاری ہین اور ان باغون مین وہ لوگ ہمیشہ رہینگے یہی بڑی کامیابی ہی

(۲) قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ

بہ تحقیق اللہ مہربان ہوا اوپر نبی اور مہاجرین اور انصار کے جو ساتھ رہے نبی کی تنگ دستی کی گھڑی مین جبکہ بعضون کے

مَاكَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۙ ۝ (پاره ۱۱ - سورة التوبہ رکوع ۱۴)

دل ڈگگا رہے تھے پھر مہربان ہوا اُن پر بیشک اللہ اُن پر نہایت درجہ کا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

(۳) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

وعدہ کیا اللہ نے اُن لوگون سے جو تم مین سے ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے اُنکو ملک کی خلافت ضرور عنایت کریگا جیسی کہ اُن لوگون کو خلافت عطا کی تھی جو اُن سے پہلے گذرے ہین اور جس دین کو اُسنے اُنکے لیے پسند کیا ہی جما دیگا اور خوف کے بدلے اُن کو امن دیگا وہ لوگ میری بندگی کرین گے اور میرا کوئی شریک نہ کرین گے اور جو ناشکری کرے گا اُسکے بعد تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہین۔

(پارہ ۱۸ - سورۃ النور - رکوع ۷)

(۴) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

بہ تحقیق راضی ہوا اللہ مومنین سے جب کہ وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے اور جانا جو کچھ اُنکے جی مین تھا پس اُنکو اطمینان عطا کیا اور اُنکو سردست ایک فتح نصیب کی اور بہت سی غنیمتین جن پر اُن لوگون نے قبضہ کیا اور اللہ زبردست حکمت والا ہی۔ اللہ نے تم لوگون سے بہت غنیمتون کا وعدہ کیا ہی جسپر تم قابض ہوگے۔ عجالۃ الوقت تمکو یہ عطا کیا ہی اور لوگون کے ہاتھ تم سے روکے ہین مقصود یہ تھا کہ یہ تم مسلمانون کے لیے

آیت	ترجمہ
وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ وَّأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا	دلیل ہو اور تمکو سیدھے راستہ پر چ
عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ	جو تمھارے قابو مین نہ آئی وہ اللہ
قَدِيرًا ۝ (پارہ - ۲۶ - سورۃ الفتح - رکوع ۳)	ہر چیز پر قادر ہی —
(۵) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ	محمد اللہ کے رسول ہین اور اُنکے
مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ	سخت ہین آپسمین رحم دل ہین
رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ	سجدہ مین مشغول دیکھتے ہو خدا کے
سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ	طالب ہین اُنکی شناخت یہ ہی کہ
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ	گھٹے پڑے ہین یہی اوصاف اُنکے
كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ	مثل کھیتی کے کہ اُسنے اپنی سوئی
فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ	کیا اور موٹی ہوئی اور اپنے نال پر
لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا	لگی کسانون کو خوش کرنے یہ سب ا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً	جلائے — وعدہ کیا اللہ نے اُن لو
وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝	ایمان لائے اور نیک عمل کیے مغفرت

(پارہ - ۲۶ - سورۃ الفتح رکوع ۴)

قرآن کی بہت آیتین محاسن صحابہ کرام کی شہادت دیتی ہین لیکن مین سندون پر نظر باختصار اس کتاب کے کفایت کی ہی اور سچ یہ ہی کہ اگر حجاب تع اور خدا کی توفیق بھی مدد کرے تو اتنی سندین واسطے تصحیح اعتقاد کے کافی

پورا ایک دفتر بھی بے اثر ہی بے وقعت ہی مکابرہ کرنے والون کے نزدیک غیر متعلق ہی اَللّٰہُ
یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۝

پہلی اور دوسری سند زیادہ توضیح کی محتاج نہین ہی لیکن مین اسقدر کہنا مناسب سمجھتا ہون کہ دنیا دار تنگ دل بھی خادمان قدیم کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہین احیاناً اگر اُنسے کوئی خطا صادر ہوجاتی ہی تو حقوق خدمت سابقہ سخت مزاجون کو بھی معافی پر مائل کرلیتے ہین خداوند دوجہان تو بہت بڑا بندہ نواز عطاپاش کرم گستر ہی اُسنے اپنے عفو اور اپنی رافت کی قرآن پاک مین عام مسلمانون کو امیدین دلائی ہین اُسکی شان کا ہرگز یہ اقتضا نہین ہی کہ نیک بندون کی خدمات کو ایک لخت فراموش کردے پس جو کچھ ان آیات مین ارشاد ہوا وہ سب ہرچند الطاف آلہی کے جلوے ہین لیکن اُسی کے ساتھ یہ بھی سچ ہی کہ سابقین اولین جنکی خدمت کا غیر قومین بھی اعتراف کرتی ہین ایسے ہی الطاف کے مستحق تھے۔

تیسری سند مقبولیت خلفاے راشدین کی پوری شاہد ہی آخر جملہ مین منکم کا لفظ کلام بلاغت نظام مین اسلیے لایا نہین گیا کہ یہ بزرگان دین علم آلہی مین کفران نعمت کرنے والے نہ تھے ہان فرمان روایان مابعد جو اپنے تئین اس مقدس گروہ کا قائم مقام کہتے تھے اُن کے اکثر افراد مین ناشکریون کا وجود ضرور پایا گیا اور یہ جملہ آخر انھین لوگون کی تنبیہ کے واسطے ارشاد ہوا ہی۔

حدیث

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ دِیْنِکُمْ بَدَءَ نُبُوَّۃً وَّرَحْمَۃً ثُمَّ یَکُوْنُ خِلَافَۃً وَّرَحْمَۃً ثُمَّ یَکُوْنُ مُلْکًا وَجَبْرِیَّۃً (رواہ البزاز)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تمھارا دین شروع ہوا نبوت اور رحمت سے پھر خلافت و رحمت اُسکے بعد بادشاہی اور جبر ہوگا ۔

حدیث

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْخِلَافَۃُ ثَلٰثُوْنَ عَامًا ثُمَّ یَکُوْنُ بَعْدَ ذٰلِکَ الْمُلْکُ ۔

(رواہ احمد باسنادہ وصححہ ابن حبان)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت تیس برس ہی اور اُسکے بعد بادشاہی ہی ۔

چوتھی سند مین صاف اشارہ اُن فتوح کا موجود ہی جو خلافت راشدہ مین بہم ہوتی رہین قادر ہونا ایک طرف عام مسلمانون کے خیال مین بھی بمشکل آسکتا تھا کہ خزائن قیصر و کسرے انکے قدمون پر نثار ہون گے لیکن جیسا کہ وعدہ کیا گیا تھا خدا کی قدرت نے یہ سب کچھ کر دکھایا اُن سب غنائم کا جو بہ تصدیق اس پیشین گوئی کے حاصل ہوئین داستان دراز ہی اسلیے مین اس موقع مین صرف ایک نمونہ اُسکا دکھاتا ہون ۔ مدائن کی فتح ۱۶ہجری مین بزمانہ خلافت عمر بن الخطاب ظہور مین آئی اور بیشمار زر و جواہر قیمتی چیزین تاریخی ہتیار مسلمانون کے ہاتھ لگے ابن الاثیر نے اپنی تاریخ مین اُن غنایم کا کچھ تذکرہ کیا ہی جنمین تاج کسری اُسکی تلوار کا جڑاو پرتلہ

ایک مصنوعی گھوڑا ایک مصنوعی اونٹنی مع اپنے سوارون کے مکلل بجواہر گران بہا بڑی
قیمتی چیزین تھین پھر انکے علاوہ ایک فرش ساٹھ گز کا لانبا اور اسی قدر چوڑا ملا تھا اس فرش
پر جب موسم بہار گذر جاتا اکاسرۂ فارس بیٹھ کے خزان مین فصل ربیع کا لطف اُٹھاتے
شراب کے دَور چلتے جشن جمشیدی کا سمان باندھا جاتا۔ بہا آگین فرش کا سطح مذہب
تھا نہرین جواہرات کے پتے حریر کے شاخین سونے کی کلیان نقرئی و طلائی پھل اور
خوشے جواہرات کے بنے ہوئے تھے۔ ساٹھ ہزار فوجی آدمیون نے فی نفر بارہ ہزار
درم مال غنیمت سے حصہ پایا لیکن بساط مذکور مین خود انکی رضامندی سے فوج کا حصہ
لگایا نہین گیا اسلیے سعد بن وقاص سرلشکر اسلام نے بساط کو مع خمس مال غنیمت خلیفہ
وقت کی خدمت مین بھیجدیا۔ قناعت گزین بوریا نشینون کی نگاہ مین جواہر نگار فرش
قابل استعمال کب تھا اسلیے وہ کاٹا گیا اور بشمول دیگر اموال اُسکے ٹکڑے مسلمانون کو
بانٹ دیے گئے حضرت علی کے حصہ مین بھی متوسط درجہ کا ایک ٹکڑا آیا تھا جسکو آپ نے
بیس ہزار درم پر بیچ ڈالا۔ میرا یہ قیاس ہر کہ یہ قیمتی چیزین اُن دنون کوڑیون کے مول بکی ہونگی
کیونکہ سادہ مزاج عرب اُنکے قدردان نہ تھے کسریٰ کا گھر خود لٹ رہا تھا قیصر اپنے حال مین پریشان
تھا پس خریدار کہان تھے کہ واجب قیمت پر خریداری کا حوصلہ ظاہر کرتے کاش یہ چیزین
مناسب دام پر بکتین تو خدا ہی جانتا ہر کہ کتنی قیمت ملتی۔ ایسی قیمتی چیزین بڑی دیانت کے ساتھ
لشکر اسلام نے اپنے سردار کے پاس حاضر کردی تھین چنانچہ حضرت عمر کو اسلامی فوج کی دیانت
پر تعجب ہوا حضرت علی نے فرمایا کہ ہرگاہ آپ پرہیزگار ہین اسلیے آپکی رعیت بھی پرہیزگار ہوگئی ہر

پانچوین سندمین اُن کامیابیون کا ذکر ہی جو اسلامی گروہ کو نصیب ہوئین اور آخرکار دنیا نے خود دیکھ لیا کہ جب اس شجرۂ اقبال پر بہار شباب آگئی تو اُسوقت حسد کی آگ نے دشمنون کے خرمن امید کو جلا کے خاکستر کردیا لیکن سخت افسوس ہو کہ بعد ایسی نمایان کامیابی کے چند افسردہ دل مسلمانون نے اس خاکستر کو بھی مال غنیمت سمجھا اور اُسکی رہی سہی چنگاریون کو اسطرح جگایا کیے کہ اپنا گھر بھی پھونک دیا۔

صاحب مجمع البحرین لکھتے ہین کہ وقت وفات سرور کائنات کے ایک لاکھ چوبیس ہزار اہل الروایہ صحاب موجود تھے پس یہ اعتقاد کہ اُن مین سترہ یا اٹھارہ خواہ معدودے چند سیدھی راہ پر چلے اور باقی سب کے سب بھٹک گئے ایک ایسا اعتقاد ہی جو صرف سابقین اولین کی توہین نہین کرتا بلکہ تعلیم محمدی پر بھی تہمت لگاتا ہو کہ وہ درحقیقت نامکمل اور غیر دلنشین تھے۔ یون تو سخن پرستی کا میدان بہت وسیع ہی لیکن مین انصاف پسند عاقلون کے روبرو سوالات ذیل کو پیش کرتا ہون جنکا صحیح جواب اپنے دل مین وہ خود دے لین گے۔

اولاً مذہب حقہ کا دامن چھوڑ کے بسلسلہ اعلاے کلمۃ اللہ مسلمانون نے کس جوش کی تحریک سے وہ جانبازیان دکھائین جنکا تذکرہ مسلم و غیر مسلم مورخون نے بالاتفاق کیا ہی

ثانیاً اعلان ارتداد کو کیا انھین اٹھارہ بزرگون کی جماعت قلیل نے روک رکھا تھا جو مومن صادق تسلیم کیے جاتے ہین۔

ثالثاً کیا نظر بعموم اسناد خمسہ حیرت نہین ہوتی کہ الطاف الٰہی کا مواج دریا ایک کوزہ مین سما گیا۔

رابعًا اگر شیخین جماعت مومنین سے خارج تھے تو پھر موافق سندتین کے
بامن خلافت کا کس نے استفادہ کیا؟۔
خامسًا مغانم کثیرہ متذکرہ سند چار کو کسنے دشمنون سے چھین لیا اور مسلمانون کو
کسکی بدولت غیر متوقع فتوحات سے بہرہ مندی ہوئی؟۔
یہ گروہ مقبولان بارگاہ الٰہی کا معصوم عن الخطا نہ تھا معصومون کو بھی زمانہ زندگانی
مین لغزشین ہوئی ہین پس ان غیر معصومون نے اگر کسی صغیرہ یا احیانًا گناہ کبیرہ کا بھی ارتکاب
بالفرض کیا ہو تو اُسپر بہ لحاظ فطرت انسانی تعجب کی کوئی بات نہین ہی لیکن تمام اسلامی فرقے
خدا کو ارحم الراحمین نبی علیہ السلام کو رحمۃ للعالمین تسلیم کرتے ہین اسی بنیاد پر ہم تہی دست گدا گر
بھی انھین سرکارون کے درِ دولت پر نظر گڑلے ہوے امیدوار مرحمت بیٹھے ہین لیکن عقل
اور انصاف دونون کا یہ خیال بہت صحیح ہی کہ عفو وکرم شفاعت اتم کی لہرین پہلے اُن لوگون
کو سیراب کرینگی جنکی خدمات کا خداوندعالم نے خود اعتراف کیا ہی اور پھر اُنکا چھینٹا اگر قسمت
نے یاوری کی تو ہم تبہ کارون تک پہونچیگا خدانخواستہ اگر سابقین اولین پیاسے رہگئے
تو پھر دوسرون کو بہرہ مندی کی توقع رکھنا فضول ہی۔

فائدہ

بعد شہادت حضرت عثمان آپس کے عناد نے شیرازۂ مذہب کو بھی توڑ دیا جُدی جُدی جما
عتین ظہور مین آئین اپنے اپنے مذاق کے موافق روایت حدیث کی کارروائی سرگرمی کے ساتھ

شروع کی گئی - میدان رزم مین مسلمان مسلمانون کی گردن کاٹا کیے خون ریزی کا جوش جب کچھ دھیما پڑتا تو صیغۂ اعتقاد پھر اُس جوش کو اُبھار کے کوئی دوسری جماعت واسطے معرکہ آرائی کے کھڑی کر دیتا تھا -

شامیون نے بعد خلفاے ثلثہ کے معاویہ کو خلیفہ برحق قرار دیا اور تعصب کو اتنی ترقی دی کہ انکے خطبا امیر المومنین علی بن ابی طالب کے سب و شتم کا مدتون منابر اسلامی پر اعلان کیا کیے خدا عمر بن عبد العزیز کو جزاے خیر دے کہ اُنھون نے جراُت کر کے ۹۹ھ ہجری مین اس رسم بد کو مٹا دیا چنانچہ عرب کا ایک شاعر اُن کو مخاطب کر کے کہتا ہی -

ولّیت فلم تشتم علیّا ولم تخف	تکلمت بالحقّ المبین و انّما
بریا ولم تتبع مقالة مجرم	تبیّنُ ایاتُ الهُدی بالتّکلم

صاحب دبستان مذاہب لکھتے ہین کہ دیار مشرق خطۂ شکونہ مین ابتک امویہ و یزیدیہ فرقہ کا وجود ہی یہ لوگ عابد و پرہیزگار ہین دینی کتابین بکثرت اُنکے پاس موجود ہین خلفاے ثلثہ کے معتقد ہین مگر امیر المومنین علی پر یہ سخت تہمت لگاتے ہین کہ اُنھون نے خدائی کا دعوی کیا اور غلات شیعہ کو اُسکی تلقین کی -

دوسرا مشہور فرقہ خوارج کا ہی جنکی معقول تعداد دیار عرب و خطۂ یمن مین موجود ہی یہ فرقہ اُسی فرقہ کی ذریات سے ہی جو جنگ صفین مین جناب امیر کے ساتھ تھا لیکن بعد واقعۂ تحکیم

سلہ تم حاکم ہوے علی کو گالیان دینا ترک کر دیا باغیون کا کچھ خوف نہین کیا، اور مقالہ گنہگارون کی تبعیت نہین کی کلمہ حق کے ساتھ تکلم کیا اور حقیقت مین ہدایت کی نشانیان تکلم ہی سے ظاہر ہوتی ہین ۱۲

علیحدہ ہوگیا یہ لوگ شیخین کے معتقد ہین لیکن عثمان و علی پر تہمتین لگاتے اور اُنکا سب و شتم کرتے ہین۔

تیسرا فرقہ **شیعون** کا ہے جسمین بہت سے ضمنی گروہ موجود ہوگئے ہین لیکن اثنا عشریہ کی جماعت سب مین زیادہ ہے اور اُن مین بڑے بڑے علماے ماہر گذرے اور ابتک موجود ہین یہ لوگ خلفاے ثلثہ سے محض بے اعتقاد ہی نہین ہین بلکہ اُنکو بُرا کہنا بھی سمجھنا انکے خیال مین لوازم دین سے ہے۔ مشترک ضابطہ ہر سہ فرقہاے متذکرہ بالا کا یہ ہے کہ جو آیتین مدح مین اصحاب کرام کے موجود پائی جاتی ہین اُنکو اپنے ہی معتقد علیہ بزرگون کے ساتھ محدود کرتے ہین اور جو آیتین منافقان زمانہ تنزیل کے حق مین وارد ہوئین اُنکا جوڑ اُن مہاجرین و انصار سے ملاتے ہین جن سے اُنکو مذہبی عناد ہے۔

چوتھا فرقہ **اہل سنت و جماعت** کے ساتھ موسوم ہے اور جملہ فرق اسلامیہ سے شمار مین زیادہ ہے[1]

---

[1] ڈاکٹر اسپ ہے زیلر جرمنی کے تخمینہ کے موافق دنیا مین سترہ کرور باون لاکھ نوے ہزار مسلمان ہین اور غالبًا یہ تعداد انھون نے مردم شماری ۱۸۹۰ع سے اخذ کیا ہے لیکن اُنکا یہ تخمینہ لائق اعتماد نہین سمجھا جاتا اور واقعی تعداد مسلمانون کی درمیان چالیس و پچاس کرور کے قیاس کیجاتی ہے۔ موافق تخمینہ مسٹر بلنٹ مصنف فیوچر آف اسلام کے شیعون کا شمار ڈیڑھ کرور سے زیادہ نہین ہے جنمین دس لاکھ عراق مین اور پچاس لاکھ ہندوستان مین اور زیادہ تر سلطنت ایران مین آباد ہین دیگر ممالک اسلامیہ مین انکی تعداد بہت کم ہے مگر انکی ایک جماعت قلیل نواح مدینہ مین بھی ابتک موجود پائی جاتی ہے۔ ابن جبیر اندلسی کے سفرنامہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری مین بقول انکے اکثر شرفاے مکہ کو زیدی (شیعہ تفضیلیہ) پایا تھا اور حرم شریف مین پانچوان مصلی اُن لوگون کا بھی موجود تھا مگر اب تو حرم مکہ مین نہ اُنکا مصلے ہے نہ اس فرقہ کو وہان کسی قسم کا رسوخ حاصل ہے۔ اسی سیاح کی تحریر سے ایک عجیب بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُن دنون دیار شام مین شیعون کی تعداد سنیون سے زیادہ تھی اور بستیون مین تبرائی شیعہ۔ نصیری (معتقد الوہیت حضرت علی) زیدیہ (شیعہ تفضیلیہ) و غرابیہ (جنکا یہ اعتقاد ہے کہ بوجہ مشابہت صوری حضرت جبریل کو دھوکا ہوا اور بجاے علی کے محمد کے پاس خدا کی وحی پہونچا دی) کثرت سے پائے جاتے تھے خوارج کے ذریات فرقہ عباسیہ و زیدیہ کا مجموعی تخمینہ مسٹر بلنٹ ساٹھ لاکھ دیار عمان و یمن مین ظاہر کرتے ہین اور لکھتے ہین کہ سواے ان ممالک کے دوسری جگہ ان کی آبادی پائی نہین جاتی ۱۲

اس فرقہ مین بھی مثل شیعہ کے بہت سے ضمنی گروہ پیدا ہو گئے ہین لیکن اُن سب کا مشترک اصول یہ ہے کہ مہاجرین وانصار بلکہ جملہ صحابہ کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجب ہے چنانچہ جب فرقۂ مخالف کسی صحابی پر الزام قائم کرتا ہے تو یہ لوگ اُس واقعہ کی صحت سے انکار کرتے ہین اور جب موقع انکار نہین ملتا تو قوی خواہ ضعیف تاویلون کو پیش کر کے اکثر بہ حوالہ خطاے اجتہادی اپنے معتقد علیہ جماعت کی حفاظت کرتے ہین صاحب جامع الاصول نے لکھا ہے کہ بعض متقدمین اہل سنت نے خوارج وشیعہ کی مروی حدیثون کو اپنے مجموعہ مین شامل کیا ہے یہ راے انکی قیاساً صحیح ہے کیونکہ یہ فرقہ ہمیشہ دفاعی کارروائی کرتا آیا ہے اسلیے جب خوارج کا حملہ ہوا تب اُسنے شیعون سے اور جب شیعون کا حملہ ہوا تب خوارج کے آلات حرب واسطے اپنی حفاظت کے غالباً عاریت لیے ہونگے۔

یہ گروہ اہل سنت کا اپنے تئین اس طبقہ مین داخل سمجھتا ہے جسکا تذکرہ موقع تحسین مین یون ہوا ہے قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِينَ[1] جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝ (پارہ-۲۸-سورہ الحشر رکوع ۱-)

فرق اسلامیہ کا اختلاف مشکل ہے کہ دور ہو لیکن اگر پیشوایان ملت دوراندیشی کو راہ دین تو آپس کا نفاق بہ حوالہ آیات ذیل بہت کچھ دھیما پڑ سکتا ہے يَا أَيُّهَا[2] الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (پارہ-۴-سورہ آل عمران رکوع ۲۰)

ف۱ جو لوگ بعد مہاجرین انصار کے آئے وہ دعا مانگتے ہین کہ اے ہمارے پروردگار ہمکو اور ہمارے بھائیون کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہین بخشدے اور ایسا نکر کہ ہمارے دل مین ایمان لانے والون کی طرف سے کدورت آئے۔ اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت رکھنے والا مہربان ہے ۱۲

ف۲ مسلمانو صبر کرو اور دوسرون کو صبر کی تعلیم دو آپس مین ملکے ہو اللہ سے ڈرو شاید تمھارا بھلا ہو ۱۲

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝[1]

(پارہ-۱- سورہ البقر رکوع-۱۶)

فائدہ

اہل بیت اطہار کو جنمین ازواج مطہرات وبنات طاہرات بھی شامل ہین وہی شرف حاصل ہی جس سے بزرگان مسبوق الذکر شرف اندوز تھے لیکن دوسرون کا تعلق رسول خدا کے ساتھ منصبی ہی اور اہل بیت کو علاوہ منصبی تعلق کے حضور کے ساتھ ذاتی تعلقات قرابت قریبہ کے بھی حاصل ہین اور یہی وجہ ہی کہ صاحبان ذوق سلیم کو اہل بیت کی محبت مین ایک خاص حلاوت نیازمندی کی محسوس ہوتی ہی۔

سورۂ نور (پارہ ۱۸) مین پورے دو رکوع کی آیتین اُس تہمت کی تردید مین نازل ہوئین جو عائشہ صدیقہ پر لگائی گئی تھی اور اُن آیات کے پڑھ لینے سے ہر انصاف پسند اندازہ کرسکتا ہی کہ معاملات مین اُمہات مومنین کے کس قدر حسن ظن کا پاس رکھنا محکوم فی القرآن ہی قال اللہ تعالیٰ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِھٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ ھٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝[2] کون نہین جانتا کہ یہ آیت بضمن تردید ایک خاص تہمت کے نازل ہوئی لیکن کیا اُسکا یہ عام منشا نہین سمجھا جاتا کہ ناگوار باتون کی نسبت ایسے بزرگون کی طرف کرنا خدا کو ناپسند ہی؟ واضح طور پر

[1] یہ لوگ گذر گئے اُنکا کیا اُنکے لیے اور تمھارا کیا تمھارے لیے ہی اور جو کچھ وہ لوگ کر گئے اُسکی پوچھ گچھ تم سے نہوگی ۱۲

[2] اور جب تم نے ایسی بات سُنی تھی تو کیون نہین بول اُٹھے کہ ہمکو ایسی بات مُنھ سے نکالنی زیبا نہین حاشا وکلّا یہ بڑا بہتان ہی ۱۲

مراتب ازواج مطہرات کا بیان سورۃ الاحزاب (پارہ ۲۰ و ۲۱) مین ہوا ہی اور اُن لوگون کو تعلیم ایسے اعمال حسنہ کی کی گئی ہی جنکا سکھانا پیغمبر علیہ السلام کے فرائض منصبی مین داخل تھا۔ سورۃ التحریم (پارہ ۲۸) مین بعض ازواج کو ناصحانہ ملامت بھی کی گئی ہی اور بیشک امہات مومنین معصوم نہ تھین اور اُن پر تمامی اہل بیت بلکہ خود جناب رسالت مآب کے اوامر و نواہی اُسی طرح موثر تھے جیسے کافہ مومنین پر موثر ہین پس اسطرح کی تعلیم اور ایسی نصیحتون سے کوئی ذی شعور نتیجہ خلاف عظمت اس جماعت مقدسہ کے اخذ نہین کرسکتا۔ بنات طاہرات کا تذکرہ ایک آیہ مین سورۃ الاحزاب کے بسلسلہ تعلیم حجاب کے ہوا ہی اور بلحاظ اُس عظمت کے جو مان کو بیٹیون پر ہوا کرتی ہی ازواج کو بنات پر تقدم بالذکر کی عزت دی گئی ہی۔ بہت بڑا شرف اہل بیت کو آیہ تطہیر واقع سورۃ الاحزاب سے حاصل ہی قال اللہ تعالیٰ وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاہِلِیَّۃِ الۡاُوۡلٰی وَاَقِمۡنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیۡنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ ط اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ج وَاذۡکُرۡنَ مَا یُتۡلٰی فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَالۡحِکۡمَۃِ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیۡفًا خَبِیۡرًا [1] خوارج آیہ تطہیر کو بحق ازواج اور شیعہ اُسکو بحق فاطمہ و علی و حسنین رضی اللہ عنہم محدود کرتے ہین مگر اہل سنت ان سب بزرگون کو اس منشا مین داخل سمجھتے ہین۔

فرقہ شیعہ کا یہ خیال ہی کہ اگر یہ آیت ازواج کی شان مین نازل ہوتی تو بجائے ضمیر جمع مذکر کے

---

[1] اور اپنے گھر مین بیٹھی رہو اور اگلے زمانہ جاہلیت کے بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو اور نماز پڑھو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اُسکے رسول کی فرمان برداری کرو۔ اے گھر والو ن خدا کو تو یہی منظور ہی کہ تم سے گندگی دور کرے اور تمکو اچھی طرح سے پاک و صاف بنائے اور تمھارے گھرون مین جو خدا کی آیتین اور دانائی کی باتین پڑھکر سنائی جاتی ہین اُنکو یاد رکھو بیشک اللہ راز دان اور واقف ہی ۱۲

جمع مؤنث کی ضمیر کا استعمال کیا جاتا لیکن اُنکا خیال بوجوہ ذیل باطل ہی۔

اولاً سیاق وسباق عبارت کا صاف کہے دیتا ہی کہ ازواج مطہرات اس معزز خطاب کے ساتھ مخاطب ہین اور ہر گاہ علی مرتضی وحسنین وخود جناب سرور کائنات منشار تطہیر مین داخل ہین اسلیے تغلیباً للمذکر علی الانثیٰ جمع مذکر کا استعمال کیا گیا ہی چنانچہ شیعہ بھی اسی تاویل کے ساتھ جگر گوشۂ رسول حضرت بتول کو موافق اپنی تعبیر کے اس آیہ مین داخل کرتے ہین۔

ثانیاً فصحاے عرب کی عادات سے ہی کہ عورتون کو پہلے بخطاب مؤنث اور اسکے بعد ساتھ ضمائر مذکر کے مخاطب کرتے ہین چنانچہ جعفر بن عتبہ الحارثی ایک شاعر ایام جاہلیت کا کہتا ہی

لاتحسبی انی تخشعت بعدکم[1] لشیٔ ولا انی من الموت افرق

اور مخزومی نے کہا ہی۔

ان شئت[2] حرمت النساء بعدکم

پس اگر موافق اُسی عادت فصحاے عرب کے ضمیر مذکر لائی گئی تو اعتراض کی کیا بات ہی۔ شیعہ اثنا عشریہ اب بھی قرآن کی ترتیب پر معترض ہین اور اُسکو عثمانی نظم کہتے ہین غالباً اس راے کے مقاصد مین ایک مقصد یہ بھی ہو کہ آیۂ تطہیر کے برکات سے ازواج نبی کو محروم کرین اور یہ کہین کہ فقرۂ تطہیر کو خود غرضون نے اس موقع مین بے موقع جڑ[3] لیا ہی لیکن ترتیب کا بگاڑنا بھی تو تحریف مین داخل ہی اور مین نے قبل اسکے ثابت کیا ہی کہ قرآن مین کسی قسم کی

---

[1] یہ گمان نہ کرنا کہ تمھارے فراق کے بعد مین ڈرپوک ہو گیا ہون اور نہ یہ کہ مین موت سے ڈرتا ہون ۱۲ [2] اگر تو چاہے حرام کردون مین عورتون کو تمھارے سوا ۱۲ [3] تماشہ یہ ہی کہ خود نہین بتاتے کہ آخر آیت کس پارہ کس سورہ اور کس رکوع کی جزو ہی ۱۲

تحریف نہین ہوئی اور غور کرنے کی بات ہی کہ اگر اسطرح کے تصرفات ناجائز گوارا کیے گئے تھے تو ضمیر مذکر کا ساتھ ضمیر مؤنث کے بدل دینا کیا دشوار تھا۔

خوارج کو سیاق و سباق پر آیہ تطہیر کے استدلال ہی مگر خصوصیت محل سے کسی عام بیان کا دائرہ تنگ نہین ہوجاتا اور ہم دیکھتے ہین کہ لفظ اہلبیت از روے استعمال کے تمام عزیزان ہمخانہ کو شامل سمجھا جاتا ہی پس جب وہ بزرگوار جنکو فرقۂ خارجی خارج کرنا چاہتا ہی پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ رہتے سہتے تھے تو پھر کوئی وجہ نہین ہی کہ وہ لوگ اس فخر مین شامل نہ سمجھے جائین چنانچہ روایت صحیحہ سے ثابت ہی کہ خود پیغمبر علیہ السلام اُن لوگون کو شامل جماعت اہل بیت قرار دیتے تھے۔

تنبیہ

اس موقع مین ایک حدیث لائق نقل کے ہی جسکو ترمذی نے عمر بن سلمہ سے روایت کی ہی[۱] لما نزلت ھذہ الآیۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا فی بیت ام سلمہ فدعا فاطمۃ وحسنا وحسینا فجللھم بکساء وعلی خلف ظھرہ فجللہ بکساء ثم قال اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم

[۱] ہرگاہ نازل ہوئی یہ آیۂ تطہیر اوپر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مین ام سلمہ کے تو حضور نے بلایا فاطمہ و حسن و حسین کو پس ڈھانپا اُن کو ایک گلیم مین اور علی آپ کے پیٹھ پیچھے تھے اُنکو بھی گلیم اوڑھائی پھر فرمایا اے اللہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہین ان سے گندگی دور کر اور اچھی طرح سے انکو پاک کر ام سلمہ نے کہا کہ مین ساتھ ان کے ہون یا نبی اللہ آپ نے فرمایا تم اپنی جگہ پر رہو اور تم اوپر خیر کے ہو ۱۲

تَطۡهِيرًا قالت اُمُّ سَلَمَةَ وَاَنَا مَعَهُم يَا نَبِيَّ اللهِ قَالَ اَنۡتِ عَلٰى مَكَانِكِ وَاَنۡتِ عَلٰى خَيۡرٍ ۔

اس حدیث سے سند لانا کہ ازواج خارج ہین سخت غلطی ہی کیونکہ اُس سے تو ظاہر ہوتا ہی کہ جو لوگ منطوق آیت مین بہ لحاظ سیاق وسباق داخل نہ تھے اُن کو نبی علیہ السلام نے بذریعہ اپنی دعاے مستجاب کے شامل کرلیا اور ام سلمہ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر بیٹھی رہو تم ازروے سیاق وسباق آیہ کے اُسکے منشا مین شامل اور اہل خیر سے ہو۔ یون تو حجتون کا سلسلہ دراز ہی مگر قرآن پاک سے جو بات پیدا ہوتی ہی اُسکو ہر متوسط الفہم خود سمجھ سکتا ہی معتقدان قرآن پر لازم ہی کہ محبت پر صحاب کبار اور اہل بیت اطہار کے ہمیشہ ثابت قدم رہین اور لوجہ اللہ وبحب رسول اللہ ان سب بزرگوارون کی نسبت یہی عقیدہ رکھین لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ[1] بدگمان فرقون کے ساتھ میرے خیال مین وہی برتاؤ مناسب ہی جسکی ہدایت اس آیہ کریمہ مین خدا نے کی ہی وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغۡوَ اَعۡرَضُوا عَنۡهُ وَقَالُوا لَنَا اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ لَا نَبۡتَغِي الۡجٰهِلِيۡنَ[2] ۔ (سورہ القصص پارہ ۲۰ رکوع ۶)

حدیقہ (۲۱)

بیان مین حروف مقطعات کے

حروف تہجی جب حسب مذاق اہل لسان ایک دوسرے کے ساتھ لفظاً خواہ

---

[1] درمیان اُن لوگون کے ہم تفریق نہین کرتے ۱۲

[2] اور جب لغو بات سنتے ہین تو اُس سے کنارہ کرتے ہین اور کہہ دیتے ہین کہ ہمارے عمل ہمکو اور تمھارے عمل تمکو مین تم پر سلام ہو ہم جاہلون کے خواستگار نہین ہین ۱۲

تقدیراً ملتے ہین تو اُن سے معانی لغویہ کا استفادہ کیا جاتا ہی لیکن نفس حروف جو کلمہ و کلام کے عناصر ہین اُنکو افادہ معنی سے محرومی حاصل ہی ہان اختصار پسند طبیعتین علاوہ ترکیب لفظی کے کبھی ان حروف سے اشارات کا کام لیتی ہین اور کبھی اُن سے اعداد کا بھی استنباط کیا جاتا ہی۔ اِن حروف کے اسما مثل اسماے دیگر معنے مستقل رکھتے یعنے نفس حروف تہجی پر دلالت کرتے ہین اسیلیے خلاصہ بیان یہ ہوا کہ لفظ الالف بامعنی اور اُسکا مسمی (ا) بے معنی ہی۔ قرآن پاک مین چودہ حروف تہجی اُنتیس سورتون مین حسب ذیل عاری از ترکیب لغوی واقع ہین۔

حروف	نام سورہ جن کے اوائل مین یہ حروف آئے ہین
الم	البقرہ۔ آل عمران۔ العنکبوت۔ الروم۔ لقمان۔ السجدہ
المر	الرعد
المص	الاعراف
الر	یونس۔ ھود۔ یوسف۔ ابراھیم۔ الحجر
کھیعص	مریم
طسم	الشعرا۔ القصص
طس	النمل
یس	یس
حم	المومن۔ حم السجدہ۔ الزخرف۔ الدخان۔ الجاثیہ۔ الاحقاف۔
حمعسق	الشوری

حروف	نام سورہ جنکے اوائل مین یہ حروف آئے ہین
ص	ص
ق	ق
ن	المؤمن
طہ	طہ

ایک مقدس گروہ نے ان حروف کی اصلیت یہ بیان کی ہو کہ وہ اسرار الٓہی پر مشتمل ہین چنانچہ شعبی لوگون سے فرمایا کرتے تھے کہ ان حروف کے مقاصد کی جستجو مت کرو لیکن بال کی کھال نکالنے والے متکلمین کب سکوت کرتے اُنھون نے سمند خیال کو مہمیز کیا اور مختلف تعبیرین دنیا کے سامنے پیش کین۔ بعضون نے کہا کہ وہ سب خدا کے نام ہین اور بعضون نے کہا کہ قرآن پاک کے اسامی گرامی ہین بعضون نے مناسب جملون یا الفاظ کو ان حروف کا مشار الیہ قرار دیا اور بعضون نے کچھ اور سمجھا مگر حقیقت یہ ہو کہ اِن حروف کی حقیقت اسطرح نہین کھلی کہ اُسپر عام اتفاق ہوسکے اب مین چند تعبیرون کا ذکر کرتا ہون جو زیادہ دلچسپ نظر آتی ہین

اولاً۔ یہ حروف اُن سورتون کے نام ہین جنکے شروع مین وارد ہوے ہین اور صاحب مدارک نے لکھا ہو کہ جمہور علما کا یہی مسلک ہو لیکن چند سورتون کا ایک ہی نام سے بلاضرورت موسوم کرنا کسی قدر بعید از قیاس ہو اور یہ واقعہ بھی دلنشین نہین ہوتا کہ خدا کے رکھے ہوے نام اکثر متروک ہوے اور دوسرے نامون سے اُن سورتون کی شہرت خود نبی علیہ السلام کے عصر مین ہوگئی۔

ثانیاً۔ جماعت کفار سماعت قرآن سے اعراض کرتی تھی اسلیے چند حروف غیر مرکب

بعض سورتون کے شروع مین لائے گئے تاکہ غیر معمولی روش کو دیکھ کے اُن لوگون کے خیالات طرف سماعت کے رجوع ہون۔

ثالثاً۔ عرب کا معمول تھا کہ وہ تقریرون کی جدائی مختلف ذرائع سے ظاہر کرتے تھے خدا نے بھی اپنے مہذب کلام کا استیناف (آغاز) بعض سورتون مین حروف تہجی کے تلفظ سے ظاہر فرمایا شاید یہی وجہ ہی کہ بے معنی حروف کے لانے مین مخالفون کی طرف سے اعتراضون کی بوچھار نہین ہوئی ورنہ اُنکا جواب منجانب نبی علیہ السلام صریح الفاظ مین دیا جاتا اور مقصود باری حلقہ اشتباہ سے باہر نکل جاتا اب سوال یہ ہی کہ ان چودہ حروف کو اور دوسرے حروف کے کیون ترجیح دی گئی اُسکا جواب یہ ہی کہ علم آلہی مین کوئی وجہ ترجیح رہی ہو گی جس سے ہم لوگ بے خبر ہین مگر غالب قیاس یہی ہی کہ ان حروف مقطعات مین ذخیرۂ برکات مخزون ہی جو پڑھنے والون کو دینی و دنیوی فوائد سے بہرہ مند کرتا ہی چنانچہ معتمد تجربہ کارون نے معاملات دنیا مین ان حروف کے آثار جمیلہ کا تجربہ بھی کیا ہی واللہ اعلم بالصواب

حدیقہ (۲۲)
تذکرہ مین تعبیر قرآن کے

حدیقہ (۱) مین بیان کیا گیا کہ وحی الی الانبیا کی قسم متلو کو کلام اللہ اور قسم غیر متلو کو سنت (حدیث قدسی) کہتے ہین پس دونون چشمۂ فیض کا منبع ایک ہی ہی اور معنیً وحکماً ان کے مراتب مین کوئی تفرقہ نہین کیا جاسکتا لیکن نظم قرآنی بالخصوص منزل من اللہ ہی اسیلیے باعتبار

اپنی نظم کے اُسکو حدیثون پر بالضرور درجہ تفوق کا حاصل ہی۔ معانی اور الفاظ کے سوا ایک اہم مرحلہ استناد کا ہی اس مرحلہ مین قرآن کا رتبہ حدیث سے بہت اونچا ہی۔

فائدہ

باعتبار قلت وکثرت راویون کے خبر کی تین قسمین قرار دی گئی ہین ان سب مین اعلی درجہ اخبار متواترہ کا ہی یعنے ایسی خبرین جنکی روایت بشمار راویون نے کی ہو یہ تعریف متواتر کی بعض علمائے[۱] اصول نے لکھی ہی اور شک نہین کہ جس خبر کے راوی بشمار ہون اُسکی صداقت پر اطمینان کامل حاصل ہوتا ہی اور کسی عاقل کو اسکی صحت پر موقع اشتباہ باقی نہین رہ جاتا۔ محدثون نے اور اکثر اصولی علمانے بھی متواتر کی یہ تعریف کی ہی کہ اُسکے راوی اس کثرت سے پائے جائین جنکا اتفاق اوپر کذب کے خلاف قیاس متصور ہو یہ تعریف کسی قدر زیادہ وسیع ہی اور ممکن ہی کہ ایک گروہ کسی جماعت کی نسبت اعتقاد کرے کہ اسکا اتفاق اوپر کذب کے خلاف قیاس ہی مگر دوسرا گروہ اسطرح کے اتفاق کو ممکن الوقوع قرار دے فرق بین درمیان دونون تعریفون کے یہ ہی کہ پہلی صورت مین محض کثرت روات صداقت خبر پر اطمینان دلاتی ہی اور دوسری صورت مین معتقدون کے خیالات پر راویون کی ذاتی وقعت کا بھی اثر پڑتا ہی بہ لحاظ دونون تعریفون کے قرآن کی سند نبی علیہ السلام تک بتواتر پہونچ گئی ہی لیکن

[۱] صاحب التوضیح والتلویح اور مصنف شرح القبول (جو ایک عمدہ کتاب فن اصول کی ہی) نے لکھا ہی کہ یہ رائے ایک جماعت اصولین کی ہی لیکن جمہور کے نزدیک عدم احصا واسطے ثبوت تواتر کے مشروط نہین ہی ۱۲

حدیثون مین باعتبار معنی اول ایک بھی متواتر نہین ہی ہان بلحاظ معنی ثانی چند حدیثین متواتر
نشان دی جاتی ہین۔ متواتر سے فروتر درجہ مشہور کا ہی جسکی تعریف علماے[1] اصول نے
یہ کی ہی کہ ابتدا مین اُسکے راوی معدودے چند رہے ہون لیکن زمانۂ مابعد مین (عہد تابعین
و تبع تابعین مین) راویون کی تعداد اسقدر بڑہ گئی ہو جن کا اتفاق اوپر کذب کے خلاف قیاس
سمجھا جائے[2]۔ اسطرح کی ترقی تعداد روات کی اگر بہ نظر غامض دیکھی جائے تو اُس شبہہ کو جو
محدود راویان قرن اول پر ہوتا تھا رفع نہین کرتی لیکن ایک گونہ صورت اطمینان کی اس خیال
سے ضرور پیدا ہوتی ہی کہ اگر وہ خبر لائق وثوق کے نہوتی تو زمانہ مابعد کے اتقیا اُس ہر روایت
کو قبول کرکے بکثرت روایت کرنا گوارا نہ فرماتے۔ محدثون نے دائرۂ شہرت کو کچھ اور زیادہ
وسیع کردیا اور اُنکے نزدیک اگر دو سے زیادہ راوی ہر درجہ مین پائے جائین تو خبر مروی
حلقہ مشہور مین آجاتی ہی۔ تعریفون کے اختلاف کا بالمقابلہ یہ اثر پیدا ہوتا ہی کہ اگر قرن اول
مین ایک یا دو راوی نے کسی حدیث کی روایت کی اور قرن ثانی و ثالث مین کثرت سے
راوی کھڑے ہوگئے تو اُس حدیث کو علماے اصول اقسام مشہور مین اور محدثین اقسام
احاد مین شمار کرینگے اور اگر مثلاً محض تین راوی ہر درجہ مین موجود ملین تو محدثین حدیث

[1] جو اصولی خبر متواتر کے لیے بیشمار راویون کی ضرورت ظاہر کرتے ہین اُنکی رائے کے موافق وہ خبرین جنکے راوی قرن اول و قرون مابعد مین بھی اس کثرت سے ہون کہ اُنکا اتفاق اوپر کذب کے مستبعد عن القیاس سمجھا جاوے بربناے اس تعریف کے اقسام مشہور سے بھی باہر ہوجاتے ہین اسیلیے موافق اُنکے مذاق کے یہ کہنا پڑیگا کہ یہ تعریف فروتر درجہ مشہور کی ہی اور اگر قرن اول مین بھی راویون کی ایسی ہی کثرت پائی جاوے تو خبر مروی بطریق اولیٰ داخل قسم مشہور ہوگی ۱۲

[2] شارح القبول فرماتے ہین کہ بعد قرن ثالث شہرت کا اعتبار نہین ہی اسیلیے بخصوص قرات فاتحہ اور تسمیہ فی الوضو زیادتی اوپر کتاب اللہ کے جائز نہین رکھی جاتی ۱۲

مردی کو مشہور کہین گے اور اصولی احاد مین شمار کرین گے یعنے دونون تعریفون کے معروف مین عموم و خصوص من وجہہ کی نسبت ہی۔ موافق تعریف علماے اصول کے مشہور حدیثون کا شمار قلیل ہی لیکن اپنی تعریف کے موافق محدثین بکثرت مشہور حدیثون کا نشان دے سکتے ہین جو بوجہ ہونے کثرت رواۃ متذکرہ بالا احاد کی تعریف مین داخل اور تابع انھین شرائط احتیاطی کی ہین جنکی ضرورت فن اصول مین بنسبت روایت احاد تسلیم کی گئی ہی۔ یون تو اصطلاحات کے مقرر کرنے مین ہر ایک فرقہ اہل فن کا آزاد ہی لیکن اہل نظر اقرار کرین گے کہ اصولیون نے احادیث مشہور کی قرارداد مین زیادہ احتیاط مرعی رکھی ہی اور وہ نسخ قرآن پر صرف انھین حدیثونکو موثر کرتے ہین جو موافق اُنکی تعریف کے مشہور سمجھی جاتی ہون بہرحال دونون فریق کی قرارداد مشہور حدیثین اطمینان قطعی اس بات کا نہین دلاتین کہ درحقیقت نبی علیہ السلام کے ارشاد کے موافق ہین اور یہی وجہ ہی کہ عیسی بن ابان اور جمہور علماے حنفیہ حدیث مشہور کے منکر کو کافر نہین کہتے۔ متواتر اور مشہور کے علاوہ کل اخبار داخل احاد ہین اور کتب حدیث مین زیادہ تر حدیثین حسب تعریف علماے اصول اسی حلقہ مین داخل ہین اُنکی صحت پر ہر چند ایسا اطمینان نہین ہی کہ تحدید احکام قرآنی پر موثر ہوسکین لیکن پھر بھی بشرائط چند جنکی تصریح کتب اصول مین ہوئی ہی اُنکے احکام مثل حدیث مشہور واجب العمل ہین۔

امام اعظم اپنے سلسلہ اجتہاد مین بڑی دانشمندی کے ساتھ فرق مراتب اسناد کا لحاظ رکھتے تھے جسکی بنیاد پر کبھی کبھی بعضون کو مغالطہ پڑا اور وہ یہ سمجھے کہ حنفی فقہ مین عظمت حدیث کا ادب نہین کیا جاتا۔

سنداً قرآن کی صحت روایت پر ہرگز کسی شبہہ کی گنجایش نہین ہو البتہ تعبیر قرآنی کا مرحلہ سخت ہی جسکا تذکرہ بالاختصار حوالہ قلم کیا جاتا ہی۔

امام رازی نے تفسیر سورۂ آل عمران مین اپنی تحقیق بخصوص آیات متشابہ و محکم کے ظاہر کی ہی جسکا خلاصہ مین اس موقع مین تحریر کرتا ہون وہ فرماتے ہین کہ اگر لفظ کے معنے لغوی معین اور محتمل لغیرہ نہون تو نص ہو اور بحالت احتمال معنی غیر اگر ایک معنی راجح اور دوسرا مرجوح ہو تو پہلی صورت مین لفظ کو ظاہر اور دوسری صورت مین ماول کہتے ہین۔ ایسی صورت مین کہ دونون معانی محتملہ مین کسی ایک کو لفظاً ترجیح نہ دیجاسکتی ہو تو اُس لفظ کو مشترک کہین گے لیکن جب علے التعیین احد المعینین پر نظر کی جاے تو اُس لفظ کو مجمل سمجھنا چاہیے۔ نص اور ظاہر دونون قسمین محکم کی ہین لیکن نص قطعاً مانع عن الغیر ہو اور ظاہر کو یہ مرتبہ حاصل نہین۔ مجمل اور ماول کو ہرگاہ صفت رجحان سے بہرہ مندی نہین ہو اسلیے وہ دونون متشابہ کی تعبیر مین داخل ہین انتہی پس الفاظ مجمل کی نسبت ضرورت داعی ہو کہ بغرض تعیین معنی مراد کے دلیل خارجی ڈھونڈھی جاے اور ماول کے معاملہ مین تو بہت قوی دلیل خارجی اسلیے ضروری ہو کہ اُسکی حمایت مین معنی مرجوح کے اختیار کرنے کی کافی توجیہ لائق قبول ارباب عقول کے ہوسکے امام رازی بجا فرماتے ہین کہ محض دلائل لفظیہ سے یہ مرحلہ لائق اطمینان طی نہین ہوسکتا کیونکہ دلائل لفظیہ کا مقابلہ تو خود لفظ نزاعی کے معنے راجح کررہے ہین اسلیے لازم ہو کہ بغرض تائید تاویل کے ایسی روشن عقلی دلیلین پیش کیجائین جو یقیناً ثابت کردین کہ معانی مرجوح درحقیقت مقصود بالبیان ہین۔

لفظی اقسام متذکرہ بالا مین نص کو ایسی قوت افادہ معنی کے حاصل ہو کہ اُسکی تعبیر مین کسیکو

موقع گفتگو حاصل نہین ہوسکتا۔ ظاہر کی تعبیر مین البتہ ایک ضعیف موقع گفتگو کا حاصل ہے لیکن ارباب دیانت بلاضرورت خاص جسکی تائید قطعی دلیلون سے ہوتی ہو معنی راجح سے عدول نہین کرتے نہ اس طرح کے عدول کو جائز سمجھتے ہین پس اب مجمل اور ماول دو ہی قسمین ایسی باقی رہگئین جو تعین معنی مین دلیل خارجی کی محتاج ہین۔ احتیاج کے اس مرحلے کو خادمان قرآن بہ رہنمائی حدیث شریف طے کر سکتے ہین اور خدا کی دی ہوئی عقل سلیم بھی دستگیری کے لیے حاضر ہے لیکن حق یہ ہے کہ راستہ خطرناک ہے بغیر رہنمائی حدیث کے محض عقل پر بھروسہ کر لینا اندیشہ دلاتا ہے کہ چلنے والا پھسل جائے اور قعر گمراہی مین گر پڑے۔ نص اور ظاہر کے احکام کا بذریعہ ارشاد مابعد بدل جانا اُس زمانے مین ممکن تھا جبکہ وحی الٰہی صادر ہوتی رہتی تھی چنانچہ آیات محکمات مین بہ سند قرآن وحدیث کے ایسے تغیرات کا وجود ملتا ہے۔

فن اصول مین وجوہ بیان بہت تفصیل کے ساتھ تحریر ہین لیکن مین اس موقع مین اُنکا بہت مختصر خلاصہ ہدیہ ناظرین کرتا ہون۔

بیان تقریر و بیان تفسیر

ان دونون قسم بیانات کی غرض یہ ہے کہ معانی مقصود کا تعین کیا جاے لیکن اصطلاحًا بیان تقریر کی غایت یہ ہے کہ اُس سے احتمال مجاز و تخصیص کا قطع کیا جاے اور مین یون بھی کہہ سکتا ہون کہ جس بیان سے معنے راجح کی توثیق اور معنی مرجوح کی تردید ہوتی ہو اُسکو علماے اصول بیان تقریر نامزد کرتے ہین۔ قسم دوم یعنے بیان تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ اُسکے ذریعہ سے

مشتبہ الفاظ کے معانی مقصود معین کیے جائین یعنے یہ کہ مشترک لفظ کے معانی مختلفہ مین متکلم
کی کیا مراد ہی یا یہ کہ معنی راجح سے عدول کرکے کسی لفظ کا معنے مرجوح کیون مقصود بالبیان ہی
اِن دونون قسم کے بیانات نسبت نظم قرآنی کے بروقت تنزیل اور اُسکے بعد بھی گنجائش پذیر تھے
قرآن مین اور کثرت کے ساتھ احادیث مین اسطرح کے بیانات موجود ہین اور ابتک علماے اسلام
بقدر اپنی طاقت کے بیانات تقریر و تفسیر بغرض افادہ عوام کرتے جاتے ہین۔

بیان تغیر

بیان تغیر سے یہ مراد ہی کہ الفاظ کے معانی عام مین کوئی شرط مخصص لگائی جائے
یا بذریعہ استثنا اُسکی وسعت گھٹا دیجائے اسطرح کی تخصیص اور اسطرح کا استثنا ہر ایک ذی شعور
صادق البیان کے کلام مین صرف بسلسلۂ تکلم لگایا جاتا ہی چنانچہ امام ابو حنیفہ نے یہ رائے ظاہر کی
ہی کہ بعد تکلم الفاظ عام کے اگر تراخی کے ساتھ مخصصات کا استعمال ہو تو وہ بیان تغیر نہین بلکہ
بیان تنسیخ ہی اور اُسکو انھین شرائط احتیاطی کا پابند ہونا چاہیے جو باب مین بیان تنسیخ کے
مذکور ہین لیکن امام شافعی فرماتے ہین کہ الفاظ عام قطعی الدلالت نہین ہین اسلیے بعد انکے استعمال
کے موقع تفسیر کا باقی رہتا ہی اسی بنیاد پر انکی رائے مین مخصصات مابعد بیان تفسیری مین داخل
اور شرائط بیانات تنسیخی سے آزاد ہین۔ موافق رائے امام شافعی کے آیات قرآنی بلکہ احادیث مشہورہ
کی بھی وقعت بہت گھٹ گئی اور یہ گنجائش نکل آئی کہ احادیث احاد سے عام حکم قرآن کا محدود کر دیا جائے
لیکن امام ابو حنیفہ احادیث احاد کا ایسا اثر تسلیم نہین کرتے اور اُنکی رائے مین صرف بہ حمایت

احادیث مشہورہ عام معانی قرآن کی تخصیص یا یون کہیے کہ اُسپر زیادتی ممکن ہی۔ دونون فریق کے دلائل اپنے محل مین بیان کیے گئے ہین لیکن باانتیاز ناظرین بادی النظر مین سمجھ سکتے ہین کہ امام اعظم کی راے زرین نے کس قدر احتیاط کے پہلو کو محفوظ رکھا ہی۔

کم استعداد عوام احادیث احاد کو دیکھ کے یہ راے قائم کر لیتے ہین کہ علماے حنفیہ عامل بالحدیث نہین ہین لیکن اکثر اُنکے مغلطہ کی بنیاد یہی ہوتی ہی کہ وہ لوگ ضوابط اصول سے ناواقف ہین اور اُنکی نظر اس دقیق نکتہ تک نہین پہونچتی کہ کلام آلہی کے خلاف چند غیر معصوم عن الخطا راویون کی بات مان لینی کسقدر خطرناک ہی۔ ارشاد نبوی کی تعمیل بالضرور ہر مسلمان کے فرائض منصبی مین داخل ہی لیکن یہ بھی تو اندازہ کر لینا چاہیے کہ روایۃً مروی حدیثون مین اتنی قوت کا بھی وجود ہی کہ وہ قرآن کے وسیع دائرہ کو محدود کر سکین۔ کتاب اللہ کے باوقعت ہونے کا اندازہ اس حکایت سے ہو سکتا ہی جو اپنی کتاب الطیوریات مین بسند صحیح سلفی نے ابن عمر سے روایت کی ہی کہ حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ سنن کو تحریر کرین ایک مہینہ استخارہ کرتے رہے اور پھر جب لکھنا چاہا تو فرمایا کہ مجھے اگلی قوم یاد آ گئی جسنے کوئی کتاب لکھی اور کتاب اللہ کو چھوڑ کے اُسی پر جھک پڑی (تاریخ الخلفا) جیسا کہ مین نے اوپر تحریر کر دیا حنفیہ یہ نہین کہتے کہ حدیث احاد ناقابل عمل ہین بلکہ وہ لوگ ایسی حدیثون کے قبول کرنے مین احتیاطی شرائط کی پابندی لازم جانتے ہین اور یہ کارروائی اُنکی از سرتاپا دیانت فی الدین کی نشانی ہی۔ روایت احاد مین احتیاط کرنے کی سند امیر المومنین ناطق بالصواب عمر بن الخطاب کے فعل سے بسند صحیح حاصل ہوتی ہی۔ مروی ہی کہ ابو موسیٰ نے حضرت عمر کے سامنے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب تم مین سے کوئی شخص تین مرتبہ اذن چاہے

اور نہ ملے تو لوٹ جائے حضرت عمر نے یہ سن کے فرمایا کہ اپنے بیان کی صداقت پر گواہ لاؤ ورنہ تمکو سزا دیجائیگی۔ ابو موسیٰ بہت گھبرائے لیکن خوش نصیبی سے اُنکو گواہ مل گئے اور دار و گیر قاقی سے محفوظ رہے (صحیح مسلم باب الاستیذان) ابو موسی کی حالت سے حضرت عمر کو ذاتی واقفیت تھی باانیہمہ اُنکا اسقدر تشدد کیا ہم لوگون کو آگاہ نہین کرتا کہ احادیث احاد کے قبول کرنے مین احتیاط کرین اور اقل درجہ آیات قرآنی کی ترمیم مین تو اُسکو محض ناکافی سمجھین۔

بیان ضرورت

بیان ضرورت ایسے اظہار مدعا کا نام ہے کہ بغیر امداد الفاظ جو واسطے ظاہر کرنے مقاصد انسانی کے وضع کیے گئے ہین مخاطب کو دیگر قرائن سے منشاء متکلم کی آگاہی ہوجاے اسطرح کے بیان کا یہی فائدہ ہے کہ مطلب حاصل ہوجائے اور سلسلہ کلام بھی دراز نہو چنانچہ قرآن پاک مین بھی اس طرح کا بیان موجود ہے فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ[له] ج (پارہ ۴۔ سورہ النساء رکوع ۲)

اس آیہ مین یہ تو بیان کیا گیا کہ مان کا منجملہ متروکہ متوفی ایک ثلث حصہ ہے لیکن پدری حصہ کی تشریح لفظاً نہین ہوئی باانیہمہ ادنی سمجھ کا آدمی بھی سمجھ جاتا ہے کہ بحالت ہونے دو وارثون کے جب مان کا ایک ثلث حصہ ہے تو باقی دو ثلث بالضرور دوسرے وارث یعنے پدر متوفی کا حق ہوگا۔

[له] اگر متوفی کے اولاد نہو اور ماں باپ اُسکے ہون تو مان کا حصہ ایک ثلث ہے ۱۲

بیان تبدیل جسکو نسخ بھی کہتے ہین

بشری احکام کی اکثر یہ حالت یہی ہی کہ صادر کرنے والا خود نہین جانتا کہ اُسکا حکم کب تک نافذ رہیگا لیکن باری تعالی عز اسمہ کان و ما یکون کا عالم ہی اُسنے ہر چند صدور حکم کے ساتھ مدت نفاذ کی اپنے بندون کو اطلاع نہین دی تاہم اُسپر پوشیدہ نہ تھا کہ جو حکم صادر کیا جاتا ہی وہ موقت ہی یا موبد ہی اگر موقت ہی تو کس دن کس تاریخ اور کس ساعت تک نافذ رہیگا پس جب اُسنے موافق اپنے علم ازلی کے بتادیا کہ اب مدت نفاذ گذر گئی تو بظاہر سمجھا گیا کہ حکم آلہی مین رد و بدل کی نوبت آئی لیکن درحقیقت حکم مین کچھ بھی تغیر و تبدل نہین ہوا بلکہ وہ اپنے محل مین نافذ تھا اور اپنے ہی محل مین غیر نافذ ہوگیا اسی بنیاد پر علماے اصول فرماتے ہین اَلنَّسخُ بَیَانٌ لِمُدَّۃِ الحُکمِ فِی حَقِّ صَاحِبِ الشَّرعِ وَالتَّبدِیلُ فِی حَقِّ العِبَادِ [۱] بوجہ لاعلمی اس نکتۂ شگرف کے بعض مخالفین اسلام خدا کے کلام لَا تَبدِیلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ (پارہ ۱۱ - سورہ یونس رکوع ۷) [۲] پر بحوالہ نسخ و تنسیخ تعریض کرتے ہین یا یہ کہتے ہین کہ خدا کو مصلحت آیندہ کا علم نہ تھا اور بعد از تجربہ اُسنے آگہی حاصل کی تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا

تفسیر مین اختلاف کرنا دوسری بات ہی لیکن اجماع و قیاس کو کوئی دانشمند ناسخ قرآن تسلیم نہین کرسکتا۔ خود آیت قرآنی ناسخ کسی دوسری آیت ماقبل کی ہوسکتی ہی اور جمہور علما قائل ہین

---

[۱] نسخ بیان کرنا مدت کا ہی حق مین صاحب شرع کے اور تبدیل حکم ہی بندون کے حق مین ۱۲

[۲] خدا کے کلمات مین کوئی فرق نہین آتا ۱۲

کہ ایسا نسخ وجود مین بھی آیا ہی پس اب یہ سوال باقی رہا کہ حدیثین ناسخ حکم قرآن ہوسکتی ہین یا نہین
امام ابوحنیفہ کہتے ہین کہ ہوسکتی ہین اور امام شافعی کی راے ہی کہ نہین۔ بادی النظر مین خیال پیدا
ہوتا ہی کہ امام شافعی احکام قرآنی کی بمقابلہ امام ابوحنیفہ زیادہ حفاظت کرتے اور اُنکی زیادہ وقعت
تسلیم کرتے ہین لیکن درحقیقت یہ بات نہین ہی۔

اولاً امام شافعی مابعد کے بیانات مخصص کو جیسا کہ مین نے قبل اسکے بیان کیا داخل
بیان تغیر کرتے اور احادیث احاد کو بھی قرآن پر موثر کردیتے ہین مگر حنفیہ کی راے مین ایسے بیانات
حلقۂ نسخ مین داخل ہین اور وہ لوگ سواے حدیث مشہور کے بذریعہ احادیث احاد کسی طرح کی
زیادتی اوپر قرآن کے جائز نہین رکھتے۔

ثانیاً امام شافعی فرماتے ہین کہ حدیث کی تنسیخ بھی قرآن سے نہین ہوسکتی اور حجت یہ
پیش کرتے ہین کہ اگر اسطرح کا نسخ وقوع مین آئے تو طعن کرنے والون کو یہ خیال پیدا ہوگا کہ خدا
اپنے نبی کو جھٹلاتا ہی مگر یہ دلیل بداہۃً ناقص ہی کیونکہ جھٹلانا اور بات ہی اور اختلاف دوسری چیز
ہی خداوند عزاسمہ مالک کل ہی وہ اختیار رکھتا ہی کہ اپنے بندون کے حکم کو اگرچہ وہ رسول ہی
کیون نہون اپنے حکم محکم سے بدلدے الغرض شافعیہ قرآن کو نسخ حدیث کی وقعت نہین
دیتے اور حنفیہ معترف ہین کہ اسکو اس طرح کی وقعت حاصل ہی۔

حنفیہ کہتے ہین کہ ہر طرح کا نسخ قرآن مین بذریعہ حدیث مشہور کے ممکن ہی اسلیے ضرورت
ہی کہ مین اُنکے خیالات کو کسی قدر وضاحت کے ساتھ بیان کرون۔ اُنکے نزدیک نسخ کی دو صورتین ہین
ایک وہ جسکو شافعیہ ساتھ بیان تغیر کے تعبیر کرتے ہین اور مین اُسکو نسخ جزئی کے ساتھ

تعبیر کرتا ہون اُسکی صورت یہ ہو کہ عام احکام مین کوئی قید مخصص از قسم شرط وغیرہ لگائی جائے۔

دوسری یہ کہ حکم قرآن کا بالکل بدل جاے اور مین اسکو نسخ کلی کے ساتھ تعبیر کرتا ہون

دونون طرح کے نسخ قرآن مین بذریعہ حدیث بدین حجت ممکن الوقوع ہین کہ حدیثین بھی خدا ہی کے

حکم کا اظہار کرتی ہین درمیان اُنکے اور قرآن کے اتنا ہی فرق ہو کہ قرآن بہ حسب نظم جیسا کہ عنوان

حدیقہ مین بیان کیا گیا حدیث پر فائق ہو لیکن نظم کو نسخ و تنسیخ سے کوئی تعلق نہین ہو۔ نسخ جزئی

کے وقوع کا حنفیہ اقرار کرتے ہین کیونکہ اگر اُسکا اقرار نہ کیا جاے تو بہت احکام شرعی معطل

رہ جائین لیکن نسخ کلی کی بابت محقق علما کی یہ رائے ہو کہ وہ محض عقلاً ممکن کہا جاتا ہو لیکن درحقیقت

وقوع مین نہین آیا ہو اور جس موقع مین خیال کیا جاتا ہو کہ حدیث نے قرآن کے حکم کو منسوخ

کیا ہو وہان خود آیات ناسخ کا نشان موجود ہو۔

مجھکو موقع حاصل نہین ہو کہ جملہ ادلّہ متعلقہ کا بیان کرون مگر بعض کا تذکرہ اس کتاب کے

مناسب حال ہو اسلیے مین اُنکو بیان کرتا ہون۔ امام شافعی اس حدیث پر استدلال کرتے ہین

حدیث

اِذَا رُوِیَ لَکُمْ عَنِّیْ حَدِیْثٌ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ فَمَا وَافَقَہٗ فَاقْبَلُوْهُ وَاِلَّا فَرُدُّوْهُ۔	جب تمھارے واسطے میری کوئی حدیث روایت کی جاے تو اُسکو کتاب اللہ پر پیش کرو پس اگر موافق ہو تو قبول کرو ورنہ اُسکی تردید کرو۔

صاحب سفر السعادت اس حدیث کو اشد موضوعات مین شمار کرتے ہین اور ابن حجر عسقلانی نے

کہا ہی کہ جن طریقون سے یہ حدیث مروی ہی اُن مین محل گفتگو باقی ہی۔ شافعیہ پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ اگر یہ حدیث صحیح ہی تو آپ احادیث کے روسے کتاب اللہ پر زیادتی کو کیون جائز رکھتے ہین لیکن اس اعتراض کا وہ جواب دے سکتے ہین کہ عدم موافقت سے مراد یہ ہی کہ حدیث جب ضد قرآن ہو تو نا قابل قبول ہی اور بصورت زیادتی یعنے لگانے مخصصات کے ایسی نا موافقت پیدا نہین ہوتی اس موقع مین حدیث ذیل تذکرہ کے لائق ہی جسکو دار قطنی نے روایت کیا اور مشکوۃ مین بھی نقل کی گئی ہی۔

حدیث

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامِيْ لَا يَنْسَخُ كَلَامَ اللّٰهِ وَكَلَامُ اللّٰهِ يَنْسَخُ كَلَامِيْ وَكَلَامُ اللّٰهِ يَنْسَخُ بَعْضُهٗ بَعْضًا۔	جابر سے روایت کی گئی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہین کرتا اور کلام اللہ میرے کلام کو منسوخ کرتا ہی خدا کا ایک کلام دوسرے کو منسوخ کرسکتا ہی۔

حنفیہ اس دلیل کا دو طرح جواب دیتے ہین۔

ایک یہ کہ رسول اللہ نے اپنی رائے اور اپنے اجتہاد سے جو حکم دیا ہو وہ کلام الٰہی کا ناسخ نہین ہوسکتا لیکن جو حکم بہ تبعیت وحی صادر ہوا ہو وہ تو خود خدا ہی کا کلام ہی غرض یہ کہ حدیث کی مراد اُس کلام نبوی سے ہی جو رائے و اجتہاد سے ارشاد ہوا ہو لیکن یہ جواب بہ لحاظ عموم معنے کلام کے تاویلی معلوم ہوتا ہی۔

دوسرے یہ کہ حدیث مستدلہ منسوخ ہی مگر یہ جواب بے وقعت ہی کیونکہ جو کچھ حدیث مین بیان کیا گیا وہ ایک خبر ہی اور جیسا کہ علماے اصول تسلیم کرتے ہین خبر تنسیخ کے لائق نہین ہوتی میرے خیال مین مضمون حدیث کا عقلاً بہت ٹھیک ہی اور اُس سے امام شافعی کی اس راے کی تردید ہوتی ہی کہ قرآن حدیث کو منسوخ نہین کرسکتا۔ خیال کیا جاتا ہی کہ یہ حدیث امام ابوحنیفہ کی راے کے بھی خلاف ہی چنانچہ اسی بنیاد پر علماے حنفیہ وہ جواب دیتے ہین جنکو مین نے بیان کردیا لیکن خود میرے خیال مین یہ حدیث راے امام ابوحنیفہ کے خلاف نہین ہی بلکہ اُنکی تائید کرتی ہی۔ کیونکہ لفظی تعبیر جس طور پر کیجاے لیکن شافعیہ اور حنفیہ دونون نسخ جزئی کے قائل ہین اختلاف صرف نسخ کُلّی مین ہی مگر محقق علماے حنفیہ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا صرف اُسکے امکان کے قائل ہین۔ حدیث محولہ مین نسخ سے مراد اُسکا فرد کامل یعنی نسخ کُلّی ہی اور مضمون حدیث اُسکے امکان عقلی کی تردید نہین کرتا ہان وقوع کی تردید ضرور کرتا ہی جسکے قبول کرنے مین عذر نہین۔ پس حاصل یہ نکلا کہ نبی کا کلام (بطور نسخ کُلّی یا یون کہیے کہ بشکل ضد یک دیگر) خدا کے کلام کو وقوعاً منسوخ نہین کرتا ہان خدا کا کلام پاک نبی کے کلام کو اور خود اپنے کلام کو اسطرح منسوخ کرسکتا ہی۔

فائدہ

بقدر ضرورت جو کچھ بیان کیا گیا وہ خلاصہ اصول فرقہاے متحد الاعتقاد کا ہی لیکن جماعت اسلامیہ مین مختلف الاعتقاد فرقون کا بھی وجود ہی۔ جن کے مجموعہ احادیث واسماء الرجال جداگانہ اور حق یہ ہی کہ اپنے طرز پر مکمل ہین اسلیے اب یہ معقول سوال پیدا ہوتا ہی کہ آخر

ان لوگون کے جھگڑے کیونکر طے ہو سکتے ہین۔

میرا خیال ہے کہ اُنکا طے ہونا محض مشکل نہین بلکہ غیر ممکن کے قریب ہے بااینہمہ اُسکی ایک شکل بیان کی جاتی ہے۔ معرکۂ صفین مین اچھے بُرے ہر طرح کے مسلمان جمع تھے ایک گروہ کو عراق کی ثالثی ناپسند تھی اور وہ خیال کرتے تھے کہ گروہ مخالف نے یہ بحث واسطے حاصل کرنے مہلت جنگ کے پیش کی ہے اور بعض کو ابو موسی کے ثالث کرنے مین گفتگو تھی بااین ہمہ جو اقرار نامہ ثالثی لکھا گیا اُسکے اصول پر کسی کو اعتراض نہ تھا۔

حسب روایت ابن الاثیر اقرار نامہ مذکور بہ عبارت ذیل لکھا گیا تھا ھذا ما تقاضی علیہ علی بن ابی طالب ومعاویۃ بن ابی سفیان قاضی علیؑ علی اھل الکوفۃ ومن معھم وقاضی معاویۃ علی اھل الشام ومن معھم ننزل علی حکم اللہ وکتابہ وان لا یجمع بیننا غیرہ وان کتاب اللہ بیننا من فاتحتہ الی خاتمتہ نحیی ما احیا ونمیت ما امات فما وجد الحکمان فی کتاب اللہ وھما ابو موسی عبد اللہ بن قیس وعمرو بن العاص عملا بہ ومالم یجداہ فی کتاب اللہ فالسنۃ العادلۃ الجامعۃ غیر المفرقۃ[لہ] اس اقرار نامہ مین کتاب اللہ پر فیصلہ ٹھہرا تھا اور جو کچھ قرآن مین نہو اُسکے لیے البتہ سنت پر عمل کرنے کی اجازت

[لہ] فیصلہ کیا علی بن ابی طالب ومعاویہ بن ابی سفیان نے موثر کیا فیصلہ کو علی نے اوپر اہل کوفہ اور اُنکے ساتھیون کے اور معاویہ نے اوپر اہل شام اور اُنکے ساتھیون کے کہ ہم لوگ حکم اللہ اور اُسکی کتاب پر رضامند ہین اور ہم لوگون مین سوا اُسکے کوئی چیز اتفاق پیدا نہین کرسکتی۔ کتاب اللہ ہم لوگون مین شروع سے آخر تک موجود ہے ہم لوگ قائم کرین گے اُس امر کو جسے کتاب اللہ نے قائم کیا اور مٹادین گے جسکو اُسنے مٹایا پس ابو موسی عبد اللہ بن قیس وعمرو بن العاص جو کچھ کتاب اللہ مین پائین اُسپر عمل کرین اور جسکو کتاب اللہ مین نہ پائین اُسکے لیے حدیث عادل جامع غیر مفرق پر عمل کرین ۱۲

دی گئی تھی پس اختلاف مختلف الاعتقاد فرقون کے طی کرنے مین اب بھی وہی خدا کی کتاب حکم بن سکتی ہی اور شک نہین کہ اگر نیک نیتی کے ساتھ اُسکی آیات محکمات پر نظر کی جاے اور دور از تاویلات کو دخل نہ دیا جائے تو وہ اصل الاصول اعتقادات اسلامی کو بتا سکتی ہی۔

جملہ انبیاے مرسل پر وحی الٰہی اُنھین کی قوم کی زبان مین نازل ہوئی جسکی مصلحت یہ تھی کہ وہ قوم جسکا ابتدائً تابع فرمان بنانا مقصود تھا ہدایتون سے بسہولت بہرہ مند ہو احکام کو خود سمجھ بوجھ کے اُن پر عمل کرے چنانچہ موافق اسی عادت مستمرہ کے قرآن عربی زبان مین نازل ہوا جسکے اکثر معانی کو اہل عرب بلا مدد غیرے سمجھ لیتے اور بعض دقائق جنکے سمجھنے مین کم وبیش اُلجھاؤ پڑتا وہ نبی علیہ السلام کی توضیح خواہ اُن لوگون کے بیان سے جنھون نے حضور سے فیض تعلیم حاصل کیا تھا حل ہو جاتے۔ اب ہم لوگون کو فہم معانی مین متعدد دقتین عارض ہین۔

اولاً اکثر افراد عربی زبان سے ناواقف محض ہین۔

ثانیاً جن لوگون کو کم وبیش واقفیت ہی وہ بھی دعوے ہمسری کا اُس طبقۂ عرب کے ساتھ نہین کر سکتے جو بزمانۂ تنزیل موجود اور اپنے مادری لغت اور قومی محاورے سے اُسی طرح ماہر تھا جیسے ہم لوگ اپنی مادری زبان اور اُسکے محاورے سے واقفیت رکھتے ہین

ثالثاً حل معانی دقیق کے لیے ہم لوگ بیان فیض ترجمان سے نبی علیہ السلام کے بلا واسطہ فائدہ اُٹھا نہین سکتے اور نہ ہمکو اُن بزرگون سے بالمشافہ موقع گفتگو کا مل سکتا جو کہ فیوض تعلیم محمدی سے بہرہ مند تھے ہان روایۃً ایک ذخیرہ ہدایات کا ہم تک پہونچا ہی لیکن بد قسمتی سے مختلف الاعتقاد اور متحد الاعتقاد اسلامی فرقے اُسکے صحت وسقم کی بابت باہم

معرکہ آرا ہین پس تمام مسلمان اُن کی عام ازین کہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہون حالت نازک ہی اور مجبوراً علماے حاذق کی دستگیری کے محتاج ہین تاکہ وہ لفظون کا صحیح ترجمہ کرین اور دقائق قرآنی کی ہمارے لیے تشریح فرمائین اسی تشریح کی تعبیر الفاظ سے تفسیر و تاویل کیجاتی ہی اصل مطلب ایک طرف خود تفسیر و تاویل کے معنے مین ہمارے علما کو اختلاف ہی اسلیے مین صرف ایک کو اُن مین سے منتخب کر کے لکھتا ہون۔

تفسیر[۱] سے مراد بیان کرنا ایک قطعی معنی کا ہی جسکے بیان کے ساتھ بیان کرنیوالا شہادت دیتا ہی کہ خدا کی یہی مراد ہی۔ ایسی شہادت کے لیے ضرور ہی کہ گواہی دینے والا کسی قطعی دلیل پر استناد کرتا ہو کیونکہ بغیر ایسی استناد کے شک نہین کہ وہ شہادت کاذبہ کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ ترجیح احد المعنیین کو تاویل کہتے ہین اور اس صورت مین نہ قطعاً کہا جاتا ہی کہ لفظ سے یہی مراد ہی اور نہ بیان کرنیوالا منشاء الٰہی پر کسی قسم کی شہادت دیتا ہی۔

آیات محکمات مین یعنے ایسی آیتون کے بیان معنی مین جو محتمل لغیرہ نہون عالم عربیت کو کوئی اندیشہ نہین ہی اور اسی طرح معنی راجح کے اختیار کرنےمین بھی خطرہ پایا نہین جاتا بشرطیکہ کوئی دلیل قوی اُسکو قطع نہ کرتی ہو ہان متشابہ آیات کا راستہ مشکل ہی اور جہانتک ممکن ہی ارشادات نبوی اور فقہاے صحابہ کے خیالات سے راہ رو کو استمداد کرنا ضروری ہی اور جن متشابہ آیات کی تشریح حدیث صحیح مین موجود ہو اُس سے عدول کرنا بلا کسی اشتباہ کے گمراہی کی نشانی ہی مشکل یہ ہی کہ جملہ آیات متشابہ کی تشریح کافی نبی علیہ السلام سے مروی نہین ہی

---

۱ قبل ازین جو تشریح بیان تفسیر کی ہوئی وہ خاص کر حسب اصطلاح علماے اصول کے ہی ۱۲

اور غالبًا اس سکوت مین یہی فائدہ مضمر ہوگا کہ پچھلی امت عقل خداداد کی حل معانی مین آزمایش
کرے اور خدا سے اجر خدمت پائے لیکن بعض کھرے مسلمان دو حدیثون کا حوالہ دیتے
اور نیک نیتی کے ساتھ بھی اہل علم کو رائے زنی کی ممانعت کرتے ہین۔ عقلاً و نقلاً اُن لوگون
کا اتنا تشدد بیجا ہی اور مین اُنکی محولہ حدیثون کو ساتھ اُن تفسیرون کے جو علماے ماہر سے
منقول ہین اس موقع مین بیان کرتا ہون۔

حدیث

عن ابن عباسٍ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلم من قال فی القران برأیہ
فلیتبوء مقعدہ من النار وفی روایۃ من قال
فی القران بغیر علمٍ فلیتبوّأ مقعدہ
من النار (رواہ الترمذی)

ابن عباس سے روایت ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ جو شخص کہے قرآن مین اپنی رائے سے پس چاہیے
کہ مہیا کرے اپنی جاے نشست آگ مین۔ اور ایک روایت
مین ہی کہ جو کہے قرآن مین بے علم کے پس مہیا کرے اپنی
جاے نشست آگ مین۔

حدیث

عن جُندبٍ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ
وسلم من قال فی القران برأیہ فاصاب فقد اخطأ
(رواہ ابوداود و ترمذی)

جُندب سے روایت ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو کہے قرآن مین اپنی رائے سے اور صواب کو پہونچے تو بھی
اُس نے خطا کی۔

مرقاۃ مین حدیث اول کی جو تفسیر کی گئی اُسکا حاصل یہ ہی کہ جو شخص بیان معنی قرآن یا اُسکی قرأت مین بغیر تتبع اقوال ایمہ لغت و عربیت کے اپنی ہی راے کو دخل دے یا یہ کہ اُن امور کی نسبت جو نقل پر موقوف ہین محض اپنی راے سے کام لے تو وہ شخص مستوجب اس وعید کا ہی۔

مدخل مین تفسیر حدیث ثانی قریب قریب اسی مضمون کے کی گئی ہی اور بیہقی نے لکھا ہی کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو مقصود بالبیان ایسا شخص ہی جو بلا دلیل قرآن کے مطلب بیان کرے لیکن بتائید دلیل کے اپنی راے سے قرآن کا مطلب بیان کرنا جائز ہی۔ ابن الانباری کہتے ہین کہ راے سے مراد یہ ہی کہ بیان کرنے والا اپنی خواہش کے موافق قرآن کی تعبیر کرے اور قول بغیر علم سے یہ مراد ہی کہ بیان کرنے والے کے علم مین معنی دیگر ہو مگر بیان وہ معنی کرے جو اُسکے علم کے خلاف ہو (اتقان)

یہ قیود مذکورۂ بالا ہر چند اہل الراے کو معنی قرآن کا بیان کرنا جائز ہی لیکن پھر بھی کسیکو یہ وسعت اختیار کی حاصل نہین کہ بغیر ضرورت جسکی تائید دلیل قطعی سے ہو ظاہر مطلب سے عدول کرے چنانچہ عقائد النسفی مین تحریر ہی۔

والنصوص تحمل علی ظواهرها والعدول عنها الی معانٍ ید عیها اهل الباطن الحاد ورد النصوص کفر۔	اور نص حمل کی جاے اوپر اپنے ظاہر معنے کے اور تجاوز اس سے طرف اُن معانی کے جنکا دعوی باطنیہ فرقہ کے آدمی کرتے ہین الحاد ہی اور انکار نص کا کفر ہی۔

علامۂ تفتازانی اس عبارت کی شرح مین تحریر فرماتے ہین کہ بغیر تحریک دلیل قطعی کے معنی ظاہر سے عدول کرنا ناجائز ہی۔ ملاحدہ باطنیہ ادعا کرتے ہین کہ نصوص سے معانی ظاہر

مراد نہین ہین بلکہ اُن سے ایسے باطنی معانی مراد ہین جنکو خدا ہی جانتا ہے اور مطلب اُنکا یہ ہے
کہ اس حیلہ سے شریعت الٰہی کو بالکلیہ کوٹ دین لیکن محققین (اہل تصوف) کا یہ مسلک کہ نصوص
سے معانی ظاہر مراد ہین اور اُسی کے ساتھ اُن مین ایسے دقائق کی طرف بھی اشارات خفیہ
موجود ہین جو ارباب سلوک پر ظاہر ہوتے ہین اور اُنکی تطبیق معانی ظاہری سے ممکن ہے
کمال ایمانی کی دلیل اور جوش عرفانی کی نشانی ہے انتہی بحاصلہ۔

حدیقہ (۲۳)
بیان مین فضائل قرأت قرآن کے

مذہب حقہ مین قرآن نام مجموعہ الفاظ و معانی کا ہے اور اسلامی فرقون مین ایک بھی
صرف الفاظ کو حقیقتاً قرآن نہین سمجھتا پس جو لوگ محض لفظون کو بلا ادراک معانی پڑھتے
ہین وہ درحقیقت عارفان قرآن کی مقدس صف مین بیٹھنے کے لائق نہین ہین۔ مغز کا مزہ تو
چھلکون مین اثمار جنت کے بھی متوقع نہین ہے لیکن آخر قرآن پاک کے الفاظ خدائی کتاب
کے ارکان مین شامل ہین اسلیے معنی ناشناس قاری محض لفظون کے پڑھنے مین بھی کچھ نہ کچھ
ذخیرۂ برکات سے بہرہ مند ہوجاتا ہے۔ یون تو احادیث مرفوعہ مین بڑے بڑے فضائل کا تذکرہ
متعلق بہ قرارت قرآن ہوا ہے لیکن مین اُن مین سے چند کا بیان اُس موقع مین کرتا ہون۔
دارمی نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ اگر قرآن ایک چمڑے کے اندر رکھ کر آگ
مین ڈالا جاے تو وہ صدمۂ آتش سے محفوظ رہے گا مقصود بیان اس حدیث کا یہ ہے

کہ حافظان قرآن جنکے سینون مین کلام پاک محفوظ ہی آتش دوزخ سے متاثر نہون گے۔ یہ
عالم فانی دارالامتحان ہی اسلیے مصالح امتحان کے خلاف آثار کرامت ظاہر نہین ہوتے اور
آتش دنیا جو حدت مین آتش دوزخ سے مناسبت نہین رکھتی مجموعۂ قرآن پر بھی موثر ہوتی
رہتی ہی لیکن کبھی یہ بھی سُنا گیا کہ گھر مین آگ لگی اور سارا اثاثہ جل گیا مگر غیرت الٰہی نے اُن اوراق
کو محفوظ رکھا جن پر کلام پاک منقوش تھا۔

حکایت

مولف ذریعہ ملازمت پڈرونہ ضلع گورکھپور مین مقیم تھا ۱۳۱۶ھ مین چند دنون کی
رخصت حاصل کرکے اپنے گھر آیا جملہ اسباب مع کتابون کے جنکی تعداد کثیر تھی ایک مکان مین
مقفل کردیا لیکن کپڑون کا ایک صندوق دوسرے شخص کے گھر رکھا گیا اتفاقیہ میرے مکان
مسکونہ مین آگ لگی اور کل اسباب مع کتابون کے جل گیا۔ مین نے باور کرلیا کہ وہ قرآن بھی
جسمین تلاوت کا معمول تھا ضایع ہوگیا لیکن سخت حیرت ہوئی جبکہ وہ صندوق پارچہ مین محفوظ
ملا حالانکہ بظاہر کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ صندوق مذکور مین رکھا جاتا۔

احمد حنبل نے معاذ جہنی سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اُسپر عمل کرے قیامت کے دن اُسکے باپ کو ایسا تاج پہنایا جائیگا
جسکی روشنی آفتاب دنیا سے (اگر وہ تمھارے گھرون مین ہو) اچھی ہوگی پس سمجھ لو کہ خود
عامل قرآن کس رُتبہ پر فائز ہوگا۔ دارمی وغیرہ نے روایت کی ہی کہ جو شخص قرآن پڑھے اور

اُسکو محفوظ کرے اُسکے حلال کو حلال حرام کو حرام سمجھے وہ خود جنت مین داخل ہوگا اور اسکے خاندان کے دس گنہگار مستوجب عذاب نار اُسکی شفاعت سے بخشے جائینگے لیکن ترمذی نے اس حدیث کو غریب لکھا اور اُسکے ایک راوی کی تضعیف کی ہی۔ عربون کو حاملہ اونٹنیان بہت عزیز ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے اصحاب سے پوچھا کہ کوئی شخص تم مین پسند کرتا ہی کہ گھر جائے اور وہان تین حاملہ فربہ و کلان اونٹنیان پائے لوگون نے جواب اثبات مین دیا حضور نے ارشاد فرمایا کہ ایسی اونٹنیون سے بہتر تین آیتین قرآن کی ہین جنکو کوئی شخص نماز مین پڑھ لے۔

صحیحین مین مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ماہر القرآن (حافظ یا مشاق قاری) اُن بزرگ پاکباز فرشتون کے ساتھ ہوگا جو پیام باری انبیا تک پہونچاتے ہین اور جو قرآن کو بدقت پڑھے اُسکے لیے دو اجر ہین یعنے ایک قرأت کا اور دوسرا شوق تلاوت مین دقت اُٹھانے کا۔

طبرانی نے روایت کی ہی کہ جو رات مین اور دن مین قرآن پڑھے اور اُسکے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھے اللہ اُسکا گوشت و خون آگ پر حرام کریگا اور وہ ایسے ہی جلیل القدر فرشتون کے ساتھ ہوگا۔

ترمذی روایت کرتے ہین کہ صاحب قرآن جب عرصۂ محشر مین حاضر ہوگا تو قرآن پاک عرض کریگا کہ اے پروردگار اسکو خلعت دے چنانچہ تاج کرامت مرحمت ہوگا پھر عطائے مزید کی سفارش پر حلۂ کرامت عطا کیا جائیگا پھر قرآن عرض کریگا کہ اے خداوند اس شخص سے

راضی ہو چنانچہ یہ سفارش بھی مقبول ہوگی اور ارشاد ہوگا کہ بسہولت قرارت کرو اور ہر ایک آیہ پر ایک نیکی کا اضافہ ہوتا رہیگا۔

بزاز نے بذریعہ انس روایت کی ہی کہ جس مکان مین قرآن پڑھا جائے اُسمین خیر کی ترقی ہوتی ہی اور جسمین نہ پڑھا جائے خیر کو انحطاط ہوتا ہی۔

دیلمی نے حضرت علی سے روایت کی ہی کہ جس دن کوئی سایہ نہوے یعنے عرصۂ محشر مین حاملان قرآن سایہ مین رہین گے۔

ابو سعید خدری کہتے ہین کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ خدا فرماتا ہی جو شخص بوجہ تلاوت قرآن میرے ذکر اور مجھسے سوال حاجات کرنے سے قاصر ہو مین ایسے شخص کو اُس عطیہ سے افضل عطا کرون گا جو سائلین کو دیا جائے اللھم ارزقنا تلاوتہ اٰناء اللیل و اطراف النہار۔

فائدہ

بیہقی نے شعب الایمان مین ایک حدیث باین مضمون روایت کی ہی کہ جو شخص قرآن کو حافظہ سے پڑھے اُسکو ایک ہزار درجہ کا اجر ہی اور جو مصحف کو دیکھ کے پڑھے اُسکا اجر دو ہزار درجہ کا ہی یعنے دوگونہ۔ وجہ اس تفاوت کی بعضون نے یہ بیان کی ہی کہ مصحف کا دیکھنا بھی داخل عبادت ہی اسلیے جو شخص دیکھ کے پڑھتا ہی اُسکو المضاعف اجر ملتا ہی لیکن بعض محققون کی یہ رائے ہی کہ حفظ پڑھنے والے معمولاً تدبر و تفکر معانی سے غفلت کرتے ہین اور ناظرہ خوان کو توجہ معانی پر زیادہ رہتی ہی اسلیے ایک کا درجہ ثواب دوسرے سے زیادہ ہی

لیکن اگر حافظ بھی تدبر و تفکر کے ساتھ تلاوت کر سکتا ہوا ور کرے بھی تو اُسکو اجر مزید ملنا چاہیے
جس تفاوت کا ذکر حدیث شریف مین آیا وہ متعلق بطریقہ تلاوت ہی ورنہ غیر حافظ کب اُن
خوش نصیبون کی برابری کر سکتا ہی جنھون نے قرآن پاک کو بڑی محنت و مشقت کے ساتھ
اپنے سینہ مین محفوظ کر لیا ہی۔

حدیقہ (۲۴)

بیان مین تفصیل سورتون کے

ابوالحسن اشعری اور قاضی ابو بکر باقلانی کی یہ رائے ہی کہ سب سورتین اور آیتین
قرآن کی کلام باری ہین اسلیے اُن مین ایک کو فاضل دوسرے کو مفضول کہنا بیجا ہی لیکن ابوبکر
ابن العربی اور امام غزالی باہمی تفضیل کے معتقد ہین اور جمہور علما اسی رائے کی حمایت کرتے
ہین۔ درحقیقت یہی پچھلی رائے معقول بھی ہی کیونکہ احادیث صحیحہ مین صراحۃً بعض سورتون کی
تفضیل کا بیان ہوا ہی۔ ابوالحسن اشعری وغیرہ نے جو حجت پیش کی اُسکی تردید بہت سہل ہی کیونکہ
بحیثیت کلام باری ہونے کے اگرچہ سب آیتین اور سورتین مساوی المرتبت ہین لیکن باوجود
اس تساوی کے کیا مضایقہ ہی کہ بہ لحاظ کثرت اجر اور خاصہ ذاتی کے کوئی جزو کلام باری کا
دوسرے جزو سے ممتاز بالفضیلت ہو۔ چنانچہ خدا کے رسولون کے
بابت مسلمانون کا بالاتفاق یہ عقیدہ ہی لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ[1] (البقرہ) اور

---

[1] ہم اللہ کے رسولون مین تفریق نہین کرتے ۱۲

اُسکے مطلب صرف یہ ہین کہ محض رتبۂ رسالت مین سب پیمبر برابر ہین لیکن ایسی مساوات
سے رسولون کے ذاتی مدارج کا تفاوت مٹایا نہین جاتا قال اللہ تعالیٰ تلک الرسل فضلنا
بعضہم علی بعض ۱ پس جسطرح رسولون مین ایک کو دوسرے پر فضیلت ہو ویسے ہی
بہ سند احادیث صحیحہ بعض اجزاے کلام باری اُسکے دیگر اجزا سے کیون فاضل نہ کہے جائین۔

سورتون کی فضیلت مین ایک طویل حدیث ابو عقبہ روایت کیا کرتا تھا لیکن جب
محققون نے اُسکا تعاقب کیا تو نامبردہ کو اقرار کرنا پڑا کہ عامہ خلائق ابوحنیفہ کی فقہ اور
ابن اسحاق کی مغازی پر جھکے پڑتے تھے اسلیے بغرض ترغیب تلاوت قرآن مین نے یہ
حدیث بنائی ہو۔ ابن حبان نے روایت کی ہو کہ میسرہ ایک شخص ابی ابن کعب سے سورتون
کے فضائل کی حدیثین روایت کرتا تھا ابن مہدی نے اُس سے پوچھا کہ یہ حدیثین تم کو
کہان ملین اُسنے پتا دیا اور یہ حدیث کے شیدائی بنظر تحقیقات صحت گھر سے نکل پڑے
ایک راوی کا دوسرے سے نشان ملتا گیا اور آخر کار صوفیون کی جماعت مین ایک
شخص مل گیا جس سے درحقیقت سلسلہ روایت کا شروع ہوا تھا۔ یہ دغاباز پھر بھی
غنیمت تھا کہ اُسنے برطبق استفسار ابن مہدی کے سچ کہدیا کہ مسلمانون کی رغبت
قرآن کی طرف سے کم ہو چلی تھی اسلیے مین نے شوق دلانے کی غرض سے یہ حدیثین
خود بنائی ہین نعوذ باللہ من ذلک۔

معتمد حدیثون مین سورتون اور آیتون کی تفصیل کا بیان ہوا ہو اور مین اُن مین سے

---

۱ یہ سب رسول ہین اُنمین ایک کو ایک سے ہمنے بڑائی دی ہو ۱۲

چند کا تذکرہ حسب ذیل کرتا ہون۔

نشان سورہ یا آیت کا	بیان فضیلت
الفاتحة	یہ سورہ احادیث مین افضل القرآن کہی گئی ہی امام مسلم نے ایک حدیث روایت کی ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ اس سورہ کا کوئی حرف تم لوگ نہ پڑھوگے مگر یہ کہ مانگی ہوئی مراد ملیگی نبی علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ یہ سورہ ہر درد کی دوا ہی (رواہ الدارمی والبیہقی فی شعب الایمان)
البقرة وآل عمران	یہ سورتین بروز قیامت تلاوت کرنے والون کے حق مین ایسے اصرار کے ساتھ سفارش کرینگی جیسے کوئی جھگڑتا ہو (رواہ مسلم) حدیث مین ان دونون سورتون کا لقب زہراوان یعنی دو چمکتی سورتین بیان کیا گیا ہی امام احمد حنبل روایت کرتے ہین کہ یہ دونون سورتین بشکل دو قطعہ ابر یا دو سائبان یا بصورت دو ٹکڑیان پرندون کے اپنے قاری پر بروز قیامت سایہ کرینگی۔ جس گھر مین سورۃ البقرہ پڑھی جائے وہان سے شیطان بھاگ جاتا ہی (رواہ مسلم) بعض صحابہ کرام نے بروقت تلاوت سورۃ البقرہ کے نزول سکینہ[1] کا بھی مشاہدہ کیا تھا (رواہ البخاری)

[1] سکینہ ایک خدا کی مخلوق ہی جسمین سرمایۂ رحمت اور وقار ودیعت ہی اُسکی تشکل مثل سائبان کے ہی جسمین عالم چراغان نظر آتا ہی اور فرشتے اُسکے ساتھ

نشان سورہ یا آیت کا	بیان فضیلت
اٰیة الکرسی	جو شخص بستر خواب پر پڑھ لے اُسکی حفاظت تمام شب خدا کی طرف سے ہوتی ہے اور شیطان اُسکے گرد نہین پھٹکتا (رواہ البخاری) ابن مسعود کہتے ہین کہ ایک طالب تعلیم سے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آیة الکرسی پڑھا کرو جو تمھاری اور تمھاری ذریات اور تمھارے گھر کی یہانتک کہ تمھارے پڑوسیون کے گھر کی بھی حفاظت کرے گی۔
خواتیم البقرة	بخاری اور مسلم مین مروی ہے کہ دو آیتین آخر البقرہ کی اگر شب مین پڑھ لیجائین تو وہ کافی ہین یعنی قاری قیام شب سے مستغنی یا حملہ شر سے محفوظ ہوجاتا ہے ترمذی نے روایت کی ہے کہ جس گھر مین یہ دونون آیتین تین شب پڑھی جائین شیطان اُس گھر کے نزدیک نہ جائے گا۔
اٰخر اٰل عمران	آخر آل عمران کی جو تلاوت کرے اُسکو قیام لیل کا ثواب حاصل ہوتا ہے (رواہ الدارمی)
سورة الکھف	اگر جمعہ کے روز پڑھی جائے تو دوسرے جمعہ تک اُسکی تنویر قائم رہتی ہے (الدعوات الکبیر للبیہقی) ہر حرف اُسکا اجابت دعا کی کشش کرتا ہے حافظ اس سورہ کا فتنۂ دجال سے محفوظ رہے گا

بیان فضیلت	نشان سورہ یا آیت کا
(رواہ مسلم) ترمذی نے جو روایت کی ہے اُسکے رو سے صرف تین آیتون کا حفظ کرلینا فتنۂ دجال کا حافظ ہے بعض صحابہ کرام نے بروقت تلاوت اِس سورہ کے بھی نزول سکینہ کا مشاہدہ کیا تھا (رواہ البخاری)	
حدیث مین وارد ہے کہ بروز قیامت یہ سورہ ساتھ دو جناحون کے اپنے قاری پر سایہ کریگی اور کہیگی کہ تمھارے لیے کوئی خطرہ نہین ہے (الاتقان)	سورہ الم السجدہ
یہ سورہ حدیث شریف مین قلب قرآن کہی گئی ہے اور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص اول نہار مین اس سورہ کو پڑھے اُسکی حاجتین روا ہونگی۔ (رواہ الدارمی) بیہقی نے شعب الایمان مین روایت کی ہے کہ جو شخص لوجہ اللہ یٰسین کو پڑھے اُسکے پچھلے گناہ معاف ہون اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پڑھو اِس سورہ کو اپنے موتے کے نزدیک یعنے نزدیک اُن لوگون کے جو مشرف بموت ہون۔ طبرانی نے روایت کی ہے کہ جو شخص ہر شب قرأت یسین کی مداومت کرے وہ درجۂ شہادت پر فائز ہوگا ابن حبان نے روایت کی سے ہے کہ جس مریض کے نزدیک	سورۂ یٰس

بیان فضیلت	نشان سورہ یا آیت کا
سورۂ یٰسین پڑھی جاے اُسپر (سکرات موت کی) آسانی ہوگی)	
اس سورہ کا ایک نام المنجیہ ہی اور وہ اپنے قاری کو عذاب قبر سے نجات دلانے والی ہی (رواہ الترمذی)	سورہ الملک
جو شخص ہر رات کو پڑھ لے مصیبت فاقہ سے محفوظ رہے گا۔ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)	سورۂ واقعہ
ہزار آیتون کے برابر اس چھوٹی سورہ کا اجر ہی (رواہ الحاکم)	سورہ التکاثر
اجر مین ثلث قرآن کے برابر ہی (رواہ مسلم) طبرانی نے روایت کی ہی کہ جو شخص مرض الموت مین اس سورہ کو پڑھے وہ فتنہ سے اور ضغطہ سے قبر کے محفوظ رہے گا اور فرشتے ہاتھون ہاتھ اُس کو صراط سے اُٹھا کے جنت مین پہونچا دین گے۔ بزار نے انس سے روایت کی ہی کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ بروقت خواب جو کوئی سورہ فاتحہ ساتھ سورۂ اخلاص کے پڑھ لے وہ سوا ے موت کے ہر آفتون سے محفوظ رہے گا۔	سورہ الاخلاص
سورۂ اخلاص اور معوذتین کا دونون کف دست پر دم کرنا اور کف دست کا سر اور مُنھ اور اگلے جسم پر ملنا موجب برکت ہی نبی علیہ السلام کا معمول تھا کہ جب بستر خواب پر تشریف لیجاتے	سورہ الفلق و سورہ النّاس

بیان فضیلت	نشان سورہ یا آیت کا
تو اس عمل کو تین مرتبہ فرمالیتے (رواہ البخاری) اور یہ بھی روایت کی گئی کہ جب آپ کو مرض کی شکایت ہوتی تو معوذات[ف] کو پڑھ کے اپنے اوپر دم کرتے ۔	

فائدہ

ثواب اور عقاب کا بیان کام سند ارسالے نبوت کا ہی لیکن علاوہ ثواب اور عقاب کے قرآن کی آیتوں اور سورتوں مین حفظ شر غلبہ بر اعدا شفاے امراض کے خاص اثر موجود ہین جنکا تجربہ مقدس بزرگون نے کیا اور پاک اعتقاد مومنین اُس تجربہ سے فائدے اُٹھاتے ہین ممکن ہی کہ ایسے تجربون پر زیادہ بھروسا نہ کیا جائے لیکن یہ محض جاہلانہ خیال ہی کہ ہرگاہ حدیث سے سند نہین ملتی اسلیے ایسے آثار کا اعتقاد بدعت سیئہ مین داخل ہی۔ سعید ابن جبیر نے ایک مجنون کے سامنے سورۂ یٰسین پڑھی اور وہ اچھا ہوگیا۔ یحییٰ بن کثیر کہتے ہین کہ تجربہ ہوا ہی کہ جو شخص صبح کو یٰسین پڑھے وہ شام تک اور جو شام کو پڑھے صبح تک شادان و فرحان رہتا ہی بارہا تجربہ ہوا کہ آیہ کریمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کے پڑھنے سے مشکلات آسان ہوتی ہین حدیث شریف مین بھی وارد ہی کہ کوئی ایسا مسلمان نہین

[ف] مراد اس سے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ہی اور اطلاق جمع کا اوپر ما فوق الواحد کے ہوا ہی لیکن بعض علما سورۂ اخلاص کو اور بعض الکافرون کو بغرض صحت اطلاق جمع شامل کرتے ہین ١٢

جواس دعا کو پڑھے اور اُسکا عقدۂ مشکل نہ کھلے۔ ابن جوزی روایت کرتے ہین کہ ایک عورت کو اُسکے پڑوسی نے ستایا اُس عورت نے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر ہر ایک سورۂ قرآنی کی پہلی آیت پڑھ کے جناب باری مین عرض کی اللھم اکفنا امرہ یہ تدبیر کرکے وہ سو رہی صبح کو جب آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ ایذا دینے والا پڑوسی بھی دم سحر اُٹھا پانون پھسلا گر پڑا اور راہی عدم ہوا۔ ایک مشکل موقع مین مؤلف نے حضرت شاہ عبداللہ ابن شاہ جنید[1] قدس اللہ سرہما کو خواب مین فرماتے سُنا کہ جو شخص بارہ ہزار مرتبہ سورہ الم نشرح پڑھے اُسکو دشمن پر غلبہ حاصل ہوتا ہی یا یہ کہا کہ اُسکے شر سے محفوظ رہتا ہی۔ یہ عمل کیا گیا مگر جب چند دن صورت انجام مرام کی نظر نہ آئی تب بے اعتقادی پیدا ہو چلی مولف نے آپ کو پھر خواب مین دیکھا اور ارشاد ہوا کہ مین نے غلط نہین بتایا ہی چنانچہ دو چار ہی دن گذرے تھے کہ پوری کامیابی حاصل ہو گئی فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

حدیقہ (۲۵)

بیان مین اُن اجزاے قرآنی کے جنکی قرات نبی علیہ السلام نے نماز مین فرمائی ہی

امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف ایک آیۂ قصیر اور صاحبین کے نزدیک ایسی تین آیتون کا یا ایک آیۂ طویلہ کا نماز مین پڑھنا فرض عین ہی مگر بحیثیت وجوب یہ تینون بزرگوار قرارت سورۂ فاتحہ کو

---

[1] یہ بزرگ میرے رشتہ دارون کے مورث قادری المشرب سالک مجذوب تھے نسب شریف عثمان بن عفان تک پہونچتا ہی آپ کے جد اعلے اخطۂ یمن سے ہندوستان مین تشریف لائے تھے مرقد مبارک شہر غازی پور مین دروازہ پر قُبۂ مزار حضرت شاہ جنید کے واقع ہی یہ زیارتگاہ ہی ۱۲

مع چھوٹی تین آیتون کے نماز مین لازم قرار دیتے ہین ۔ قرارت فی الصلوۃ کی بابت کتب فقہ مین
بہ لحاظ حالت مصلی تفریق کی گئی ہی یعنے بحالت ضرورت موقع وقت جسقدر اجازت دے
سفر و حضر مین قرآن کا پڑھ لینا کافی ہی اور جب ایسی مجبوری پیش نہو تو بعض فقہا کہتے ہین
کہ مصلی مسافر کو عام ازین کہ وہ مطمئن ہو یا غیر مطمئن اختیار ہی کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ جس سورہ کو
چاہے پڑھ لے یہ لوگ قیاس رخصت ترک صوم و قصر صلوۃ کے اطمینانی و غیر اطمینانی حالتون
مین تفرقہ نہین کرتے لیکن دیگر فقہا کی یہ رائے ہی کہ مسافر مطمئن کو مثل مقیم کے پابندی قرارت
کرنی چاہیے ان لوگون کی حجت یہ ہی کہ جو کچھ سہولت مسافران کو دی گئی اُسکی بنیاد اُنکی وہی
بے اطمینانی ہی جو کثر بحالت سفر پیش آتی رہتی ہی پس جب اطمینان حاصل ہو تو پھر کوئی وجہ نہین ہی
کہ بلا سند کافی معمولی طریقہ مسنون سے اعراض کیا جائے ۔ حضر مین بعض فقہا کی یہ رائے
ہی کہ ساتھ فاتحہ کے نماز فجر و ظہر مین طوال[1] مفصل عصر و عشا مین اوساط مفصل اور مغرب مین
قصار مفصل کا پڑھنا مسنون ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ فجر و ظہر کی دونون رکعتون مین چالیس
یا پچاس اور عصر و عشا کی دونون رکعتون مین پندرہ یا بیس آیتین اور مغرب کی ہر رکعت مین
پانچ آیتین پڑھنا مسنون ہی لیکن از روے سند کے وہ رائے جو تعین سورتون کی حامی ہی
مرجح ثابت ہوتی ہی کیونکہ حضرت عمر[2] نے ابو موسی اشعری کو اپنے ایک خط مین اسی طرح قرارت
کرنے کی ہدایت کی تھی (شامی) اور پھر سلیمان ابن یسار نے کہا ہی کہ مین نے ابو ہریرہ سے سُنا

---

[1] اقسام مفصل کا تذکرہ حدیقہ (۹) مین کیا گیا ہی ۱۲ [2] صاحب فتح القدیر نے اس اثر کو کتاب سے عبد الرزاق کی نقل کیا ہی لیکن اُسمین ظہر و عصر کا تذکرہ نہین ہی اور ترمذی کی روایت سے ظاہر ہوتا ہی کہ نامہ عمر مین تحریر تھا کہ ظہر کی نماز مین اوساط مفصل پڑھا کرو واللہ اعلم بالصواب ۱۲

کہ اُنھون نے کسی شخص کے پیچھے نماز زیادہ مشابہ ساتھ نماز رسول اللہ کے فلان شخص[1] سے نہین پڑھا چنانچہ مین نے بھی اُن بزرگ کے پیچھے نماز پڑھی اور حالت یہ تھی کہ ظہر کی ورکعتون کو دراز اور پچھلی دو رکعتون کو خفیف کرتے تھے اور عصر مین تخفیف کرتے تھے مغرب مین قصار مفصل اور عشا مین اوساط مفصل ور فجر مین طوال مفصل کی قرارت کرتے تھے (نسائی) —
محدثین رحمہم اللہ نے اُن خاص سورتون کا نشان دیا ہو جنکو نبی علیہ السلام صلوۃ مکتوبہ مین پڑھتے تھے اور روایتون پر نظر کرنے سے یہ پتا چلتا ہو کہ خود ہمارے حضور کسی تفصیل متذکرہ بالا کے پابند نہ تھے بلکہ نظر بحالات موجودہ نماز مکتوبہ مین قرارت فرماتے تھے چنانچہ صاحب بدائع نے بھی جو ایک معتمد علیہ فقیہ ہین لکھا ہو کہ مختار یہی بات ہو کہ تعین غیر ضروری ہو بلحاظ حالت وقت اور قوم اور امام کے قرارت مین کمی بیشی ہونی چاہیے[2] - میرا یہ خیال ہو کہ عام فقہا نے روایتون کو پیش نظر رکھ کے بلحاظ وقت فرصت ایک مناسب مقدار قرارت کی اختیار کر لی ہو اور کیا عجب ہو کہ اسی تناسب وقت نے حضرت عمر کو اوپر اُس ہدایت کے مائل کیا ہو جسکا تذکرہ قبل اسکے کیا گیا یا یہ ہو کہ نبی علیہ السلام اکثر اوقات اُسی طرح سورتون کی قرارت فرماتے تھے جسکی ہدایت خلیفہ ناطق بالصواب نے ابو موسی اشعری کو کی ہو

اب مین فدائیان سنت سنیہ احمدیہ کی آگہی کے واسطے اُن سورتون کا انتخاب کرتا ہون جنکی قرارت فی الصلوۃ نبی علیہ السلام سے مروی ہو مگر منشا میرے انتخاب کا یہ نہین ہو کہ علاوہ

[1] مراد فلان شخص سے عمر بن عبد العزیز یا علی بن ابی طالب یا عمرو بن سلمہ ہین ۱۲

[2] جامع ترمذی مین اندر باب قرارت عشا کے تحریر ہو کہ صحابہ و تابعین قرارت کو زیادہ اور کم کرتے تھے اور اُنکی راے مین مصلی کو اس خصوص مین وسعت حاصل تھی ۱۲

منتخب سورتون کے آپ نے کسی اور سورت کی قرات نماز مین نہین فرمائی ہی۔

نماز فجر مین

قٓ والقران المجید۔ واللیل اذا عسعس۔ قد افلح المومنون۔ بروز جمعہ رکعت اولی مین الم تنزیل وثانیہ مین ھل اتی۔ قل یاایھا الکافرون وقل ھو اللہ احد سنت فجر مین قولوا امنا باللہ وما انزل الینا (سورہ بقرہ) وقل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم (آل عمران) قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس۔ اذا زلزلت۔ فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس۔ بروز جمعہ الم تنزیل وھل اتی علی الانسان۔ والنخل باسقات رکعت اولی مین سورہ واقعہ۔ اذا الشمس کورت الطوال المفصل

نماز ظہر مین

واللیل اذا یغشی۔ سبح اسم۔ والسماء ذات البروج۔ والسماء والطارق رکعت اولی مین بقدر تیس آیتون کے ورکعت ثانیہ مین بقدر پندرہ آیتون کے۔

نماز عصر مین

والسماء ذات البروج۔ والسماء والطارق۔

نماز مغرب میں

الطور۔ مرسلات عرفا۔ سورہ اعراف جزاً رکعت اولیٰ میں اور جزاً
رکعت ثانیہ میں شب جمعہ میں قل یا ایہا الکافرون وقل ھو اللہ احد۔ حم الدخان
سنت میں قل یا ایہا الکافرون وقل ھو اللہ احد۔ قصار مفصّل۔

نماز عشا میں

والتین والزیتون۔ والشمس وضحٰہا۔ الاوساط المفصّل

نماز وتر میں

رکعت اول میں سبّح اسم ربّک الاعلےٰ وثانیہ میں قل یا ایہا الکافرون وثالثہ
میں قل ھو اللہ احد (احیاء العلوم)

نماز جمعہ میں

سورہ جمعہ رکعت اولیٰ میں اور اذا جاءک المنفقون رکعت ثانیہ میں
سبّح الاسم ربّک الاعلےٰ وھل اتٰک حدیث الغاشیہ

نماز عیدین میں

ق والقرآن المجید و اقتربت السّاعۃ۔ سبّح اسم ربّک الاعلےٰ

وھل اتاك حديث الغاشيه عبداللہ بن عمرو بن العاص نے روایت کی ہے
کہ مفصل کی سورتون مین کوئی چھوٹی خواہ بڑی سورہ ایسی نہین ہے جسکو مین نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مکتوبہ مین قرارت کرتے ہوے نہ سنا ہو۔ حضرت عثمان سورہ یوسف
نماز فجر مین اکثر پڑھتے تھے اور عامر بن ربیعہ نے نماز فجر مین حضرت عمر کو بھی سورۂ یوسف
اور سورۃ الحج پڑھتے سُنا تھا۔

فائدہ

امام بخاری نے ابو قتادہ سے روایت کی ہے کہ نبی علیہ السلام نماز فجر و ظہر و عصر
مین پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے دراز کرتے تھے اور ابو داؤد یہ بھی روایت کرتے
ہین کہ قتادہ کا خیال تھا کہ تطویل مذکور بایں غرض کی جاتی تھی کہ اور لوگ رکعت اولی
مین شامل ہوسکین۔ امام محمد اِن روایتون پر عمل کرتے ہین اور اُسی قیاس پر کہتے ہین
کہ نماز عشا و مغرب مین بھی قرارت کو رکعت اول کے دراز کرنا چاہیے لیکن امام ابو حنیفہ و امام
ابو یوسف کی یہ رائے ہے کہ دونون رکعتین مساوی درجہ کی ہین اسلیے ان دونون کی قرأتین
بھی مساوی ہونی چاہیے اور حدیث مین جس تطویل کا ذکر ہے وہ بوجہ تفاوت قرارت کے
نہ تھی بلکہ بسبب ثنا اور تعوذ کے اُسکی مقدار کچھ بڑھ جاتی تھی۔ یہ دونون بزرگ فرماتے ہین
کہ فجر کا وقت نوم اور غفلت کا وقت ہے اسلیے امام کو چاہیے کہ رکعت اولی کو دراز کرے
اور دوسرون کو موقع ادراک رکعت اولی دے۔ عالمگیری مین تحریر ہے کہ اس مسئلہ مین فتوی

اوپر رائے امام محمد کے ہے اور شک نہین کہ اُنکی رائے سنداً وقیاساً زیادہ قوی پائی جاتی ہے حدیث محولہ مین مقدار تفاوت بیان نہین کی گئی لیکن فقہا کی رائے ہے کہ قرارت رکعت اولی کو المضاعف قرارت رکعت ثانیہ سے ہونا چاہیئے۔[1]

ابوداود نے روایت کی ہے کہ نبی علیہ السلام پچھلی دو رکعتون کو نسبتاً دونون رکعت اولی سے خفیف کرتے تھے۔ یہ تخفیف غالباً بوجہ چھوٹی ہوتے سورہ کے ہوتی تھی اور ممکن ہے کہ اُسکی بنیاد یہ رہی ہو کہ حضور رکعتین ثانیین مین صرف اوپر قرارت فاتحہ کے کفایت فرماتے تھے۔ کسی وقت کی نماز مین باعتقاد وجوب یا بخیال کراہت قرارت سورت دیگر کے کسی سورہ کا خاص کرلینا ممنوع ہے ہان بہ نظر سہولت جائز و بغرض پیروی فعل نبی علیہ السلام کے داخل حسنات ہے بااینہمہ جیساکہ صاحب تبیین نے لکھا ہے امام کو مناسب ہے کہ گاہ گاہ دوسری سورتین بھی پڑھ لے تاکہ جاہلون کو گمان فاسد نہو سکے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ ہر رکعت مین پوری ایک سورہ پڑھنا اگرچہ وہ چھوٹی ہو بہ نسبت اسکے افضل ہے کہ ایک جزو کسی سورہ کی قرات کی جاے اور فقہاے حنفی کی بھی یہی رائے ہے کیونکہ نبی علیہ السلام سے اکثر پوری سورتون کا پڑھنا جیساکہ اوپر بیان کیا گیا مروی ہے۔

حدیقہ (۲۶)

بیان مین تاثیر دعا کے

[1] قبل اسکے نماز ظہر مین جو مقدار قرارت رکعت اولی و ثانیہ از روے روایت حدیث ظاہر کی گئی اُس سے مقدار تفاوت رکعتین اولین کا استنباط کیا جا سکتا ہے۔ ۱۲ مولف

قال اللہ تعالیٰ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ط اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ۝ (پارہ ۲۴-سورۃ المومن-رکوع ۶)

وقال جل جلالہ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (پارہ-۲-سورۃ البقرہ رکوع ۲۳)

آیات محولہ سے ثابت ہوتا ہی کہ خدا اپنے بندون کی دعائین جب کہ وہ پیش کی جائین بالضرور قبول کرتا ہی حالانکہ عمل درامد اسکے خلاف ہی اور بحوالہ اسی عمل درآمد کے بسا اوقات کم حوصلہ طبایع کو مایوسی اور خدا کے مجیب الدعوات ہونے مین کم وبیش بے اعتقادی ہوتی ہی اسلیے مین نے مناسب سمجھا کہ ایک مستقل حدیقہ مین مسئلہ اجابت دعا پر بحث کرون۔

طب جسمانی جسکے اثر کا ہر دانشمند کو اعتراف ہی اُسکی حالت ہم سب آئے دن دیکھتے ہین کہ باوجود صحت تشخیص کے کبھی مجرب دوائین صرف خطا ہی نہین کرتین بلکہ بعض مواقع مین مضر اثر دکھاتی ہین۔ جب اس غیر متوقع نتیجہ کی شکایت کی جاتی ہی تو اسد والے کہتے ہین کہ خدا کی مرضی نہ تھی پس بغیر اُسکی مرضی کے دوا کی کیا مجال ہی کہ اپنا مفید اثر دکھاے چنانچہ مولانا ے روم فرماتے ہین ؎

چون قضا آید طبیب ابلہ شود ۔۔۔ ہر دوا در نفع خود گمرہ شود

ترجمہ ۱؎ تمہارا خدا کہتا ہی کہ مجکو پکارو کہ مین تمہاری دعا قبول کرون۔ بیشک جو لوگ میری بندگی سے استکبار کرتے ہین وہ لوگ قریب ہی کہ ذلیل ہو کے داخل جہنم ہون ۱۲

ترجمہ ۲؎ جب میرے بندے تم سے مجھکو پوچھین تو مین نزدیک ہون۔ پکارنے والا جب مجکو پکارتا ہی تو مین اُسکی دعا کو قبول کرتا ہون ۱۲

دنیادار یہ حجت پیش کرتے ہین کہ غلبہ مفاسد جسمانی نے دوا کی قوت کو زائل اور
اُسکے اثر کو باطل کر دیا یا یہ کہ بیمار کی بدپرہیزی خواہ بیماردار کی سوءتدبیری اپنا رنگ لائی ہی
بہرحال بحمایت انھین عذرات کے طب جسمانی کا اعتقاد برقرار رکھا جاتا ہی اور امید نفع پر
صغیر و کبیر طبیبون کے مطب مین جُھکے پڑتے ہین۔ روحانی طب بھی جسمانی طب کے مشاکل ہی
اور دعا اُسکی عمدہ تدبیرون مین شمار کی جاتی ہی پس جب دعا غیر موثر ہو تو ہم اُسکی بے اثری
کے وہی وجوہ کیون باور نہ کرین جو بحالت بے اثر رہنے دوا کے بیان کیے جاتے ہین۔ دواؤن
کے اثر ہر چند پُرزور الفاظ مین بیان کیے جائین لیکن آخر اُنکی تاثیر سے چند معروف شرطین
مثل پرہیز اور اعتدال ہوا و مناسبت اکلنہ متعلق سمجھی جاتی ہین اسیطرح طب روحانی بھی
شرائط رجوع الی اللہ انقطاع عن الخلق اور اکل حلال و صدق مقال کے ساتھ اپنی تدبیرون کی
تاثیر کو مشروط ظاہر کرتی ہی پس ہم لوگون کی خود اپنی نادانی ہی کہ بحالت فوت شرائط کے
بھی مشروط کی توقع کرتے ہین۔ حق یون ہی کہ دعا کوئی حکمنامہ نہین کہ خواہ مخواہ اُسکی تعمیل
کارگذاران قضا و قدر پر لازم ہو بلکہ وہ تو قسمے از التجا ہی اور التجا کی یہ خاصیت ہی کہ کبھی
کامیاب ہوتی ہی اور کبھی ناکام رہتی ہی۔ دنیا کے بادشاہ اپنے مقربان بارگاہ کی التجا کو بھی
کبھی بمصالح ملکی نامنظور کر دیتے ہین پس اگر بادشاہون کے بادشاہ قادر مطلق نے کا ہے ہم گنہگارون کی
دعا کو باقتضاے حکمت ازلی قبول نہین کیا تو اُسپر تعجب کا کیا مقام اور حیرت کی
کیا جگہ ہی۔

آیات محولہ مین علی الاطلاق قبولیت دعا کا تذکرہ ہوا ہی لیکن درحقیقت یہ قبولیت

ساتھ قید مشیت کے مقید ہی کما قال اللہ تعالیٰ بَلْ اِیَّاہُ تَدْعُوْنَ[1] فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ اِنْ شَآءَ (پارہ ۔ ۷۔ سورہ انعام رکوع ۴) بعید از قیاس ہی کہ حکیم علی الاطلاق قبولیت مطلق کا حسب خواہش دعا کرنے والون کے وعدہ کرتا کیونکہ دقیق مصلحتون کو چھوڑ دیجیے تو بھی کیا مقتضاے حکمت ہی کہ کوئی گدا اگر ناقابل حکومت تمام دنیا کا بادشاہ بنایا جائے اور خدا کی تمام مخلوق مبتلاے مصیبت کر دی جاے اور کیا کوئی دانشمند اقرار کریگا کہ بصورت قبولیت عام کے دنیا کا انتظام جسطرح قائم کیا گیا ہی برقرار رہ سکتا ہی (نہین ہرگز نہین)

محققین نے اس معاملہ مین متعدد خیالات کا اظہار کیا ہی جنمین دو رائین زیادہ دلچسپ ہین

اولاً آیۂ کریمہ مین مراد دعا سے عبادت ہی جیسا کہ آیہ مسبوق الذکر کے پچھلے الفاظ سے اس رائے کی تائید ہوتی ہی۔

ثانیاً تضرع و رجوع الی اللہ لوازم سے دعا کے ہی اور مراد یہ ہی کہ خداوند عالم اپنے بندون کے تضرع اور اُنکے اخلاص و زاری کو قبول کرتا ہی جسکا نتیجہ نیک جلد یا دیر مین دنیا مین یا عقبی مین بحق داعی خیر ضرور ہی کہ ظاہر ہو بشرطیکہ دعا مین اخلاص و تضرع کے ساتھ قضاے الٰہی پر قلب مضطر گو نہ مطمئن بھی ہو۔ بعض نافہم کہتے ہین کہ جب واقعات کا ظہور تابع مشیت ہی تو پھر دعا کی تکلیف اُٹھانی کیا ضرور ہی اس خیال کے آدمیون کو سمجھنا چاہیے کہ بارگاہ الٰہی مین تضرع کرنا داخل عبادت و ذریعہ حسنات اخروی ہی اور پھر ممکن ہی کہ مشیت کو سطح کی التجا کا انتظار ہو قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اِعْمَلُوْا[2] فَکُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ

---

[1] بلکہ خدا ہی کو پکارتے ہو پس وہ کھولتا ہی جسکی التجا کرتے ہو اگر چاہتا ہی ۱۲
[2] عمل کرو ہر شخص کو آسان کی گئی ہی وہ بات جسکے لیے وہ پیدا کیا گیا ہی ۱۲

جسکا خلاصہ مقصود یہ ہے کہ ہرچند تقدیرات آلٰہی تغیر پذیر نہیں ہین لیکن بعض تقدیرات کا نفاذ معلق بہ تدبیر رکھا گیا ہے پس جن لوگون کے حق مین ایسی تقدیرات معلق سے مستفید ہونا مقدر ہوچکا ہے اُن پر رحمت تدبیر بھی خدا کی طرف سے آسان کی گئی ہے الحاصل نتیجہ کار تو اللہ کے اختیار مین ہے لیکن ہم لوگون کو باین امید تدبیرات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے کہ شاید علم آلٰہی مین امر مقصود محول بہ تدبیر ہو اور ہمارا نام بھی کامیابون کے زمرہ مین مکتوب فی اللوح المحفوظ۔

حدیقہ (٢٧)

بیان مین اجارہ قرارت اور تعلیم قرآن کے

حدیث

من قرأ القرآن یتاکل بہ الناس جاء یوم القیامۃ ووجہہ عظم لیس علیہ لحم (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

بعوض قرارت قرآن کے جو شخص دوسرون سے طالب رزق ہو وہ عرصہ محشر مین اسطرح آئیگا کہ اُسکا مُنھ استخوان بے لحم ہوگا یعنے بُری حالت مین۔

ابوداؤد نے عبادہ بن الصامت سے روایت کی ہے کہ مین نے چند آدمیون کو قرآن سکھایا انمین ایک نے مجھے ایک کمان بطور ہدیہ کے دی مین نے ہدیہ مذکور کو ایک خفیف چیز خیال کیا اور ارادہ کیا کہ معرکۂ جہاد مین اُس سے کام لون گا لیکن جب حضور مین نبی علیہ السلام کے اُسکا تذکرہ مین نے کیا تو حضور نے فرمایا کہ اگر گوارا ہو کہ تمھارے گلے مین

آگ کا طوق پہنایا جائے تو اس ہدیہ کو قبول کرو۔ درمیان قرأت قرآن اور تعلیم قرأت قرآن کے بہت بڑا فرق ہے اور بہ سند احادیث متذکرہ بالا کوئی شبہ باقی نہین رہ جاتا کہ ان دونون کا لینا اجرت کا شرعاً ممنوع ہے۔ امام نووی اپنی کتاب التبیان فی آداب حملۃ القرآن مین لکھتے ہین کہ زہری و ابوحنیفہ اور ایک جماعت علما کی اخذ اجرت کو اوپر تعلیم قرآن کے منع کرتی ہے اور دوسری جماعت جسمین حسن بصری و شافعی اور مالک بھی شامل ہین اُسکے جواز کی ساتھ اس شرط کے قائل ہے کہ ابتداءً اُجرت ٹھہرائی نہ گئی ہو تیسری جماعت باوجود شرط کے اخذ اجرت کو جائز اور ایسے اجارون کو صحیح کہتی ہے۔

امام ابوحنیفہ حدیث مین عبادہ بن الصامت کے کسی تاویل کا راہ دینا گوارا نہین کرتے امام شافعی کے گروہ کو اس حدیث سے ابن عباس کے مدد ملتی ہے۔

حدیث

قال ابن عباس عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ وقال الشعبی لا یشترط المعلم الا ان یعطی شیٔ فیقبلہ۔ (رواہ البخاری)	روایت کی ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ معاملہ مین اخذ اُجرت کے قرآن زیادہ حقدار ہے اور کہا شعبی نے کہ معلم شرط نہ کرے لیکن اگر کوئی شیٔ عطا کیجاے تو اُسے قبول کرے۔

ابن عباس کی حدیث کو بخاری نے باب عطاے اجرت رقیہ (افسون) مین نقل کیا ہے اسلیے قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ حدیث اخذ اُجرت رقیہ بالقرآن سے متعلق ہے اور شعبی کا

بیان محض اُنکی ذاتی رائے پر مبنی ہی- قائلین جواز کو سند پر حدیث عبادہ بن الصامت کے گفتگو
ہی اور وہ لوگ یہ بھی کہتے ہین کہ عبادہ نے تبرعاً قرآن کی تعلیم کی تھی اور بلا استحقاق اخذ معاوضہ
پر آمادہ تھے لیکن اگر قبل تعلیم کے شرط کر کے اُجرت کی جاے تو مضایقہ نہین ہی- مین گزارش
کرتا ہون کہ ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو اپنے صحیح مین روایت کی ہی اور حاکم نے مستدرک
مین اُسکو صحیح الاسناد لکھا ہی پس سند پر اس حدیث کے گفتگو کرنا بیجا ہی باقی رہی تاویل سخن
اُسمین بھی کوئی قوت پائی نہین جاتی کیونکہ ثابت نہین ہوتا کہ عبادہ نے حیلتاً یا صراحتاً مطالبہ
اُجرت کا کیا ہو بلکہ اصلیت یہ معلوم ہوتی ہی کہ کمان بطور ہدیہ کے دی گئی لیکن ہر گاہ اس ہدیہ
مین مشابہت اُجرت کی پائی جاتی تھی اسلیے نبی علیہ السلام نے اُسکے لینے سے ممانعت فرمائی امام بخاری
نے ایک حدیث ابوسعید سے روایت کی ہی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ اخذ اجرت معاوضہ مین رقیہ بالقرآن کے جائز ہی ممکن ہی اسی
قیاس پر معاوضہ تعلیم قرآن بھی جائز سمجھا جاے لیکن جیسا کہ ظاہر ہی یہ قیاس حدیث صریح عبادہ بن
الصامت کے خلاف ہی اسلیے اُسکو صرف اوپر رقیہ کے محدود رکھنا چاہیے کیونکہ رقیہ عبادت
محض نہین ہی بلکہ از قسم تداوی ہی جسکی اُجرت داخل کسب حلال سمجھی جاتی ہی پس اصل مسئلہ شرعیہ
یہ ہی کہ اخذ اجرت اوپر تعلیم قرآن کے جائز نہین- قاضیخان اپنے فتاوے مین بحوالہ امام ابوبکر
محمد بن الفضل تحریر فرماتے ہین کہ متقدمین اجارہ تعلیم قرآن اور اخذ اُجرت کو بعوض اس تعلیم کے
مکروہ کہتے تھے کیونکہ اُن دنون معلمین کے واسطے بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا اور اہل زمانہ کی
رغبت امور دینیہ کی طرف بڑھی ہوئی تھی لیکن اب حالت اور ہی اسلیے اگر کوئی جماعت باوجود
حاجت کے طرف تعلیم کے توجہ کرے تو اس جماعت کے تمدن مین خلل واقع ہوگا- یہ رائے

شک نہین کہ قرین صواب ہی اور مین اپنے زمانہ کی یہ حالت موجود پاتا ہون کہ اگر اخذ اُجرت
کی ممانعت کی جاے تو بہت لوگ قرآن کا پڑھنا اور پڑھانا چھوڑ دین اور جو گروہ قلیل آجکل
ذریعہ رونق مساجد و مدارس کا ہی بھوکون مر مٹے۔ ہر چند باقتضاے مصلحت علماے کرام
نے جواز اُجرت کا فتویٰ دیا ہی لیکن میرے خیال مین اُنکے اس فتوے سے مستفید ہونا خطرہ
سے خالی نہین ہی۔ اس زمانہ مین یہ طریقہ عام طور پر رواج پذیر ہی کہ لوگ حافظون کو واسطے
قرآن خوانی کے نوکر رکھتے ہین جنکی خدمت یہ قرار دی جاتی ہی کہ قرآن پڑھین اور کسی میت
کو اُسکا ثواب بخشا کرین علامہ عابدین نے حاشیہ شامی مین اس طریقہ کی مذمت پُر زور الفاظ
مین کی ہی اور بحوالہ اسناد کے لکھتے ہین کہ یہ طریقہ بدعت باطلہ کا ہی خلفاے راشدین کے
زمانہ مین اُسکا کبھی رواج نہ تھا فقہا مین جو کچھ اختلاف ہی وہ صرف نسبت اجرت تعلیم قرآن
کے ہی لیکن محض قرأت قرآن کے عوض مین معاوضہ کا قبول کرنا بالاتفاق خلاف مذہب ہی
جو کچھ علامہ موصوف نے تحریر فرمایا اُسکی واجبیت مین اصولاً گفتگو نہین ہوسکتی لیکن اُسکے
متعلق بھی وہی عذر بیان کیا جاسکتا ہی جو نسبت تعلیم قرآن کے بیان کیا گیا اور کچھ شک نہین
کہ اگر بغرض ایصال ثواب میت خواہ امامت نماز تراویح کے نوکر رکھنا حافظون کا روک دیا جاے
تو ان لوگون کی جماعت جو یوماً فیوماً ترقی کر رہی ہی یکبارگی گھٹ جائیگی اور ارباب احتیاج مین
بمشکل کوئی حافظ مل سکیگا چنانچہ فتاوے عالمگیری مین تحریر ہی[1] واختلفوا فی الاستیجار علی
قراءۃ القرآن علی القبر مدۃ معلومۃ قال بعضھم یجوز وھو المختار کذا فی السراج

[1] اختلاف کیا ہی فقہا نے دربارہ اجارہ قرآن خوانی اوپر قبر کے واسطے مدت معین کے۔ بعض کی رائے ہی کہ ایسا اجارہ جائز ہی اور یہی رائے اختیار ہی کذا [illegible]

متاخرین علما کی رائے ہرچند مصلحت پر مبنی ہی لیکن مین پھر بھی عرض کرتا ہون کہ تعلیم قرآن مقصود ہو
یا قرآن خوانی بغرض ایصال ثواب یا تراویح کے مطلوب ہو احوط طریقہ یہ ہی کہ حافظ خواہ ناظرہ خوان
محض بمعاہدہ قیام نوکر رکھا جائے اور ایسے ماہران قرآن کو چاہیے کہ وہ بطور مراعات کفیل معاش
کے اُسکے اغراض کو حسبۃً للہ پورا کرتے رہین نیتون کا جاننے والا اور اپنے عباد کی زلتون سے
درگذر کرنے والا خداوند عالم ہی لیکن مقران بالعبودیت پر لازم ہی کہ جہانتک ممکن ہو محرمات سے
بچنے کی کوشش کرین اور شرعی حیلون کے اوٹ مین بھی حمایت اسلام کو مدنظر رکھین و باللہ التوفیق

حدیقہ (۲۸)

بیان مین حفظ قرآن اور وعید مین نسیان کے

یون تو نسیان فطرت مین انسان کے داخل ہی لیکن اسلامی عقائد کے موافق شیطان
موروثی دشمن بنی آدم کا بھی واسطے تاراج ذخیرۂ حسنات کے ہروقت کمربستہ آمادہ کار
رہتا ہی چنانچہ تجربہ سے ثابت ہوا ہی کہ اُسکی توجہ زیادہ تر اس طرف مائل رہتی ہی کہ علوم دینیہ
اور خاص کر قرآن کو صفحات خواطر سے محو کردے لہذا حاملان قرآن کو بھی لازم ہی کہ ہروقت
ہوشیار رہین کہ اُنکا گنجینہ سعادت برباد نہو۔ حدیث شریف مین ارشاد ہوا ہی کہ جب حامل
قرآن شب و روز یعنے اکثر کلام پاک کو پڑھا کرتا ہی تو وہ محفوظ رہتا ہی ورنہ بھول جاتا ہی اُسکی
مثال زانو بستہ شتر کی ہی کہ اگر مالک نے نگہداشت کی تو رُکا رہا اور اگر غفلت کی تو چل دیا
(مسلم) یہ بلائے نسیان ایسی عامۃ الورود بلا ہی کہ اُسکا اثر نبی علیہ السلام پر بھی بمقتضاے

فطرت انسانی پہونچا تھا لیکن وہ محض ایک قسم کا کمزور ذہول تھا جو ایک اشارہ مین جاتا رہا۔

حدیث

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستمع قراءة رجل فی المسجد فقال رحمه الله اذکرنی اٰیة کنت اُنسیتها (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہین کہ اس اثنا مین کہ نبی علیہ السلام ایک شخص کی قرات مسجد مین سن رہے تھے آپ نے فرمایا کہ اللہ اسپر رحمت کرے اُسنے مجکو ایک آیت یاد دلائی جسکو مین بھلا دیا گیا تھا۔

پس ایسی آفت سے دوسرون کا بچنا کب ممکن ہے لیکن اسطرح کی کوشش ضرور ہے کہ کلام مقدس کلیۃً نسیاً منسیا نہو جاے کیونکہ ایسے ہی نسیان کی بابت وعید کا وجود حدیث مین موجود ہے۔

حدیث

عن سعد بن عبادة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن امرءٍ یقرأ القراٰن ثم ینساه الا لقی اللہ اجذم۔ (رواہ ابوداؤد)

سعد بن عبادہ روایت کرتے ہین کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص قرآن کو پڑھ کے بھلا دے وہ روز محشر خدا سے ایسی حالت مین ملاقات کریگا کہ شخص مذکور اجذم ہوگا (مختلف علمانے اس مقام پر اجذم کے معنے حسب ذیل بیان کیے ہین مقطوع الید۔ مجذوم۔ مقطوع الحجت منقطع السبب۔ خالی ہاتھ)

صاحب نسیان کی تقسیم یون کی جاسکتی ہی۔

اولاً وہ ایسا شخص ہو جو صنعت کتابت کو نہ پہچانتا ہو۔

ثانیاً ایسا شخص جو اسکو پہچانتا ہو پس اگر قسم اول کے آدمی قرآن کو بھلا دین تو وہ محض بالزام فراموشی داخل وعید ہین لیکن دوسرے قسم کے آدمی اُس صورت مین داخل وعید متصور ہون گے کہ مصحف شریف کو دیکھ کے بھی نہ پڑھ سکین چنانچہ فتاوے عالمگیری مین تحریر ہی[1] اذا حفظ الانسان القرآن ثم نسیه یاثم وتفسیر النسیان ان لایمکنه القراءة من المصحف۔

گنجینہ سینہ مین قرآن گرانمایہ دولت ہی بعلت فراموشی عارف بالکتابت گنہگار نہو لیکن پھر بھی اُسکی بڑی بدنصیبی ہی کہ ایسی دولت پاے اور اُسکو کھودے۔ پروردگار عالم کافرون کو خطاب کرکے فرماتا ہی[2] قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝ (پارہ ۱۶-۱۵ سورہ طہٰ)

نسیان واقعہ آیہ محولہ سے مراد ترک اور بے اعتقادی ہی جسکے الزام سے بحمد اللہ طبقہ مومنین محفوظ ہی لیکن پھر بھی شان ایمان نہین ہی کہ اس معاملہ مین منکرین کے ساتھ مشابہت ناقص بھی حاصل کی جاے بغرض احتراز مشابہت نسیان کے شاید نبی علیہ السلام نے فرمایا ہی

بئسما لاحدکم یقول نسیت اٰیة	بُری بات ہی کہ تم مین کوئی کہے کہ مین فلان فلان آیت

[1] حافظ قرآن اگر قرآن کو بھلادے تو وہ گنہگار ہوگا۔ نسیان کی یہ تشریح ہی کہ مصحف کو دیکھ کے بھی پڑھ نہ سکے ۱۲

[2] خدا فرمائے گا کہ اسی طرح میری آیات تجھ تک پہونچین اور تونے انکو بھلا دیا پس اُسی طرح آج تو بھلا دیا جائے گا ۱۲

کیت وکیت بل ہو نسیَ (رواہ مسلم)	بھول گیا بلکہ یون کہنا چاہیے کہ وہ بھلادی گئی۔

اگرچہ دونون عنوان بیان واحد کے ہین لیکن پہلے مین غفلت و بے پروائی کا شبہ ناشی ہوتا ہے اور دوسرے عنوان سے مجبوری غیر اختیاری ظاہر ہوتی ہے ممکن ہے کہ بوجہ اسی تفرقہ کے ارشاد ہوا ہو کہ عنوان اول اختیار نہ کیا جائے۔

حدیقہ (۲۹)

بیان مین آداب تلاوت قرآن کے

قرآن کی تلاوت کرنے والا وقت تلاوت کے اپنے خالق بے نیاز سے گویا راز و نیاز کی باتین کرتا ہے اسلیے اُسکو باادب اور جہانتک موقع ملے ساتھ لطافت و نظافت کے رہنا چاہیے۔ پاک جگہ مین باوضو قبلہ رخ سر جھکاے سکینہ اور وقار کے ساتھ بیٹھے اور مصحف پاک کو جاے نشست سے کسی قدر اونچا رکھے خوش آوازی حسن ادا صحت مخارج کا خیال رہے سب سے بڑی بات جو درحقیقت مقصود تلاوت ہے یہ ہے کہ ترتیل کے ساتھ یعنے ٹھہر ٹھہر کے قرات کیجائے اور معانی دلنشین کیے جائین قرآن کا بلند آواز سے پڑھنا اخفا سے بہتر کہا جاتا ہے۔ جہان موقع آئے رونی صورت بنانے کی ہدایت حدیث شریف سے نکلتی ہے امام غزالی رحمہ اللہ بکا کو وقت قرأت مستحب لکھتے ہین اور فرماتے ہین کہ قاری اپنی نالائقی کے تصور سے جوش گریہ پیدا کرے اگر پھر بھی رونا نہ آئے تو اپنی اس تقصیر پر رونے کی کوشش کرے لیکن نعرہ مارنا کپڑے پھاڑنا اور اسی طرح کی جوشیلی مگر نامہذب حرکتین ممنوع ہین چنانچہ فتاوے

عالمگیری مین بحوالہ قنیہ لکھا ہی کہ نعرہ مارنا وقت قرارت قرآن کے مکروہ ہی اور صحابہ و تابعین وسلف صالح اس طرح کے نعرہ و فریاد سے سختی ممانعت فرماتے تھے اور یہ بھی تحریر ہی ودفع الصوت[۱] عند سماع القرآن والوعظ مکروہٌ وما یَفعلہُ الذین یدعون الوجد والمحبۃ لا اصل لہ ویُمنع الصوفیۃ من رفع الصّوتِ وتخریق الثیاب سچے اور مضطر ارباب شوق کی حالت اور ہی ابو القاسم الجنیدی جب قرآن سنتے چیخ مارتے اور بیہوش ہوجاتے زرارہ ابن اوفی جلیل القدر تابعی نے نماز فجر مین آیہ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۙ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ (پارہ- ۲۹- سورہ المدثر- رکوع ا- جب صور پھونکا جائے تو وہ دن مشکل ہی) پڑھا اور ایسے متاثر ہوے کہ اُسی وقت واصل بحق ہوگئے اسی طرح ایک جماعت صالحان سلف کی وقت قرارت قرآن بیہوش ہوئی یا مر گئی ؎

کار پاکان را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

شافعیہ کے نزدیک قاری قرآن کو اندر نماز و خارج از صلوۃ اپنے اپنے موقع پر تعوذ و دعا کرنا و تسبیح کہنا مستحب ہی لیکن امام ابو حنیفہ استحباب کے قائل نہین ہین بلکہ نماز مین ان افعال کو مکروہ کہتے ہین (التبیان)

صاحب دُر مختار کہتے ہین کہ نماز نفل مین منفرد کو آیہ ترغیب و ترہیب پر ٹھہرنا و دعا و استغفار کرنا جائز ہی لیکن حذیفہ کی جس حدیث کی طرف انھون نے اشارہ کیا اور جس کو

---

[۱] اور بلند کرنا آواز کا وقت سماعت قرآن اور وعظ کے مکروہ ہی اور جو کچھ مدعیان وجد و محبت کرتے ہین اُسکی کوئی اصل نہین ہی صوفیون کو منع کیا جائے کہ آواز بلند نہ کرین اور کپڑے نہ پھاڑین ۱۲

صاحب ردالمحتار نے نقل کیا ہو اُس سے یہ سند ملتی ہو کہ نبی علیہ السلام نے بحالت امامت نماز نفل مین ایسی کارروائی فرمائی تھی۔

امام نووی لکھتے ہین کہ قرآن کا لیٹ کے یا کھڑے تلاوت کرنا جائز ہو تکیہ لگا کے بھی تلاوت کی سند نبی علیہ السلام کے فعل سے ملتی ہو لیکن اولی یہی ہو کہ بیٹھ کے باادب قرآن پڑھا جائے حنفی فقہ مین تحریر ہو کہ لیٹ کے تلاوت کا مضائقہ نہین لیکن مُنھ لحاف سے باہر رہے (قنیہ) اور وقت قرات قرآن کے پانوٗن کو سکوڑ لینا چاہیے (محیط) قبل از قرارت قاری کو تعوذ کرنا دیکھیے حدیقہ ۱۸) مستحب ہو اور اُسکو چاہیے کہ قبل قرارت بسم اللہ کہے اور اسی طرح ہر ایک سورہ کے پہلے جیساکہ مصحف شریف مین تحریر ہو تسمیہ کیا کرے کیونکہ تسمیہ نزدیک بعض علما کے ہر ایک سورہ کا جزو ہو پس بحالت ترک اُن لوگون کی رائے کے موافق ختم قرآن ناتمام رہ جائے گا۔ وقت تلاوت کے لغو حرکتون سے اور تکلم مع الغیر سے حتے الوسع احتراز لازم ہو اور ناجائز نظارہ تو سخت قبیح اور موجب وبال و نکال متصور ہو۔ بعض علما مسجد مین تلاوت کو مستحب کہتے ہین اور امام نووی یہ بھی سفارش کرتے ہین کہ قاریان قرآن وقت داخلہ مسجد کے اعتکاف کی نیت کر لیا کرین تاکہ اُسکا ثواب بھی حاصل ہو۔ محدث کو تلاوت قرآن جائز ہو اور مستحاضہ کا حکم بھی محدث کا ہو لیکن جنب و حائض کے لیے تلاوت ممنوع ہو ہان بطور دعا چند آیتون کا پڑھنا جائز بیان کیا گیا ہو رات مین قرآن کا پڑھنا زیادہ پسندیدہ ہو کیونکہ وہ وقت نزول برکات اور طمانیت قلب کا ہو اور ریا کو بھی اُسکے پردہ مین کمتر موقع مداخلت کا ملتا ہو امام نووی فرماتے ہین کہ صحابہ کرام اول لیل یا اول نہار مین

ختم قرآن کو دوست رکھتے تھے سراجیہ مین لکھا ہی کہ بموسم گرما اول نہار مین اور بموسم سرما اوائل شب مین ختم کرنا قرآن کا مستحب ہی اور غالباً بنیاد اس راے کی یہ ہی کہ یہ اوقات ظلمات قلبی کے ہین۔ حمام مین قرات قرآن کو بعض مکروہ اور بعض غیر مکروہ کہتے ہین عالمگیری مین یہ مسئلہ مختار بیان کیا گیا ہی کہ حمام مین بلند آواز سے قرأت مکروہ اور بالاخفا غیر مکروہ ہی۔ راہ مین تلاوت کا مسئلہ بھی مختلف فیہ ہی لیکن اُسکا جواز پسند کیا گیا ہی چنانچہ ابو الدردا کی نسبت مروی ہی کہ وہ راستہ مین قرآن پڑھتے تھے (التبیان) امام نووی فرماتے ہین کہ ایک جماعت کا ساتھ ساتھ قرآن پڑھنا دلائل ظاہرہ سے مستحب ثابت ہوا ہی لیکن اُنھون نے جن احادیث کا نشان مسلم و ترمذی و ابوداود سے دیا ہی اُنسے ثابت نہین ہوتا کہ جس جماعت کا تذکرہ احادیث مین ہوا ہی اُسکے افراد ایک ساتھ قرارت بالجہر کرتے تھے حنفیہ ایک ساتھ چند آدمیون کا بطور تلاوت قرآن پڑھنا مکروہ کہتے ہین کیونکہ ایسی صورت مین ترک استماع لازم آتا ہی مکاتب قرآنی کی حالت اور ہی جہان بضرورت تعلیم و تعلم ترک استماع مجبوراً گوارا کیا جاتا ہی۔ نماز مین اور نماز کے باہر ترتیب سورتون کا جسطرح کہ مصحف عثمانی مین مرقوم ہی لحاظ رکھنا چاہیے آثارات سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت عمر نے نماز صبح کی پہلی رکعت مین سورۃ الکہف اور دوسری رکعت مین سورہ یوسف پڑھی تھی اور خود نبی علیہ السلام سے بھی خلاف ترتیب موجودہ قرآن کا پڑھنا منقول ہی لیکن مین کہتا ہون کہ اُسوقت اس ترتیب کا وجود نہ تھا لیکن جب کسی مصلحت سے امت نے ترتیب موجودہ کو اختیار کر لیا تو اب اُس سے اختلاف کرنا در حقیقت اختلاف نامحمود کا اشتغال دینا ہی چنانچہ التبیان فی آداب حملۃ القرآن مین

امام نووی بہ حوالہ ابن ابی داؤد اس روایت کو تحریر کرتے ہین کہ ابن مسعود سے کسی نے کہا کہ فلان شخص قرآن کو خلاف ترتیب پڑھتا ہی آپ نے فرمایا کہ وہ منکوس[۱] القلب ہی۔ یہ گفتگو در باب ترتیب سورتون کے ہی لیکن آیتون کی ترتیب کا بدلنا سخت ممنوع اور مشاکل تحریف قرآن کے ہی۔ عالمگیری مین تحریر ہی کہ پیشہ ورون کا ساتھ عمل کے تلاوت کرنا جائز ہی مگر شرط یہ ہی کہ بوجہ عمل قلب کو قرآن کی طرف سے غفلت نہو۔

تنبیہ

سورہ واقعہ (رکوع ۳۔ پارہ۔ ۲۷) مین ارشاد ہوا ہی اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ ۙ فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ ۙ لَّا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ ؕ[۲] ضمیر مفعول لَا یَمَسُّہٗ کی طرف کتاب کے عائد ہی اور اصح یہ ہی کہ اس کتاب سے مراد لوح محفوظ ہی اور خدا نے لبطور اخبار کے ارشاد فرمایا ہی کہ اُسکو مطہر لوگ یعنے فرشتے چھوتے ہین بعض علما نے کتاب سے مصحف اور مکنون سے مراد مصئون اور خبر سے مقصود امر لیا ہی اور نتیجہ یہ نکالا ہی کہ محدث ہرگاہ اچھی طرح سے پاک نہین ہی اسلیے اُسکو بھی مثل مجنب اور حائض کے مس قرآن جائز نہین لیکن یہ سب تاویلات ہین جنکے اختیار کرنے کی کوئی وجہ موجہ پائی نہین جاتی ہان عام فقہا محدث مجنب اور حائض کو مس مصحف سے ممنوع تجویز کرتے ہین جسکی دو وجہ معقول پائی جاتی ہی۔

---

[۱] صاحب اتقان کی رائے مین یہ قول ابن مسعود کا جسکی روایت طبرانی نے کی ہی اُس شخص سے متعلق ہی جو کسی سورہ کو اُلٹ کے پڑھے یعنے آخر آیت سے شروع کرے اور سورہ کی اول آیت پر ختم کرے (اتقان صفحہ ۲۵۷ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی) ۱۲

[۲] بیشک یہ قرآن پاک ہی چھپی کتاب مین اُسکو وہی چھوتے ہین جو پاک بنے ہین ۱۲

اولاً لوح محفوظ کی حالت سے اس مسئلہ کا استنباط کیا گیا ہی۔
ثانیاً روایت کی گئی ہی کہ نبی علیہ السلام نے عمرو بن حزم کو لکھا تھا کہ[1] یمسّ القُرآن مَن ھُوَ علےٰ غیر طُھرٍ (تفسیر کبیر)

حدیقہ (۳۰)

بیان مین چند فوائد متفرقہ کے

(۱) لفظ أنا مین ہر چند الف ضبط تحریر مین آتا ہی لیکن تمام قرآن مین نون مفتوح بغیر الف پڑھا جاتا ہی۔

(۲) کلمات منصوب کا ہمزۂ آخر جسکے اوپر وقف ہو بلا الف لکھا جاتا ہی مگر اُس ہمزہ کو بطور ایک کھڑے الف کے پڑھنا چاہیے مثلاً مَاءً کو ماءا (شروع آیہ پارہ ۲۰)

(۳) لفظ اَلنَّبِیّٖنَ (پارہ ۲- سورہ البقرہ- رکوع ۲۶) وغیرہ مشاکل الفاظ مین یاے تحتانی کو مشدد پڑھنا چاہیے ہمزہ کا تلفظ ایسے کلمات مین صحیح نہین۔

(۴) لفظ لِیَسُوْءٗا (پارہ ۱۵- سورہ بنی اسرائیل- رکوع ۱) کے ہمزہ پر اُلٹا پیش لکھتے ہین اور تلفظ مین واو کی آواز پیدا کی جاتی ہی۔

(۵) لفظ داوٗد کے حرف واو پر جو متعدد جگہ قرآن مین آیا ہی اُلٹا پیش لکھا جاتا ہی اور تلفظ مین دو واو کی آواز پیدا کی جاتی ہی اس لفظ مین اور نیز الفاظ یَسْتوٗن ویَلْوٗن

---

[1] قرآن کو شخص غیر طاہر نہ چھوے ۱۲

وفاؤ مین واو کے پہلے ہمزہ کا تلفظ غلط ہی۔

(۶) لفظ مِائَۃ (پارہ-۳-سورہ البقرہ-رکوع-۳۵) جو ترجمہ صد کا ہی میم مکسور مع الالف لکھا جاتا ہی مگر الف تلفظ مین نہین آتا۔

(۷) بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْق (پارہ-۲۶-سورہ الحجرات-رکوع-۲) مین لام مکسور کو ساتھ سین ساکن کے ملا کے پڑھنا چاہیے الاسم کے دونون الف تلفظ سے ساقط ہین۔

(۸) اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ (پارہ-۲۹-سورۃ المرسلت رکوع ۱) مین کاف مشدد پڑھا جاتا ہی اور قاف قرشت کا تلفظ نہین ہوتا۔

(۹) لفظ مجْرٖىهَا (پارہ-۱۲-سورہ ہود-رکوع-۴) مین یاے تحتانی بالامالہ بطور یاے مجہول پڑھی جاتی ہی۔

(۱۰) آیۂ کریمہ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ الخ (پارہ-۴-سورہ آل عمران-رکوع-۱۶) مین سب حروف تہجی موجود ہین اس آیت کو ارباب عزایم یعنے عاملین آیہ قطب کہتے ہین اور واسطے فلاح دنیاوی اور تسخیر کے ستّر خواہ لونٹے یا ایک ہزار ایک سو دس مرتبہ بعد نماز عشا پڑھتے ہین۔ یہ بھی کہا جاتا ہی کہ یہ آیت اگر خاص ترکیب سے پڑھی جاے تو وسعت دست غیب کی حاصل ہوتی ہی۔

آیہ کریمہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ الخ (پارہ-۲۶-سورہ الفتح رکوع ۴) مین بھی اسی طرح کل حروف تہجی موجود ہین ارباب عزایم اسکو آیۂ غوث کے ساتھ تعبیر کرتے ہین

اور اُسکی بڑی بڑی تاثیرون کے معتقد ہین واللہ اعلم بالصّواب۔

(۱۱) احادیث صحیحہ مین ہدایت کی گئی ہے کہ قرآن پاک خوش آوازی کے ساتھ پڑھا جائے لیکن اسطرح کا الحان کہ اشباع فتحہ سے الف و اشباع ضمہ سے واو خواہ اشباع کسرہ سے یا پیدا ہو یا ادغام کی تشکل غیر موضع ادغام مین ظاہر ہو تو بالاتفاق ناجائز ہی ہان اگر الحان اس حد تک نہ پہونچے تو نزدیک محققین شافعیہ کے جائز ہے اور قاضیخان حنفی لکھتے ہین کہ جو الحان کلمہ کو متغیر کرڈے وہ مفسد صلوۃ ہے اور غیر صلوۃ مین بھی تلاوت بالالحان کو عام مشائخ مکروہ کہتے ہین لیکن بعض نے جائز کہا ہے۔

(۱۲) بہ تبعیت ایک حدیث کے جسکی روایت حاکم نے کی ہے قرآن کو ساتھ تفخیم کے پڑھنا چاہیے اور مراد یہ ہے کہ مردانہ آواز مین پڑھا جائے اور اسطرح کمزوری کا اظہار نہو جیسی کہ عورتون کی گفتگو مین پائی جاتی ہے۔

(۱۳) اس خصوص مین کہ قرآن کا بالجہر پڑھنا افضل ہے یا بالسر مختلف حدیثین روایت کی گئی ہین جنکی تطبیق یون کیجاتی ہے کہ جب اندیشہ ریا ہو یا دوسرون کو بوجہ رفع صوت تکلیف پہونچتی ہو خواہ اُنکی عبادات مین ہرج کا احتمال ہو تو ایسی صورتون مین قرارت بالسر افضل ہے ورنہ عام حالتون مین قرارت بالجہر کو رتبہ تفوق حاصل ہے۔

(۱۴) جمہور علما قرارت قرآن کو بزبان عجم مطلقاً ناجائز کہتے ہین اور اُنکی حجت یہ ہے کہ الفاظ قرآنی اوپر اعجاز کے شامل ہین اور ترجمون مین وہ جوہر اعجاز مفقود ہو جاتا ہے۔

ل اتقان صفحہ ۲۵۳ - ۱۲

حنفی کتب فقہ سے پتا ملتا ہی کہ امام ابو حنیفہ قرات کو بزبان فارسی مطلقاً جائز قرار دیتے تھے لیکن آخر کار اُنھون نے اپنے شاگردون کی یہ راے کو تسلیم کرلیا کہ صرف ایسی خاص صورتون مین کہ کوئی شخص قرارت عربی سے عاجز ہو اُسکو بزبان عجم قرآن کا پڑھ لینا جائز ہی شک نہین کہ یہ راے اُن فقہا کی راے پر عقلاً مرجح ہی جو کسی حالت مین قرارت کو بزبان عجم جائز نہین سمجھتے۔

(۱۵) انسانی گفتگو مین فقرات قرآنی کی تضمین مختلف فیہ ہی بعض نے اُسکو قطعاً ناجائز اور بعض نے شعر مین ناجائز اور نثر مین جائز سمجھا حق یہ ہی کہ مواقع دعا او وعظ مین ایسی تضمین مقبول اور دیگر مواقع مین بشرطیکہ اصول ادب محفوظ ہون جائز ہی لیکن ایسی صورتون مین کہ شیوۂ ادب متروک ہو قطعاً ناجائز اور موجب وبال و نکال متصور ہی اس پچھلی صورت کی مثالین حسب ذیل بیان کی گئی ہین۔

(۱) کسی مروانی کے روبرو اُسکے عمال کی شکایتین پیش ہوئین اُسنے ان کلمات کے ساتھ توقیع کی اِنَّ اِلَیۡنَاۤ اِیَابَهُمۡ ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا حِسَابَهُمۡ اور بدبخت کو یہ امتیاز نہین ہوا کہ وہ اس عظمت و جلالت بھرے ہوے کلمات کی نسبت جو خالق قدیر کی طرف منسوب ہین خود اپنی طرف کر رہا ہی۔

(۲) کسی گستاخ شاعر نے آیہ کریمہ هَیۡهَاتَ هَیۡهَاتَ لِمَا تُوۡعَدُوۡنَ کو اپنی عاشقانہ غزل کا ایک پورا مصرع بنا دیا۔

(۱۶) سخاوی فرماتے ہین کہ قاری کو وقف جبریل و وقف نبی علیہما السلام کی

واقفیت بہم پہونچانی چاہیے۔ جبرئیل علیہ السلام جب قرآن کو پیش کرتے تو بعض مواقع مین وقف کرتے اور نبی علیہ السلام بھی اُنکی تبعیت فرماتے بعض مواقع مین بروقت قرارت خود ہمارے حضور وقف کرتے تھے۔ اکثر یہ اوقاف وسط مین آیات کے واقع ہین اور پایا جاتا ہی کہ بذریعہ علم لدنی یہ مواقع وقف کے معلوم ہوے تھے (منار الہدی) ہرگاہ اکثر قرآن مطبوعہ مین ایسے اوقاف کا اظہار کیا گیا ہی اسلیے مین نے اُنکی تحریر کو غیر ضروری خیال کیا

(۱۷) صاحب اتقان فرماتے ہین کہ بعض قرائے انصاف قرآن حسب ذیل بیان کیے ہین

باعتبار	موقع ختم نصف اول	موقع شروع ہونے نصف ثانی کا	تذکرہ اختلاف
حروف	سورہ الکہف مین اوپر نون نکرا کے۔	کاف نکرا	بعض نے کاف نکرا پر اور بعض نے فا ولیتلطف پر ختم ہونا نصف اول کا ظاہر کیا ہی
کلمات	سورہ الحج مین اوپر لفظ الجلود کے	ولھم مقامع من حدید	
سورہ	سورہ الحدید	سورہ المجادلہ	

(۱۸) معنے تو الفاظ کے ساتھ رہتے ہین لیکن معنی ناشناس قاری لفظ کو ادا کرتا اور معنی سے جو اصل الوصول تنزیل کے ہین بہرہ مند نہین ہوتا خدا کی بڑی عنایت ہی کہ اسطرح کے قاریون کو آدھا ثواب مل رہتا ہی چنانچہ بیہقی نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی ہی من قرأ[۱] القران فاعربہ کان لہ بکل حرف عشرون حسنة ومن قرأہ بغیر اعراب کان لہ بکل

[۱] جو قرآن کو با معنے پڑھے وہ ہر حرف پر بیس اور جو بے معنے پڑھے دس نیکیان پاتا ہی صاحب منار الہدی فرماتے ہین کہ مراد اعراب سے مصطلح اہل نحو نہین ہی بلکہ اس لفظ سے مقصود فہم معانی الفاظ ہی ۱۲

حرفِ عشر حسنات - (منار الہدیٰ)

(۱۹) بزرگان سلف قرآن کو ایک قاری کی روایت کے ساتھ پڑھتے تھے پانچوین
صدی ہجری مین قراتون کے جمع کرنے کا طریقہ نکلا۔ طریقہ جمع قرارت مین اختلاف ہی
زیادہ پسندیدہ شامیون کی یہ رائے ہی کہ بروایت ایک قاری کے قرارت شروع کیجائے
موقع وقف پر پہونچ کے قاری عود کرے اور دوسری روایت کے موافق پڑھے مگر مصریون
کی یہ روش ہی کہ موقع اختلاف پر پہونچ کے یکے بعد دیگرے اختلاف قرارت کو ظاہر کرتے ہین
اور پھر آگے بڑھتے ہین صاحبِ اتقان[۱] لکھتے ہین کہ یہ طریقہ رونق قرارت وحسن تلاوت
کے خلاف ہی۔

(۲۰) سوال یہ ہی کہ چند آیتین بروایت ایک قاری کے اور چند آیتین بروایت
قاری دیگر بطور تلاوت پڑھنا مناسب ہی یا نہین زیادہ معقول ابن صلاح اور امام نووی
کی رائے پائی جاتی ہی جو فرماتے ہین کہ جب تلاوت کرنے والا موافق روایت کسی قاری کے
قرآن پڑھنا شروع کرے تو چاہیے کہ تاختم ہوجانے ارتباط کلام کے اُسی روایت کی پیروی
کرے اور بعد ازان اختیار ہی کہ دوسری روایت کے موافق قرارت کرے لیکن اولی یہ ہی
کہ اُس مجلس مین اُسی روایت کے موافق قرآن پڑھتا رہے جسکے موافق قراءۃ شروع کی ہی
(اتقان صفحہ ۲۵۸ - مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی)۔
شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک نماز مین اجزائے سورہ واحد کو بقرارت مختلفہ پڑھنا جائز ہی

[۱] صفحہ ۱۳۹ - مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی ۱۲

بلکہ اُنکے علما کہتے ہین کہ قرارت قرآن مین سنت ہی کہ التزام قرارت واحد نہ کیا جائے (جامع عباسی)

(۲۱) ایک سورہ کی صرف چند آیتین پڑھکے دوسری سورتون کی آیتون کا پڑھنا خلاف ادب ہی چنانچہ روایت کی گئی ہی کہ نبی علیہ السلام نے بلال کو ایسا کرتے ہوے دیکھا بروقت استفسار کے بلال نے عرض کیا کہ مین طیب کو ساتھ طیب کے ملاتا ہون حضور نے ارشاد فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو۔

ابو الهذیل کہتے ہین کہ صحابہ کرام اسطرح پر سورتون کی تخلیط کو مکروہ سمجھتے تھے اور ابن سیرین کی تقریر سے مستنبط ہوتا ہی کہ اُنکے خیال مین اسطرح کی تخلیط گناہ کبیرہ مین داخل ہی۔ میرے خیال مین ان اسناد کا تعلق طریقہ تلاوت قرآن سے ہی لیکن اگر بطور دعا کوئی شخص مناسب آیات قرآنی کو منتخب کرکے لکھے یا پڑھے تو اُسمین کوئی وجہ قباحت کی معلوم نہین ہوتی اور بزرگان سلف نے اس طریقہ پر عمل بھی کیا ہی۔

(۲۲) ابن ابی داود نے اپنے مشائخون سے روایت کی ہی کہ بعد عصر قرارت قرآن مکروہ ہی کیونکہ وہ وقت تلاوت یہود کا ہی لیکن صاحب اتقان تحریر فرماتے ہین کہ بیان کراہت غیر مقبول اور بے اصل ہی اور یہ بھی لکھتے ہین کہ بلحاظ ایام بروز عرفہ وجمعہ ودوشنبہ وپنجشنبہ وبلحاظ اعشار عشرۂ آخر رمضان وعشرۂ اول ذی الحجہ مین وبلحاظ مہینون کے شہر رمضان مین تلاوت زیادہ پسندیدہ ہی۔

(۲۳) بروقت ختم قرآن کے رحمت آلہی کا نزول ہوتا ہی چنانچہ بعض اکابر ایسے موقع مین اپنے دوستون کو بھی بلا لیتے اور ابن عباس کی نسبت روایت کی گئی ہی کہ وہ

کسی آدمی کو تعنات کرتے جو قاری قرآن کی نگرانی کرتا اور جب وہ خبر دیتا کہ قرآن ختم ہونے والا ہی تو خود اُس موقع مین حاضر ہوتے۔

(۲۴) قرارت قرآن کے بعد قبولیت دعا کا عمدہ وقت ہی چنانچہ دارمی نے حمید اعرج سے روایت کی ہی من قرأ القران ثم دعا امن علی دعائہ اربعۃ الاف ملک (التبیان) پس قاریان قرآن کو چاہیے کہ ایسے مواقع کو رائگان نہ کرین اور خشوع و خضوع کے ساتھ بغرض انجام مہام خالق کارساز کے روبرو دست التجا دراز کرتے رہین۔

(۲۵) قال اللہ تعالیٰ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط (پارہ-۶-سورہ المائدہ رکوع ۱)

یہ آیت بہ یوم عرفہ سال مین حجۃ الوداع کے نازل ہوئی اور امام رازی فرماتے ہین کہ اُسکے نزول کے بعد نبی علیہ السلام صرف اکاسی خواہ بیاسی دن اس عالم مین رونق افروز رہے۔ بعض علمانے کہا ہی کہ مراد تکمیل دین سے یہ ہی کہ اُسکے بعد کوئی حکم جدید مشعر حلت و حرمت صادر نہین ہوا لیکن اس رائے پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ روایۃً آیت حرمت ربا بعد حجۃ الوداع کے اور قریب زمانہ وفات سرور کائنات کے نازل ہوئی ہی چنانچہ ابن ماجہ نے حضرت عمر سے روایت کی ہی ان اٰخر ما نزلت اٰیۃ الربا وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] جو قرآن کو پڑھے اور اُسکے بعد دعا کرے تو اُسکی دعا پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہین ۱۲

[۲] آج مین نے تمھارے دین کو پورا کیا اور اپنے احسان تم پر تمام کیے اور پسند کیا مین نے تمھارے لیے دین اسلام کو ۱۲

[۳] آخر بالنزول آیت ربا ہی اور رسول علیہ السلام نے وفات کی اور ہمارے لیے اُسکی تفسیر بیان نہین کی پس چھوڑو ربا کو اور شبہہ کو ۱۲

قبض ولم یفسرھالنا فدعوا الزبا والریبۃ ۔ معقول رائے ابن جریر کی ہی جسکو صاحب
اتقان (صفحہ ۶۳) نے نقل کیا ہی کہ مطلب یہ ہی کہ بلد حرام اہل اسلام کے ساتھ مخصوص
ہوگیا اور اُسمین مشرکین کی شرکت نہ رہی یعنے لفظ دین سے مراد حقوق دینی متعلق بلد حرام
وبیت اللہ کے ہین جنمین قبل نزول اس آیہ کے مشرکین بھی دعویدار شرکت کے تھے
سباق آیت اور موقع نزول سے تائید اس تعبیر کی ہوتی ہی اور اُسکی بنیاد پر شبہہ متذکرہ بالا
اور وہ تمام شبہات جنکو امام رازی نے پیدا کیا اور اُسکے دفع کے لیے قلم فرسائی کی
عائد ہی نہین ہوتے۔

(۲۶) سورۂ انعام رکوع ۴ مین ارشاد ہوا ہی مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ (ہمنے
چھوڑی نہین کتاب مین کوئی چیز) اور پھر اسی سورہ کے رکوع ۷ مین فرمایا ہی لَا رَطْبٍ
وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۵ (تر وخشک سب کچھ کتاب مبین مین موجود ہی) ان
آیات مین لفظ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہی اور اگر آیہ مسبوق الذکر مین قرآن پاک مراد لین
تو مطلب یہ ہون گے کہ ضروری باتین متعلق دین سب اُسمین بیان کی گئی ہین بعض جوشیلے
مسلمان سمجھتے ہین کہ جزئیات دینی ودنیوی سب قرآن مین بیان کی گئی ہین اور اُسکے لیے
دور از کار تاویلین کرتے ہین چنانچہ ایک صاحب ترسٹھ برس نبی علیہ السلام کی عمر آیہ اذا
جاء اجلھا واقع سورہ المنافقون سے اخذ کرتے ہین اور بنیاد اخذ یہ ہی کہ سورۂ مذکور
ترسٹھوین سورہ قرآن پاک کی ہی صاحب اتقان نے بھی اپنی کتاب مین تذکرہ ایسے
اخذ کا بلا اعتراض فرمایا ہی حالانکہ اولاً یہ طریقۂ اخذ بے سرو پا ہی ثانیاً المنافقون ترسٹھوین

سورہ ترتیب موجودہ مین ہی اور باعتبار تنزیل تو اُسکا نمبر ایک سو چار ہی۔ امام شافعی علیہ الرحمہ
نے بھی ایک جلسہ مین فرمایا کہ تم لوگ جو سوال کرو مین اُسکا جواب قرآن سے دونگا چنانچہ
سوال کیا گیا اور آپ نے فرمایا کہ قرآن مین تبعیت رسول کا ذکر ہی حدیث مین خلفاے
راشدین کی تبعیت کا حکم موجود ہی حضرت عمر نے فرمایا ہی کہ محرم کو قتل زنبور جائز ہی لیکن مین
دب عرض کرتا ہون کہ اس تقریر سے ثابت نہین ہوا کہ جواز قتل زنبور کا حکم قرآن
مین موجود ہی ہان یہ کہنا ضرور صحیح ہی کہ کل اصول دین قرآن مین موجود ہین اور وہ
بعض علوم کا ماخذ بھی ہی۔

(۲۷) دنیا کے عمدہ اموال مین وہی مال ہی جسکا نفع بعد مرنے کے بھی صاحب
مال کو پہونچتا رہے صاحب اتقان (صفحہ ۲۸۷) مین تحریر فرماتے ہین کہ انس سے مرفوعاً
روایت کی گئی ہی کہ سات عمل ایسے ہین جنکا اجر بعد موت کے بھی ملتا رہتا ہی۔ تعلیم علم
اجراے نہر۔ حفر چاہ۔ غرس نخل۔ بناے مسجد۔ ترک ولد جو بعد وفات باپ کے اُسکے لیے
استغفار کرے۔ توریث مصحف۔ ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے ایک اور حدیث باب ثواب
معلم الناس الخیر مین روایت کی ہی اور اسمین بھی سات ایسے اعمال کا تذکرہ ہی لیکن بجاے
حفر چاہ و غرس نخل بناے مسافرخانہ اور عطاے صدقہ کو جو زندگی مین بحالت صحت
دیا جائے شمار کیا ہی الغرض عمل توریث مصحف بالاتفاق ایسا عمل بیان کیا گیا ہی کہ تنگناے
قبر مین اُسکی بدولت استفادہ حسنات ہوتا رہے۔

(۲۸) قرآن پاک مین تدبر فی القرآن کا حکم ہی اور اسی تدبر کے سلسلہ مین سلف صالح

متاثر ہوتے اور مناسب آیات کو بار بار پڑھتے تھے چنانچہ نسائی نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ نبی علیہ السلام شب کو کھڑے ہوئے اور صبح تک اس آیہ کی تکرار فرماتے رہے اِن تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (پارہ ۷۔ سورہ المائدہ رکوع ۱۶) یہ نقل جواب مسیح علیہ السلام کی ہے اور جب اُن سے متعلق اعتقادامت سوال کیا جائے گا تو آپ حقیقت حال کو اس طور پر عرض کرین گے یہ جواب ہرچند سفارش صریح پر مشتمل نہین لیکن عفو و رافت کی تحریک کرنے والا ہے غالباً ہم گنہگاران امت کا خیال آیا اور شافع محشر نے جوش شفقت مین اس آیہ کریمہ کی اتنی بار تکرار فرمائی امام نووی فرماتے ہین کہ اس طور پر تکرار آیت مستحب ہے۔ صوفی جلیل ابراہیم الخواص نے کہا ہے کہ پانچ چیزین دوائے قلب ہین بتدبر قرأت قرآن۔ خلاے بطن۔ قیام لیل تضرع وقت سحر مجالست صالحین۔ ہر عاقل بضرورت وقت دوائے مفید کو مکرر استعمال کرتا ہے پس جس آیہ سے رقت قلب خشوع و خضوع یا اور اسی قسم کے آثار مفیدہ ظاہر ہون اُسکا مکرر پڑھنا ہر آئینہ فائدہ بخش ہے۔

(۲۹) حق یہ ہے کہ قرآن کا ساتھ صحت کے جسمین مخارج کی بھی رعایت ہو بغیر اُستاد کے پڑھ لینا دشوار ہے افسوس ہے کہ ہندوستان مین اس طرف بہت کم توجہ کیجاتی ہے اور اسی بے پروائی کا یہ نتیجہ ہے کہ ان دنون ایسے استاد ماہر بمشکل میسر آتے ہین۔ صاحب اتقان (صفحہ ۱۴۱) مین فرماتے ہین کہ ابن خیر نے دعوی کیا ہے کہ باجماع امت جائز نہین ہے

ؔ۱ اگر تو انکو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہین اور اگر تو انکو بخشدے تو زبردست حکمت والا ہے ۱۲

کہ کوئی شخص کسی حدیث کو نبی علیہ السلام سے بلا روایت نقل کرے اور پھر سوال کرتے ہین
کہ کیا قرآن کی بھی یہی حالت ہی اور جواب مین ارشاد فرماتے ہین کہ مین نے کوئی ایسی سند
نہین پائی کہ نقل آیت خواہ اُسکا پڑھنا اُسوقت تک جائز نہین ہی کہ راوی یا قاری نے
کسی شخص کے روبرو پڑھا ہوا ور درمیان حدیث اور قرآن کے یہ فرق نکالا ہی کہ حدیث
مین اندیشۂ اختلاط ہی اور قرآن ہر طرح محفوظ اور متداول ہی اسلیے اُسکے استناد کی
ضرورت نہین ہی یہ راے سراپا معقول اور لایق پسند کے ہی لیکن واجب نہو مگر مناسب
یہی ہی کہ قرآن اُستاد ماہر سے پڑھ لیا جائے۔

(۳۰) سجدۂ تلاوت کو امام شافعی و امام احمد حنبل مستحب اور امام ابوحنیفہ واجب
کہتے ہین ہمارے امام اوپر آیہ کریمہ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ
لَا يَسْجُدُونَ ۝ (پارہ ۳۰۔سورہ انشقاق) استدلال کرتے ہین اور دوسرے حضرات
کے قول و فعل کی سند لاتے ہین اور آیہ قرآنی کی تاویل یون کرتے ہین کہ مقصود اُس سے
ملامت کفار کی ہی جو بارادۂ تکذیب معبودیت الٰہی سجدہ نہین کرتے۔ اصل وقت سجدہ
بالفور ختم ہونے آیہ سجدہ کے ہی لیکن توقف خفیف نزدیک شافعیہ کے جائز ہی اور بحالت
توقف طویل اُنکے نزدیک صحیح مسئلہ یہ ہی کہ سجدۂ تلاوت خود بخود ساقط ہوجاتا ہی حنفیہ کے
نزدیک سجدہ بفور ختم آیہ سجدہ واجب نہین ہی اسلیے اُسکا وجوب بحالت توقف طویل
بھی ساقط نہین ہوتا۔ فتاوے عالمگیری مین تحریر ہی کہ سجدۂ تلاوت کی نیت بالقلب کرنی چاہیے
اور زبان سے بھی کہنا چاہیے اسجد للہ تعالیٰ سجدۃ التلاوۃ اللہ اکبر (سراج الوہاج)

اور قاری کو چاہیے کہ کھڑا ہوا ور پھر سجدہ کرے اور جب سجدہ سے سر اُٹھائے تو پھر کھڑ
ہوا اور اُسکے بعد بیٹھے (الظہیریہ)

(۳۱) ابن برہان نحوی نے حکایت کی ہو کہ امام ابو یوسف تام وغیرہ اقسام وقف
کے تسمیہ کو بدعت اور بالارادہ وقف کرنے والے کو بدعتی کہتے تھے (اتقان صفحہ ۲۰۵)
چودھوین صدی کے بعض معاصرین نے ایک استفتا کے جواب مین یہ رائے ظاہر
کی کہ علاوہ آیات کے اور سب اوقاف مروجہ داخل بدعت سیئہ ہین حضرت مولانا رشید احمد
گنگوہی نے اس رائے کی معقول تردید فرمائی ہو (دیکھو رسالہ رد الطغیان فی اوقاف القرآن)
مولانا مرحوم کا یہ خیال ہو کہ صحت اوقاف اجماعًا ثابت ہو اور کسی اہل حق کے مذہب مین
اُس سے اختلاف نہین کیا گیا ہو لیکن اگر ابن برہان کی روایت صحیح ہو تو بہت بڑے نامو
مجتہد کا اختلاف اس خصوص مین ثابت ہو۔ حق یہ ہو کہ جسطرح قراتون کا اختلاف انھین
قرار کی روایتون کی بنیاد پر ماثور عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کیا جاتا ہو اُسی طرح کوئی
وجہ نہین ہو کہ اوقاف بھی ماثور نہ سمجھے جائین پھر ہم بر سبیل تنزل فرض کر لین کہ عام وقوف
محدثین کے اصول کے مواقف نبی علیہ السلام سے مروی نہین ہین لیکن اسمین شک نہین
کہ قرون اولی کے حامیان اسلام نے اُنکو اسی غرض سے نمایان[1] کیا کہ معانی کی طرف رہبری
ہو اور پچھلی کم ہمت اُمت تعبیر مین مقاصد الٰہی کے دھوکا نہ کھائے پس ایجاد اوقاف عمدہ ترین

[1] تسمیہ اوقاف اور اُنکی علامتون کی قرارداد دوسری بات ہو لیکن قیاس مین نہین آتا کہ نبی علیہ السلام علاوہ آیات کے
دیگر اوقاف پر نہین ٹھہرتے اور بوجہ ترک ان اوقاف کے فصیح و بلیغ کلام الٰہی مین خلط معنوی کو گوارا فرماتے تھے ۱۲

بدعات حسنہ مین داخل ہی اور اُس سے اختلاف کرنا درحقیقت خلط معانی کی کوشش نامحمود متصور ہی عاصم نے جنکی روایت کے موافق قرات قرآن ہندوستان مین مروج ہی اپنے اساتذہ سے مثل الفاظ وہیئت کلمات اور آیات کے اُن اوقاف کو بھی روایت کیا ہی جو مصاحف مروجہ ہندوستان مین لکھے جاتے ہین پس جدت پسندون کی حجت کو خدانخواستہ اگر ہم لوگ قبول کر لین تو اوقاف ایک طرف بہت سے الفاظ اور اُنکی ہئیتین حلقۂ اشتباہ مین آجائین گی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ ہرگاہ اِن سب اوقاف پر نبی علیہ السلام ٹھہرتے تھے تو پھر بعض اوقاف ساتھ وقف النبی اور وقف جبرئیل کے بالخصوص کیون موسوم ہوے ہین میرے خیال مین اُسکا جواب یہ ہی کہ ان مواقع پر بزرگان متذکرہ صدر قطع نظر اصول متعلقہ معانی کے ہمیشہ وقف فرماتے تھے یا یہ کہ معمولی اوقاف سے ٹھہرنے کا زمانہ کچھ دراز ہوتا رہا ہو یا منزل کی قرارداد زمانہ مابعد مین ہوئی ہی اسلیے قیاس کیا جاتا ہی کہ وقف منزل کی ایجاد بھی اُسی کے ساتھ ہوئی ہو۔

(۳۲) صاحب سفرالسعادات فرماتے ہین کہ اس خصوص مین کہ ترتیل ساتھ قلت قرات کے افضل ہی یا سرعت ساتھ کثرت کے صحابہ کرام کی رائے مین اختلاف تھا ابن عباس اور ابن مسعود شکل اول کو اور امیرالمومنین علی اور بعض دیگر صحاب شکل ثانی کو افضل قرار دیتے تھے۔ میرے خیال مین جن لوگون کو ادراک معانی کا ملکہ حاصل ہوگیا اُن کو تقلید رائے ثانی اور دوسرون کو تقلید رائے اول کرنی مستحسن ہی۔

(۳۳) قال اللہ تعالی وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝

(پارہ ۲۷-سورہ النجم) ھو کی ضمیر سے بعض مفسرون نے مراد قرآن لیا ہی اور بعض کی راے
مین عام کلام نبوی مراد ہی بر تقدیر اول مقصود بیان یہ ہوگا کہ مشرکین عرب غلط کہتے ہین
کہ محمد اپنی خواہش نفسانی سے باتین بناتے اور اُنکو خدا کی طرف منسوب کرتے ہین
درحقیقت قرآن پیام الٰہی ہی جو اُنکی طرف بھیجا جاتا ہی بر تقدیر ثانی مطلب یہ ہون گے کہ محمد عامہ
باتین اپنی خواہش سے نہین کرتے بلکہ جو کچھ کہتے ہین وہ سب القاے ربانی ہوا کرتا ہی
اس پچھلی تعبیر سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ نبی علیہ السلام اپنے ذاتی اجتہاد کو کسی معاملہ مین دخل
نہین دیتے تھے حالانکہ ایسے نتیجہ کی تردید قرآن پاک اور احادیث صحیحہ سے ہوتی ہی۔

(۱) غزوہ تبوک مین ایک جماعت کو نبی علیہ السلام نے خود اپنے اجتہاد سے
اذن تخلف دیا تھا جسکی نسبت سورہ التوبہ رکوع ۷۔ مین ارشاد ہو عَفَا اللّٰهُ عَنكَ ع[1]
لِمَ اَذِنتَ لَهُمْ

(۲) ایک امر حلال کو حضور نے بغرض دلدہی ام المومنین حفصہ اپنے اوپر
حرام کرلیا تھا لیکن خدا نے سورہ التحریم پارہ ۲۸۔ مین ارشاد فرمایا یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ[2]
مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج

(۳) امام مسلم نے رافع بن خدیج سے روایت کی ہی کہ اہل مدینہ درخت خرمے
مین نر و مادہ کا پیوند لگاتے تھے نبی علیہ السلام نے اپنے خیالات اس کارروائی کے خلاف

---

[1] خدا تمکو بخشتے تم نے اُنکو کیون رخصت دی ۱۲

[2] اے نبی تم کیون لم کرو اُس چیز کو جسے اللہ نے تمھارے لیے حلال کیا ہی ۱۲

ظاہر کیے لوگون نے پیوند لگانا چھوڑ دیا لیکن آخر کار پیداوار مین کھجورون کے کمی آئی
اور بہ طبق اطلاع اس واقعہ کے حضور نے ارشاد فرمایا انما[1] انا بشر اذا امرتکم بشیء من
دینکم فخذو ابہ واذا امرتکم بشیء من رای فانما انا بشر اس واقعہ کی بابت انس کی
روایت مین یہ الفاظ ہین انتم[2] اعلم بامر دنیاکم طلحہ کی روایت مین یون ہے ان[3] کان
ینفعہم ذلک فلیصنعوہ فانی انما ظننت ظنا فلا تؤاخذونی بالظن ولکن اذا
حدثتکم من اللہ شیئا فخذو ابہ فانی لم اکذب علی اللہ عز وجل پس ان سب اسناد
سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام قولاً وعملاً اپنی رائے سے بھی کارروائی فرمایا کرتے تھے
اب سوال یہ ہے کہ کون سے احکام نبوی ایسے ہین جن پر بے چون وچرا عمل کرنا واجب ہے
امام نووی بحوالہ اقوال علما فرماتے ہین کہ جملہ احکام متعلق بہ شرائع پر عمل واجب ہے ہان متعلق
بمعاش دنیا جو کچھ ارشاد ہوا ہو وہ لازم العمل نہین۔ جیسا کہ الفاظ سے روایت رافع و
انس کے ظاہر ہوتا ہے اس رائے کی تائید ہوتی ہے لیکن روایت طلحہ کے الفاظ سے خیال
کیا جاتا ہے کہ جو حکم نبوی بحوالہ فرمان الٰہی صادر ہوا ہو صرف اُسی پر عمل کرنا واجب ہے
حالانکہ اکثر احکام نبوی متعلق بشرائع مین ایسا حوالہ پایا نہین جاتا مین کہتا ہون کہ الفاظ
سے روایت مذکورہ کے اتنا ہی مستنبط ہوتا ہے کہ جس ارشاد کی بنیاد ظن پر ہو واجب العمل نہین ہین

[1] مین تو آدمی ہون جب کوئی حکم متعلق دین کے دون تو اُسپر عمل کرو اور جب کوئی بات اپنی رائے سے کہون تو آخر مین آدمی ہون ۱۲

[2] تم لوگ اپنے دنیاوی امور زیادہ جانتے ہو ۱۲

[3] اگر یہ کارروائی اُن لوگون کے لیے مفید ہے تو کیا کرین مین نے تو ایک خیال کیا تھا پس خیال پر مجھسے باز پرس نہ کرو لیکن جب مین اللہ کی طرف سے کوئی حکم بیان کرون تو اُسپر عمل کرو کیونکہ مین اللہ پر ہرگز جھوٹ باندھنے والا نہین ہون ۱۲

اور جو کچھ بحوالہ فرمان الٰہی ارشاد ہوا ہو اُسکی تعمیل واجب ہی مگر دیگر احکام جو قطعی الفاظ کے ساتھ بلا حوالہ فرمان الٰہی صادر ہوے ہون اُنکی نسبت سکوت کیا گیا ہی اسلیے اُسکے واجب العمل وغیر واجب العمل ہونے کی بابت اس حدیث سے کوئی نتیجہ اخذ نہین کیا جا سکتا

فائدہ

ہم نے حدیقہ (۱) مین وعدہ کیا ہی کہ آیندہ اس خصوص مین کہ احادیث نبوی کس حد تک الہامی ہین تذکرہ کیا جائیگا چنانچہ اب اُسکا موقع آگیا اور میرا خیال یہ ہی کہ نبی علیہ السلام کی حدیثین چار قسمون پر منقسم ہین اُن مین دو اول الہامی اور باقی دو غیر الہامی ہین۔

(۱) وہ حدیثین جنکی بنیاد اُن پیام الٰہی پر ہی جو حضرت جبریل کی معرفت آئے مگر بالفاظ ربانی اُنکا نزول نہین ہوا کیونکہ جن پیامون کا نزول بپابندی الفاظ ربانی ہوا وہ تو وحی متلو یعنے اجزاے قرآنی ہین (دیکھو بیان الفاضل الجوینی صفحہ ۱۰۲ اتقان مین) اسی قسم کی حدیثون کو حدیث قدسی کہتے ہین اور پیمبر علیہ السلام نے اپنے بیانات مین حوالہ ارشاد الٰہی دیا ہی۔

(۲) وہ حدیثین جنکی بنیاد اوپر الہام ربانی کے ہو جسکا القا قلب انور پر ہوا کرتا تھا اس قسم کی حدیثون کو عام لفظ سنت کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہین اور وہ اکثر متعلق بشرایع ہین اور اُنکا امتیاز قرائن سے ہو سکتا ہی مثلاً عذاب و ثواب یا دیگر ایسے امور کا بیان ہو

جو قیاس انسانی سے معلوم نہین ہو سکتے۔ اس قسم کی و نیز قسم اول کی حدیثون پر عمل کرنا فرائض دینی سے ہی کیونکہ وہ درحقیقت خداوندی احکام کا اظہار کرتی ہین۔

(۳) وہ حدیثین متعلق بشرائع ہین جنکی بنیاد اوپر اجتہاد کے ہو ایسی حدیثون کا امتیاز بھی قرائن حالات سے ہوسکتا ہی اور اُنکی تعمیل ہر ایک صادق الایمان پر واجب ہی کیونکہ حضور کا مرتبہ عالی تھا اور اسی طرح آپ کا اجتہاد بھی بعد از وحی جملہ قیاسات پر فائق متصور ہی اسی لیے خود خداوند عالم نے آپ کی تبعیت کا حکم محکم لشکل عام صادر کیا ہی۔

(۴) جو کچھ معاملات دنیا مین اور بالخصوص بالفاظ ظنی ارشاد فرمایا ہو اُسکی عظمت بھی ہر چند اصلح ہی لیکن پھر بھی اسقدر گنجایش باقی ہی کہ بضرورت وقت اُسکے خلاف عمل کیا جاے کیونکہ خود نبی علیہ السلام نے اُسکی اجازت دی ہی۔

(۳۴) ابن حجر بخاری کی شرح مین لکھتے ہین کہ احمد و بیہقی نے واثلہ بن الاسقع سے مرفوعًا روایت کی ہی کہ ماہ رمضان کی چھٹی کو توریت تیرھوین کو انجیل اور اٹھارھوین کو زبور اور چوبیسوین کو قرآن نازل ہوا اور ہر گاہ سابقًا بیان کیا گیا کہ قرآن مہینہ رمضان کی لیلۃ القدر مین نازل ہوا ہی اسلیے بصورت صحت اس حدیث کے اور تسلیم کرنے اس واقعہ کے لیلۃ القدر ایک معین تاریخ پر سالانہ ہوا کرتی ہی یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ چوبیسوین شب ماہ مبارک رمضان کی لیلۃ القدر خیر من الف شہر ہی۔ امام رازی نے تعین مین لیلۃ القدر کے مختلف اقوال نقل کیے ہین منجملہ اُن کے ابن مسعود کی یہ راے تحریر کی ہی کہ چوبیسوین شب رمضان کی لیلۃ القدر ہی۔

(۳۵) قرارت قرآن مین قاریون کے زلت یعنے اُنکی خطا کا مسئلہ بہت اہم ہی
فقہ کی کتابون مین بکثرت ایسی زلتون کا نشان دیا گیا ہی جنکے سبب سے نماز فاسد ہوجاتی ہی
ہرچند وہ سب لائق تذکرہ کے تھے لیکن مین اس کتاب مین بیان جزئیات کا موقع
نہ دیکھ کے صرف اُس ضابطہ کو تحریر کرتا ہون جسکو صاحب ردالمحتار نے شرح المنیہ سے
نقل کیا ہی۔ اشکال زلت قاریان حسب ذیل ہین۔

حرکات مین حروف مین کلمات مین جملون مین وقف اور وصل مین
متقدمین باستثنائے اُس زلت کے جو بوجہ ترک وقف تام جملون مین ممکن الوقوع ہین بالاتفاق
ذیل کی خطائے فی القرارت کو مفسد نماز کہتے ہین۔

(۱) زلت کے سبب سے ایسے معنے پیدا ہون جنکا اعتقاد کفر ہی۔

(۲) تغیر فاحش معنے خلاف مراد پیدا ہون اور اُنکا مثل قرآن مین موجود نہو جیسے
غبار بجائے غراب کے۔

(۳) لفظ بے معنے ہوجائے جیسے سرایل بجائے سرائر کے لیکن صورت ہائے
مفصلہ ذیل مین متقدمین مختلف الرائے ہین۔

(۱) قرآن مین اُسکا مثل موجود ہو مگر تغیر غیر فاحش مطلب سے دور ہوجائین۔

(۲) قرآن مین اُسکا مثل موجود نہو لیکن بوجہ تغیر کے معنے نہ بدلے جیسے قیامین
بجائے قوامین کے پہلی صورت مین امام ابوحنیفہ اور محمد فرماتے ہین کہ نماز فاسد ہوجاتی
ہی اور ابو یوسف کہتے ہین کہ نہین دوسری صورت مین نماز نزدیک ابو یوسف کے فاسد ہی

اور نزدیک امام ابوحنیفہ اور محمد کے غیر فاسد۔ بنیاد اختلاف یہ ہی کہ ابو یوسف مثلیت قرآن
لورافع فساد خیال کرتے ہین اور امام ابوحنیفہ و محمد کے نزدیک حفظ معنے مقصود کی
ضرورت ہی۔

متاخرین نے بعذر عام بلوے کے خلاف رائے متقدمین بہت بڑی وسعت
پیدا کی ہی وہ لوگ کہتے ہین کہ ہرچند تغیر حرکات سے ایسے معنے پیدا ہوجائین جنکا اعتقاد
کفر ہی تاہم نماز فاسد نہین ہوتی اسی طرح اُن مین بعض کی یہ رائے ہی کہ جن حروف کے تلفظ
مین باہمی امتیاز مشکل ہوا اور بعض کی یہ رائے ہی کہ جب حروف متقارب المخرج ہون تو
ایک کا استعمال بجاے دوسرے کے مفسد صلوۃ نہین ہی لیکن اکثر متاخرین نے یہ رائے
ظاہر کی ہی کہ جن حروف کے ممتاز کرنے مین مشقت اٹھانی پڑتی ہو صرف اُنھین کا باہمی
بادلہ نماز کو فاسد نہین کرتا جیسے ض و ظ۔

اولی یہ ہی کہ متقدمین کی رائے پر عمل کیا جاے کیونکہ اُنکی رائے مین احتیاط زیادہ
ہ اور جو قاعدہ اُنھون نے بنادیا وہ منضبط ہی چنانچہ فروغ مندرجہ کتب فقہ انھین متقدمین
کے قاعدہ مجوزہ سے ماخوذ ہین انتہے بملخصہ

فتاوے قاضی خان مین تحریر ہی کہ اگر کوئی شخص بعض حروف کو (بوجہ کجی قوت لسانی)
ادا نہ کرسکتا ہو تو اس خصوص مین اُسکا عذر غیر مقبول ہی اُسکو لازم ہی کہ سیکھنے کی کوشش
کرے ہان اگر اُسکی زبان سے بعض حروف کا ادا کرنا غیر ممکن ہو اور وہ ایسی آیت یاد نہ رکھتا
ہو جو ایسے حروف سے خالی ہون تو خود اُسکی نماز جائز ہوجائے گی لیکن ایسے شخص کو دوسرون کی

امامت کرنی نہین چاہیے۔

جو کچھ بیان کیا گیا اُسکا تعلق قرارت فی الصلوۃ سے ہی لیکن انھین اصول پر تلاوت خارج از صلوۃ کا قیاس بھی ہر متوسط الفہم باسانی کرسکتا ہی یعنے اگر قاری اپنی قرارت مین اُس طرح کی غلطیان کرے جو مفسد صلوۃ ہین تو وہ درحقیقت اُن آیات کا جنمین ایسی غلطیان کی گئین قاری نہ سمجھا جائیگا اور اُسکا ختم قرآن ناقص ہیگا۔

تنبیہ

متقدمین نے جو قاعدہ قرار دیا وہ علاوہ احوط ہونے کے مدلل بھی ہی متاخرین نے جو وسعت پیدا کی اُسکی عقلاً تائید صرف بحق معذورین ہوسکتی ہی لیکن پڑھے لکھے آدمی جو محض بے پروائی اور غفلت سے ارتکاب خطائے قرارت کرتے ہین وہ تو مستحق پائے نہین جاتے کہ اس عالم مین رعایت شرعی سے مستفید ہون ہان خدا کی رحمت بہت وسیع ہی اگر وہ عالم آخرت مین ہم غافلون کی زلت سے درگذر کرے تو یہ اُسکی فیاضی ہی اور بندہ نوازی۔ سخت افسوس ہی کہ اس عصر مین ہمارے برادران ہم مشرب قرارت قرآن مین بڑی بے پروائی کرتے ہین اور اکثرون کی نماز پنجگانہ بھی موافق راے امام اعظم کے ادا نہین ہوتی تماشا یہ ہی کہ انتخاب امام مین اسطرح کی بے امتیازی گوارا کیجاتی ہی کہ بعض اوقات تمام جماعت اداے فریضہ سے قاصر رہجاتی ہی پس اس خصوص مین عام مسلمانون کو اور خاص کر اُن ہادیان ملت کو جو صدر نشین

مجالس وعظ و پند کے ہین توجہ بلیغ مبذول کرنی چاہیے تاکہ یہ طوفان بے اعتباری جسنے مطلع عبادات کو تاریک کر رکھا ہے بہ توفیق الٰہی دور ہو۔

ھذا اٰخر الکتاب فالحمد للہ الملھم للحق والصّواب اللھم تقبل منّا واغفر لنا انا عبدك وانت الغفور یا وھاب۔

تمّت

غلطیون کی فہرست اور اوسکی اصلاح

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱	۵	لاھبَ	لاھبَ	۵۷	۵	غیر مراد ہوتے ہون	غیر مراد و پیدا ہوتے ہون
۱۳	۱	لا نبیَّ	لا نبیَّ	۹۸	۱۴	ازباب	ارباب
۱۵	۳	تضہ	قصہ	۱۰۰	۱۰	پاک	پاک کے
۱۶	۳	پوزا	پورا	۱۰۲	۵	فلا تفضحون	فلا تفضحون
۱۸	۶	قال	قال ۲ع	۱۰۳	۲	الا تعبدوا	الا تعبدوا
"	۸	نزال بہ	نزال بہ ع	۱۱۵	۱۵	اوسکو اوسکو	اوسکو
۲۰	۸	قال	قال ۳ع	۱۱۶	۶	بر	پر
۲۸	۱۰	ولقد	ولقد ع	"	۱۰	بادگار	یادگار
۴۲	۱۰	قبل از ہجرت	قبل از ہجرت نازل	۱۲۳	۷	پڑھنے مین بھی	پڑھنے مین
.	.	.	ہوین انکو مکی اور جو	۱۲۷	۱۱	پسندیدہ ہوا	پسندیدہ ہو
.	.	.	بعد از ہجرت -	۱۴۴	نوٹ ۲	خیات الحیوان	حیات الحیوان
۴۴	۸	الاخلاق	الاخلاص	۱۴۵	۱۲	بزی	بزی ع۲
۴۸	۱۴	حفظاً	حفظاً	۱۴۹	۱۰	بزار	بزاز

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۱	۱۱	دریعہ	ذریعہ
۱۶۱	۱۶	طبیعت	تبعیت
۱۶۷	۱۰	حب	جب
۱۷۶	۴	بجابت	بجمایت
۱۸۱	۶	یر	پر
۱۸۳	۷	استمعو	استمعو
۱۸۴	۱	خامص	غامض
۱۹۵	۹	یزوجر	یزدجرد
۲۲۸	۱۵	بالسیاط	بالسیاط
۲۴۷	۱	اعتقاد مدکور	اعتقاد مذکور
۲۶۳	۱۱	سبحنات	سبحنات
۲۶۴	۹	قال للہ تعالی	قال اللہ تعالی
۱۷۱	(نوٹ)	التلویح	التلویح
۲۷۹	۱۰	لاتبدیل	لاتبدیل
۲۸۶	۱۲	نہین جانا	نہین جاتا
۲۸۹	۲	کوٹ دین	لوٹ دین
۲۹۳	۱۵	لانفراق	لاانفراق
۳۰۰	۷	رہا	رہتا
۳۱۲	۱۴	اچارہ	اجارہ
۳۲۳	۱۴	کر	اگر
"	۱۶	عوث	غوث
۳۲۴	۵	محققین	محققین
۳۲۵	۱۵	نوعلدون	نوعلدون
۳۲۶	۱۲	جسل الوصول	اصل اصول
۳۳۰	۱	فدعوا الزبا	فدعوا الزبا